

سلسلہ
اصلاح عقائد
3

ذَلِكَ الْكِتَابُ لَا رَيْبَ فِيهِ هُدًى لِّلْمُتَّقِينَ

www.KitaboSunnat.com

اِنَّا نَحْنُ رَبُّنَا الذِّكْرُ وَانَّا لَلْغَاثِقُونَ



قرآن مجید کے ساتھ
ایمان و عمل کے تعلق
کی مضبوطی کا بیان

انسان اور قرآن

تالیف

حافظ امبشہ حسین حفظہ اللہ



قرآن حدیث اور شریعت کی ترجمان
مُبَشِّر اکیڈمی
لاہور پاکستان

ڈسٹری بیوٹر

نعمانی مکتب خانہ
لاہور پاکستان

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ
قُلْ اطِيعُوا اللّٰهَ
وَاطِيعُوا الرَّسُوْلَ

مجلس التحقیق الاسلامی اربنہ

معدت البریری

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

معزز قارئین توجہ فرمائیں

- کتاب و سنت ڈاٹ کام پر دستیاب تمام الیکٹرانک کتب... عام قاری کے مطالعے کیلئے ہیں۔
- مجلس التحقیق الاسلامی کے علمائے کرام کی باقاعدہ تصدیق و اجازت کے بعد (Upload) کی جاتی ہیں۔
- دعوتی مقاصد کیلئے ان کتب کو ڈاؤن لوڈ (Download) کرنے کی اجازت ہے۔

تنبیہ

ان کتب کو تجارتی یا دیگر مادی مقاصد کیلئے استعمال کرنے کی ممانعت ہے
کیونکہ یہ شرعی، اخلاقی اور قانونی جرم ہے۔

اسلامی تعلیمات پر مشتمل کتب متعلقہ ناشرین سے خرید کر تبلیغ دین کی
کاوشوں میں بھرپور شرکت اختیار کریں

PDF کتب کی ڈاؤن لوڈنگ، آن لائن مطالعہ اور دیگر شکایات کے لیے
درج ذیل ای میل ایڈریس پر رابطہ فرمائیں۔

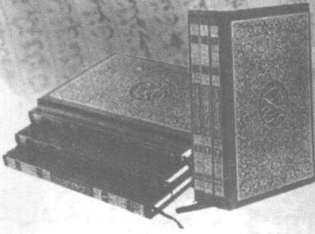
✉ KitaboSunnat@gmail.com

🌐 www.KitaboSunnat.com

قرآن مجیکے ساتھ ایمان و عمل کے تعلق کی مضبوطی کا بیان

انسان و قرآن

وہ ہدیٰ للمتقین
ذکر الایمان



تالیف

حافظ امین حسین
حفظہ اللہ

www.KitaboSunnat.com

قرآن مرثا و مرثیہ کی ترجمان
مبشر اکیڈمی
لاہور پاکستان



سلسلہ
اصلاح عقائد
3



جملہ حقوق اشاعت بحق ناشر محفوظ ہیں!

نام کتاب ----- انسان اور قرآن
مؤلف ----- حافظ مبشر حسین حفظہ اللہ
اشاعت -----
قیمت ----- روپے

ہمارے ڈسٹری بیوٹرز:

- ☆..... مکتبہ قدوسیہ، غزنی سٹریٹ، اردو بازار، لاہور، برائے رابطہ: 042-7351124
☆..... کتاب سرائے، الحمد مارکیٹ، غزنی سٹریٹ اردو بازار لاہور: 042-7320318
☆..... فضلی بک سپر مارکیٹ، اردو بازار، کراچی۔ برائے رابطہ: 021-2212318

ناشر:

مبشر اکیڈمی لاہور پاکستان

0300-4602878

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

پیش لفظ

ایمان کے چھ بنیادی اجزاء میں سے ایک یہ ہے کہ اللہ کی نازل کردہ الہامی کتابوں پر ایمان لایا جائے کہ وہ سب مُنَزَّلٌ مِّنَ اللّٰهِ سچی کتابیں تھیں اور قرآن مجید ان میں سے آخری الہامی کتاب ہے۔ باقی الہامی کتابوں کے مقابلہ میں یہی ایک کتاب اپنی اصل شکل میں محفوظ ہے۔ اس لیے کہ ہدایت و رہنمائی کے لیے آخری پیغمبر پر نازل ہونے والی یہی کتاب اب حرفِ آخراور معیارِ نجات کی حیثیت رکھتی ہے۔

قرآن مجید رہتی دنیا تک تمام انسانوں کے لیے کتابِ ہدایت ہے۔ جب تک اسے کتابِ ہدایت سمجھتے ہوئے پڑھا جاتا اور اس میں دی گئی ہدایات پر عمل کیا جاتا رہے گا، تب تک اس کی برکتوں اور رحمتوں کا نزول ہوتا رہے گا اور وہ فرد اور معاشرہ ہمیشہ عزت پائے گا جو کتابِ ہدایت کی حیثیت سے اسے حرزِ جان بنا لے گا اور جو اس سے بے رُخی کرے گا، اللہ تعالیٰ بھی اس سے اعراض کرتے ہوئے اسے ذلیل و رسوا کر چھوڑے گا۔ نبی کریم ﷺ نے اللہ کی اس آخری کتاب کے بارے یقیناً سچ فرمایا ہے:

((اِنَّ اللّٰهَ يُرَفِّعُ بِهٰذَا الْكِتَابِ اَقْوَامًا وَيَضَعُ بِهٖ الْاٰخَرِيْنَ)) [مسلم، کتاب صلوٰۃ المسافرین (ح ۸۱۷)]
 ”اللہ تعالیٰ اس قرآن کے ذریعے بعض لوگوں کو بلندی عطا کرتے ہیں اور بعض کو ذلت اور پستی میں دھکیل دیتے ہیں۔“

نہایت افسوس کے ساتھ کہنا پڑتا ہے کہ مسلمان ہونے کے باوجود قرآن پر عمل ہماری زندگیوں سے غائب ہے۔ ہم نے قرآن مجید کو محض دم درود، تعویذ گنڈے اور ایصالِ ثواب کی کتاب سمجھ رکھا ہے جبکہ انفرادی و اجتماعی زندگی میں وہ تبدیلی جس کا قرآن مجید اصلاً مطالبہ کرتا ہے، پیدا کرنے کے لیے ہم تیار نہیں! زین نظر کتاب میں نہایت عام فہم مگر مستند دلائل کی روشنی میں قرآن مجید کے ساتھ ایمان و عمل کے اسی تعلق کی مضبوطی کے پہلو کو اجاگر کرنے کی کوشش کی گئی ہے۔ اللہ کرے یہ کوشش کامیاب ہو اور بے عمل مسلمانوں کو قرآن کے قریب لانے کا ایک ذریعہ بن جائے۔ آمین یا رب العالمین! (حافظ مبشر حسین)

.....☆.....

صاحب تصنیف ایک نظر میں

نام :

حافظ مبشر حسین

تاریخ پیدائش :

21-01-1978 [لاہور]

دینی تعلیم :

[دیوبندی، بریلوی اور الہمدیہ تینوں کتب فکر کے علماء و مدارس سے استفادہ]

1989-90

حفظ القرآن

1991-92

تجوید و قرأت، ترجمہ قرآن، عربی گرامر

1992-99

درس نظامی + وفاق المدارس [الشهادة العالمية] ممتاز درجہ میں

عصری تعلیم :

1996

میٹرک [فرسٹ ڈویژن، لاہور بورڈ]

1999

ایف۔ اے [فرسٹ ڈویژن، لاہور بورڈ]

2001

بی۔ اے [اے گریڈ، پنجاب یونیورسٹی، لاہور]

2004

ایم۔ اے: اسلامیات [اے گریڈ، پنجاب یونیورسٹی]

2004

پی ایچ ڈی [فقہ اسلامی، پنجاب یونیورسٹی، زیر تکمیل]

تدریسی و تحقیقی ذمہ داریاں :

1999-2000

جامعہ الدعوة الاسلامیہ مریدکے، لاہور

2000

جامعہ الدراسات الاسلامیہ، کراچی

2001-2004

اسلامک ریسرچ کونسل، ماہنامہ محدث، لاہور

2004-2005

پریسٹن یونیورسٹی، لاہور کیمپس

تصنیف و تالیف :

- 1- تقریباً 50 تحقیقی مضامین [فکر و نظر، دعوت، محدث، ترجمان القرآن، ایشیا وغیرہ میں شائع ہو چکے ہیں]
- 2- 20 کتابیں شائع ہو چکی ہیں [مزید زیر طبع و زیر تالیف ہیں]
- 3- نیز مختلف کتابوں کے تراجم و حواشی، تخریج و تحقیق وغیرہ۔
- 4- مختلف دینی رسائل و جرائد سے قلمی تعاون، علمی و ادارتی مشاورت۔
- 5- مبشر اکیڈمی کے نام سے دینی لٹریچر کی نشر و اشاعت کے ادارہ کی نظامت۔ واللہ الحمد!

آئینہ کتاب

3	پیش لفظ	*
13	باب 1	
	قرآن مجید پر ایمان	
14	[1].... اللہ کی نازل کردہ سچی کتاب	*
14	پہلی دلیل	*
15	دوسری دلیل	*
18	ایک اعتراض کا جواب	*
19	تیسری دلیل	*
21	چوتھی دلیل	*
22	ڈاکٹر موریس بوکائیے کی تحقیق	*
24	پانچویں دلیل	*
25	[2].... اللہ کی طرف سے آخری کتاب ہدایت	*
28	ایک شبہ کا ازالہ	*
32	قرآن کی آڑ میں حدیث و سنت سے اعراض کرنے والے کو حضورؐ نے سخت ناپسند کیا	*
32	کتاب ہدایت	*
34	[3].... اللہ کی محفوظ کردہ واحد کتاب	*
35	نزول قرآن	*

36	* حفاظت قرآن اور جمع و تدوین قرآن
42	* قراءت قرآن کی سات مختلف نوعیتیں (سَبْعَةُ أَحْرُف)
53	باب 2
	قرآن مجید کی تلاوت
	[تلاوت قرآن کی فضیلت اور آداب]
54	فصل ۱: فضائل قرآن
54	* [1]....قرآن مجید کے عمومی فضائل
57	* [2]....تلاوت قرآن کے فضائل
62	* [3]....قرآن مجید سیکھے اور سکھانے کے فضائل
65	* [4]....حفظ قرآن کے فضائل
68	* قرآن مجید حفظ کرنے کے بعد اسے جان بوجھ کر بھلا دینے والے کی سزا
69	* [5]....قرآن میں مہارت حاصل کرنے والے کے فضائل
70	فصل ۲: قرآن مجید کی سورتوں کے فضائل
70	* سورۃ الفاتحہ کی فضیلت
73	* سورۃ البقرہ کی فضیلت
74	* آیۃ الکرسی کی فضیلت
75	* سورۃ البقرہ کی آخری دو آیتوں کی فضیلت
75	* سورۃ البقرہ اور سورۃ آل عمران کی فضیلت
76	* سورۃ ہود، واقعہ، مرسلات، نباء اور سورۃ تکویر کی فضیلت
77	* سورۃ الاسراء (بنی اسرائیل) اور سورۃ الزمر کی فضیلت

77	* سورۃ کہف کی فضیلت
79	* جمعہ کے روز سورۃ کہف پڑھنے کی فضیلت
80	* سورۃ کہف اور سلف کے ذاتی تجربات
80	* سورۃ الانبیاء اور آیت کریمہ کی فضیلت
81	* سورۃ السجدۃ اور سورۃ الدھر کی فضیلت
81	* سورۃ یاسین کی فضیلت
81	* سورۃ الفتح کی فضیلت
81	* سورۃ الحديد، الحشر، الصف، الجمعہ، التغابن، الاعلیٰ کی فضیلت
82	* سورۃ الملک کی فضیلت
82	* سورۃ التکویر، سورۃ الانفطار اور سورۃ الانشقاق کی فضیلت
83	* سورۃ الاعلیٰ اور سورۃ الغاشیہ کی فضیلت
83	* سورۃ الکافرون کی فضیلت
83	* سورۃ الاخلاص کی فضیلت
85	* معوذتین کی فضیلت
87	فصل ۳: قرآن مجید کی فضیلت و عظمت کے بارے ضعیف روایات
91	* سورتوں کے بارے میں چند ضعیف روایات
91	* سورۃ الفاتحہ کے بارے ضعیف روایات
91	* سورۃ آل عمران کے بارے ضعیف روایات
92	* سورۃ النساء، مائدہ، انعام، اعراف، انفال، یونس، ہود کے بارے ضعیف روایات
92	* سورۃ یس کے بارے ضعیف روایات

94	* سورہ یاسین سے متعلقہ ایک تجرباتی عمل
95	* سورہ غافر (حم المؤمن) کے بارے ضعیف روایات
95	* سورہ دخان کے بارے ضعیف روایات
96	* سورہ رحمن کے بارے ضعیف روایات
96	* سورہ الواقعة کے بارے ضعیف روایات
97	* سورہ الحشر کے بارے ضعیف روایات
97	* سورہ الملک کے بارے ضعیف روایات
98	* سورہ الاعلیٰ کے بارے ضعیف روایات
98	* سورہ الفجر، سورہ الانشراح اور سورہ الفیل کے بارے ضعیف روایات
98	* سورہ الہیئتہ کے بارے ضعیف روایات
99	* الزلزال، العادیات، العاکثر، الکافرون، النصر، الاخلاص کے بارے ضعیف روایات
101	فصل ۴: تلاوت قرآن کے مسنون آداب
102	* [1]..... تلاوت قرآن اور مسئلہ طہارت
108	* [2]..... تلاوت قرآن اور تعوذ و تسمیہ
108	* (۱)..... تعوذ یعنی اعموذ باللہ پڑھنا
109	* (۲)..... تسمیہ یعنی بسم اللہ پڑھنا
110	* [3]..... صحت تلاوت اور حسن تلاوت [یعنی تجوید و قراءت] کا اہتمام
110	* (۱)..... صحت تلاوت
110	* (۲)..... صحت تلاوت کی ضرورت و اہمیت
112	* (۳)..... حسن تلاوت

112	۴)..... حسن قراءت کی اہمیت	*
113	۵)..... نبی کریم اور حسن قراءت	*
115	۶)..... صحابہ کرام اور حسن قراءت	*
117	۷)..... حسن قراءت اور قواعد موسیقی	*
119	[4]..... خشوع و خضوع کا لحاظ	*
119	۱)..... دنیوی مصروفیت و مشغولیت آڑے نہ ہو	*
119	۲)..... یکسوئی اور ہوش و حواس قائم ہوں	*
119	۳)..... قرآن مجید کو سمجھ کر پڑھا جائے اور دعائیں مانگی جائیں	*
120	۴)..... خشیت الہی کا اظہار کیا جائے	*
121	۵)..... قرآن مجید کا ادب و احترام اور عظمت و وقار ذہن میں رکھا جائے	*
121	۶)..... دوران تلاوت دنیوی باتوں سے پرہیز کیا جائے	*
122	۷)..... پرسکون ماحول کا اہتمام رکھا جائے	*
122	۸)..... تلاوت کرنے والے کی تلاوت کو غور سے سننا چاہیے	*
122	۹)..... تلاوت کے دوران دوسروں کے آرام کا بھی خیال رکھنا چاہیے	*
124	[5]..... سجدہ تلاوت	*
124	سجدہ تلاوت مستحب ہے	*
125	سجدہ تلاوت کی فضیلت	*
126	سجدہ تلاوت کے لیے وضو اور قبلہ رخ ہونا مستحب ہے	*
127	سجدہ تلاوت کی دعا	*
127	سجدہ تلاوت کے وقت تکبیر اور تسلیم	*

128	* [6]... روزانہ کا معمول اور طریقہ تلاوت
128	* (۱).... تلاوت قرآن کو روزانہ کا معمول بنانا چاہیے
128	* (۲).... صحابہ اور سلف صالحین کا معمول
129	* (۳).... کتنے دنوں میں قرآن مجید ختم کیا جائے
130	* (۴).... جب طبیعت نہ چاہے تو تلاوت نہیں کرنی
131	* (۵).... تلاوت اونچی کی جائے یا آہستہ، دونوں طرح درست ہے
132	* (۶).... کیسٹ سے قرآن
132	* (۷).... مصحفی ترتیب سے تلاوت کرنا
133	* [7]... تلاوت قرآن اور غیر ضروری
133	* (۱).... تلاوت قرآن کے لیے قبلہ رخ ہونا
133	* (۲).... ختم قرآن کی دعا
133	* (۳).... قرآن مجید ختم کر کے دوبارہ آغاز کرنا
134	* (۴).... سلام نہ کہنا
134	* (۴).... پشت نہ کرنا
135	باب 3
	قرآن مجید کا فہم
135	* [۱].... قرآن فہمی اور اس کی ضرورت و اہمیت
135	* قرآن فہمی کی مشکل صورت
136	* قرآن فہمی کی آسان صورت
136	* ان دونوں صورتوں میں کوئی تضاد نہیں

138	* اردو دان طبقہ کے لیے قرآن نہیں آسان ہے
139	* قرآن نہیں، قرآن کی روشنی میں
140	* [۲]..... قرآن نہیں کی بنیادی شرائط
140	* (۱)..... نیت کی درستی
141	* (۲)..... قرآن کو کتاب ہدایت سمجھنا
142	* (۳)..... قرآن مجید سے دلچسپی پیدا کرنا
143	* (۴)..... قرآن کے حضور عاجزی و انکساری اور تقویٰ کا اظہار کرنا
144	* (۵)..... مناسب جگہ، پرسکون ماحول اور موزوں وقت کا خیال رکھنا۔
144	* (۶)..... فہم قرآن کے لیے اللہ کے حضور دعا مانگنا
146	* [۳]..... فہم قرآن کے اصول و مبادی
146	* قرآن کی تفسیر خود قرآن اور سنت رسولؐ سے
147	* اقوال صحابہؓ
148	* اقوال تابعین
149	* تابعین کے مختلف اقوال میں تطبیق کی صورت
149	* اسرائیلی روایات
150	* اسرائیلی روایات کی حیثیت
150	* اسرائیلیات کی افادیت
152	* تفسیر بالرائے حرام ہے
153	باب 4
	قرآن مجید پر عمل
153	* عمل بالقرآن اور اس کی ضرورت و اہمیت

153	* قرآنی احکام پر عمل نہ کرنے والوں کی سزا
156	* تلاوت قرآن کا اجر بھی اسے ملے گا جو قرآن پر عمل کرے گا
158	* قرآن پر عمل اور ہماری صورت حال
160	* ایک چھوٹی سی مثال
160	* اللہ کے رسول کا قرآن پر عمل
161	* پہلی مثال
162	* دوسری مثال
162	* تیسری مثال
163	* چوتھی مثال
164	* پانچویں مثال
164	* چھٹی مثال
166	* ساتویں مثال
168	* صحابہ کرام کا قرآن مجید پر عمل
171	* قرآن مجید اور اہل ایمان
173	* قرآن پر عمل..... خواتین کا ایک منفرد تجربہ
175	* پہلی مثال
176	* دوسری مثال
178	* تیسری مثال



قرآن مجید پر ایمان

قرآن مجید پر ایمان لانے کا مطلب یہ ہے کہ یہ تسلیم کیا جائے کہ

* یہ اللہ تعالیٰ کی سچی کتاب ہے،

* اسے اللہ تعالیٰ نے قیامت تک آنے والے تمام انسانوں کے لیے کتاب ہدایت بنا کر نازل فرمایا ہے،

* یہ آخری الہامی کتاب ہے،

* اس کے بعد اب کوئی اور الہامی کتاب نازل نہیں ہوگی،

* اسے قیامت تک کے لیے محفوظ کر دیا گیا ہے،

* اس کی حفاظت کا انتظام خود اللہ تعالیٰ نے اپنے ذمہ لے رکھا ہے۔

..........*.....*

[1].....اللہ کی نازل کردہ سچی کتاب

ایک مسلمان کے لیے اس بات میں شک و شبہ کی کوئی گنجائش نہیں کہ قرآن مجید مُنَزَّلٌ مِنَ اللَّهِ (اللہ کی نازل کردہ) سچی کتاب ہے کیونکہ جس پیغمبر پر یہ نازل ہوئی، وہ اللہ کا سچا اور آخری پیغمبر ہے اور اسی نے اپنی امت کو یہ بتایا کہ یہ اللہ کی طرف سے نازل ہونے والی کتاب ہے۔ پیغمبر علیہ السلام کی امت میں سے اس کے صحابہ رضی اللہ عنہم سب سے پہلے اس کتاب پر ایمان لائے، پھر انہوں نے بالاتفاق یہ بات آگے آنے والوں یعنی تابعین کو پہنچائی اور تابعین نے آگے تبع تابعین کو اور اس طرح تو اترو تسلسل کے ساتھ یہ بات ہم تک پہنچی اور اسی تو اتر کے ساتھ یہ ہم سے آگے نقل ہو رہی ہے اور تا قیامت یہ سلسلہ جاری رہے گا۔

حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے صحابہ پھر تابعین، تبع تابعین، محدثین و مفسرین، فقہاء و علماء، صلحاء و اتقیاء وغیرہ گروہ درگروہ لاکھوں کی تعداد میں بیک زبان جو بات کہتے آئے ہیں، اسے آخر بغیر کسی دلیل کے کیسے جھٹلایا جاسکتا ہے۔ جھٹلانا تو دور کی بات، اس میں تو شک بھی نہیں کیا جاسکتا.....!

یہی نہیں کہ اس کتاب کے مُنَزَّلٌ مِنَ اللَّهِ ہونے کی گواہی تو اتر کے ساتھ عادل و متقی لوگ دیتے آئے ہیں، بلکہ ایسے بہت سے ناقابل تردید دلائل بھی موجود ہیں جو اس کے منزل من اللہ ہونے کی کھلی شہادت دیتے ہیں اور ان سے صرف وہی شخص انکار کر سکتا ہے جو اسے منزل من اللہ تسلیم نہ کرنے کا پہلے ہی سے کوئی فیصلہ کیے بیٹھا ہو.....!

آئندہ سطور میں چند ایسے شواہد ذکر کیے جا رہے ہیں جو قرآن مجید کے مُنَزَّلٌ مِنَ اللَّهِ [اللہ کی طرف سے نازل شدہ] ہونے کی کھلی دلیل ہیں:

پہلی دلیل:

اس کی ایک دلیل تو خود یہ کتاب اور اس کے مندرجات ہیں۔ اس کتاب میں جا بجا یہ دعویٰ اور اعلان کیا گیا ہے کہ یہ کسی انسان کی ذہنی صلاحیتوں کا شاہکار نہیں بلکہ اللہ کی طرف سے نازل کردہ سچی اور معجزانہ کتاب ہے۔ چند قرآنی آیات ملاحظہ فرمائیں:

(۱): ﴿إِنَّا أَنْزَلْنَاهُ فِي لَيْلَةِ مُبَارَكَةٍ إِنَّا كُنَّا مُنذِرِينَ فِيهَا يُفْرَقُ كُلُّ أَمْرٍ حَكِيمٍ﴾ [سورة

الدخان: ۴، ۳]

”یقیناً ہم نے اس کتاب (قرآن) کو ایک بابرکت رات میں نازل کیا ہے اور اسی رات ہر ایک مضبوط کام کا فیصلہ کیا جاتا ہے۔“

اس آیت میں ایک تو یہ بتایا گیا کہ یہ کتاب اللہ تعالیٰ نے نازل فرمائی ہے اور دوسری یہ بات بتائی گئی ہے کہ یہ ایک بابرکت رات میں نازل کی گئی ہے اور وہ بابرکت رات کون سی تھی، اس کا جواب اگلی آیت میں یہ دیا جا رہا ہے کہ وہ لیلۃ القدر تھی جو رمضان المبارک کے آخری عشرے کی کوئی ایک رات ہے۔

(۲): ﴿إِنَّا أَنْزَلْنَاهُ فِي لَيْلَةِ الْقَدْرِ لَيْلَةُ الْقَدْرِ خَيْرٌ مِّنْ أَلْفِ شَهْرٍ﴾ [سورة القدر: ۳، ۱]

”یقیناً ہم نے اس (قرآن) کو شبِ قدر (لیلۃ القدر) میں نازل کیا ہے۔..... شبِ قدر تو ایک ہزار مہینوں (کی عبادت) سے بہتر ہے۔“

(۳): ﴿إِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّكْرَ وَإِنَّا لَهُ لَحَافِظُونَ﴾ [سورة الحجر: ۹]

”ہم ہی نے اس قرآن کو نازل کیا ہے اور ہم ہی اس کے محافظ بھی ہیں۔“

قرآن مجید کی حفاظت تو ظاہر ہے بندوں کے ذریعے ہوئی ہے مگر اس حفاظت کے لیے سازگار حالات پیدا کرنا اور بندوں کے لیے اسے محفوظ رکھنا ممکن العمل بنانا، یہ سب اللہ ہی کی مشیت سے ہے۔

دوسری دلیل:

جب اس کتاب کے مختلف حصوں کا نزول ہوا اور حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ نے لوگوں سے کہا کہ یہ اللہ کی طرف سے نازل ہونے والی کتاب ہے تو کفار نے اس پر اعتراض کرتے ہوئے کہا کہ یہ آپؐ نے خود ہی تیار کی ہے، منزل من اللہ کتاب نہیں ہے۔ ان کی یہ بات قرآن مجید میں اس طرح نقل کی گئی ہے:

﴿وَقَالَ الَّذِينَ كَفَرُوا إِنْ هَذَا إِلَّا أِفْكٌ لِآلِئِكَ بِأَنْفُسِهِمْ غَوَّاهَا وَاعْتَابَهُ عَلَيْهِ قَوْمٌ آخَرُونَ فَقَدْ جَاءُوا ظُلْمًا وَزُورًا وَقَالُوا لَأَسَاطِيرُ الْأَوَّلِينَ اكْتَتَبَهَا فَهِيَ تُمْلَىٰ عَلَيْهِ بُكْرَةً وَأَصِيلًا﴾ [سورة المرثان: ۴، ۵]

”اور کافروں نے کہا کہ یہ تو بس خود اسی کا گھڑا گھڑایا جھوٹ ہے جس پر اور لوگوں نے بھی اس کی مدد کی ہے، دراصل یہ کافر بڑے ہی ظلم اور سرتاسر جھوٹ بولنے والے ہیں۔ اور انہوں نے یہ بھی کہا کہ یہ

تو پہلے لوگوں کے افسانے ہیں جو اس نے لکھ رکھے ہیں اور یہی صبح و شام اس کے سامنے پڑھے جا رہے ہیں۔“

کفار مکہ کے اس اعتراض پر اللہ تعالیٰ نے ایک تو یہ کہا کہ

﴿ قُلْ أَنْزَلَهُ الَّذِي يَعْلَمُ السِّرَّ فِي السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ ﴾ [سورة الفرقان: ۶]

”(اے نبی!) آپ کہہ دیجیے کہ یہ تو اس اللہ نے نازل کی ہے جو آسمان و زمین کی تمام پوشیدہ باتوں کو جانتا ہے۔“

اور دوسرا یہ کہ انہیں یہ چیلنج کیا کہ اگر یہ کتاب محمد ﷺ کی تیار کردہ ہے تو پھر اس جیسی کتاب تم بھی تیار کر دکھاؤ، مگر اس چیلنج کا وہ کوئی جواب نہ دے سکے۔ اس سلسلہ میں کفار کو چار طرح کا چیلنج دیا گیا:

(۱)..... ایک تو یہ کہ اگر یہ اللہ کی نازل کردہ نہیں بلکہ انسانی تصنیف ہے تو پھر تمام انسان جمع ہو کر اس جیسا قرآن بنا لائیں، اور اپنی مدد کے لیے اگر چاہیں تو جنات کو بھی ساتھ ملا لیں۔ ساتھ ہی انہیں پیشگی طور پر یہ بھی بتا دیا گیا کہ اگر وہ ایسا کرنا چاہیں بھی تو ایسا نہیں کر سکتے، چنانچہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿ قُلْ لَئِنِ اجْتَمَعَتِ الْإِنْسُ وَالْجِنُّ عَلَىٰ أَنْ يَأْتُوا بِمِثْلِ هَذَا الْقُرْآنِ لَا يَأْتُونَ بِمِثْلِهِ وَلَوْ كَانَ بَعْضُهُمْ لِبَعْضٍ ظَهِيرًا ﴾ [سورة الاسراء: ۸۸]

”(اے نبی!) آپ کہہ دیجیے کہ اگر تمام انسان اور جنات مل کر اس قرآن کے مثل لانا چاہیں تو ان سب سے اس کے مثل لانا ناممکن ہے، خواہ وہ (آپس میں) ایک دوسرے کے مددگار بھی بن جائیں۔“

(۲)..... اس سلسلہ میں کفار مکہ کو دوسرا چیلنج یہ دیا گیا کہ پورا قرآن تو دور کی بات ہے، تم صرف دس سورتیں ہی اس جیسی بنا لاؤ، مگر وہ اس چیلنج کا بھی جواب نہ دے سکے، ارشاد ہوتا ہے:

﴿ أَمْ يَقُولُونَ افْتَرَاهُ قُلْ فَأْتُوا بِعَشْرِ سُوْرٍ مِثْلِهِ مُفْتَرِيَاتٍ وَادْعُوا مَنْ اسْتَطَعْتُمْ مِنْ دُونِ اللَّهِ إِنْ كُنْتُمْ صَادِقِينَ فَإِنْ لَمْ يَسْتَجِيبُوا لَكُمْ فَاعْلَمُوا أَنَّمَا أَنْزَلَ بِعِلْمِ اللَّهِ ﴾ [سورة هود: ۱۳]

”کیا یہ کہتے ہیں کہ اس قرآن کو (خود) اس (پیغمبر) نے گھڑا ہے۔ جواب دیجیے کہ پھر تم بھی اسی کے مثل دس سورتیں گھڑی ہوئی لے آؤ اور اللہ کے سوا جسے چاہو، اپنے ساتھ بلا لو اگر تم سچے ہو۔“

(۳)..... اس سلسلہ میں تیسرا چیلنج یہ دیا گیا کہ دس سورتیں چھوڑو، تم صرف ایک سورت ہی اس جیسی بنا لاؤ،

مگر تاریخ شاہد ہے کہ وہ اس چیلنج کا بھی جواب نہ دے سکے، جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

(۱): ﴿وَإِنْ كُنْتُمْ فِي رَيْبٍ مِّمَّا أَنْزَلْنَا عَلَىٰ عَبْدِنَا فَأْتُوا بِسُورَةٍ مِثْلِهِ وَادْعُوا شُهَدَاءَكُمْ مِمَّنْ دُونِ اللَّهِ إِنْ كُنْتُمْ صَادِقِينَ فَإِنْ لَمْ تَفْعَلُوا وَلَنْ تَفْعَلُوا فَاتَّقُوا النَّارَ الَّتِي وَقُودُهَا النَّاسُ وَالْحِجَارَةُ أُعِدَّتْ لِلْكَافِرِينَ﴾ [سورة البقرة: ۲۳، ۲۴]

”ہم نے جو کچھ اپنے بندے (محمدؐ) پر نازل کیا ہے، اس میں اگر تمہیں شک ہو اور تم سچے ہو تو اس جیسی ایک سورت تم بنا لاؤ۔ تمہیں اختیار ہے کہ اللہ تعالیٰ کے سوا اپنے مددگاروں کو بھی بلا لو۔ پس اگر تم نے یہ نہ کیا اور تم ہرگز نہیں کر سکتے، تو (اسے سچا مان کر) اس آگ سے بچو جس کا ایندھن انسان اور پتھر ہیں اور جو کافروں کے لیے تیار کی گئی ہے۔“

(۲): ﴿وَمَا كَانَ هَذَا الْقُرْآنُ أَنْ يُفْتَرَىٰ مِنْ دُونِ اللَّهِ وَلَكِنْ تَصْدِيقَ الَّذِي بَيْنَ يَدَيْهِ وَتَفْصِيلَ الْكِتَابِ لَا رَيْبَ فِيهِ مِنْ رَبِّ الْعَالَمِينَ أَمْ يَقُولُونَ افْتَرَاهُ قُلْ فَأْتُوا بِسُورَةٍ مِثْلِهِ وَادْعُوا مَنِ اسْتَطَعْتُمْ مِمَّنْ دُونِ اللَّهِ إِنْ كُنْتُمْ صَادِقِينَ بَلْ كَذَّبُوا بِمَا لَمْ يُحِطُوا بِعِلْمِهِ وَلَمَّا يَا نِهِمْ تَأْوِيلَهُ كَذَلِكَ كَذَّبَ الَّذِينَ مِنْ قَبْلِهِمْ فَانظُرْ كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الظَّالِمِينَ﴾ [سورة يونس: ۳۷ تا ۳۹]

”اور یہ قرآن ایسا نہیں کہ اسے اللہ (کی وحی) کے بغیر (از خود) گھڑ لیا جائے بلکہ یہ تو (ان کتابوں کی) تصدیق کرنے والا ہے جو اس سے پہلے نازل ہو چکی ہیں اور (احکام ضروریہ) کی تفصیل بیان کرنے والا ہے۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ یہ رب العالمین کی طرف سے ہے۔ کیا یہ لوگ یوں کہتے ہیں کہ آپ نے اس کو گھڑ لیا ہے؟ آپ کہہ دیجیے کہ تو پھر تم اس کے مثل ایک ہی سورت بنا لاؤ اور جن جن غیر اللہ کو بلا سکو، بلا لو اگر تم سچے ہو۔ بلکہ یہ (کفار) ایسی چیز کی تکذیب کرنے لگے ہیں جس کو اپنے احاطہ علمی میں نہیں لاسکے اور تا حال ان کو اس کا اخیر نتیجہ نہیں ملا۔ جو لوگ ان سے پہلے ہوئے ہیں اسی طرح انہوں نے بھی جھٹلایا تھا، پس دیکھ لیجیے کہ ان ظالموں کا انجام کیسا ہوا۔“

(۳)..... اس سلسلہ میں چوتھا چیلنج یہ دیا گیا کہ قرآن مجید کے کسی ایک جملے، محاورے، یا مقولے کے پائے کا کوئی جملہ، محاورہ یا مقولہ لے آؤ، مگر وہ اس چیلنج کا بھی جواب نہ دے سکے، ارشاد ہوتا ہے:

﴿أَمْ يَقُولُونَ نَقُولُهُ بَلْ لَّا يُوقِنُونَ فَلْيَأْتُوا بِحَدِيثٍ مِثْلِهِ إِنْ كَانُوا صَادِقِينَ﴾

”کیا یہ کہتے ہیں کہ اس نبیؐ نے (قرآن) خود گھڑ لیا ہے، حقیقت یہ ہے کہ یہ ایمان نہیں لاتے۔ اچھا! اگر یہ سچے ہیں تو بھلا اس جیسی ایک (ہی) بات (مقولہ) یہ بھی لے آئیں۔“ [سورۃ الطور: ۳۳، ۳۴]

یہ اس دور کی بات ہے جب عرب کے بڑے بڑے شعراء، فصحاء اور ماہر لغت زندہ تھے اور اس واقعہ کو آج چودہ صدیاں بیت گئیں مگر مادی و علمی ترقی کے باوجود آج تک قرآن مجید کے اس چیلنج کا کوئی قوم جواب نہ دے سکی اور نہ رہتی دنیا تک کوئی اس کا جواب دے سکتا ہے۔ یہی قرآن مجید کا وہ اعجاز ہے جو اس کے سچا اور منزل من اللہ ہونے کا کھلا ثبوت ہے، اس لیے نبی کریم ﷺ نے قرآن مجید کو اپنا اہم ترین معجزہ کہا ہے، چنانچہ آپ ﷺ فرماتے ہیں کہ

((مَسَمِّنَ الْآبِيَاءِ نَبِيًّا إِلَّا أُعْطِيَ مِنَ الْآيَاتِ مَا مِثْلُهُ أَمَّنْ عَلَيْهِ الْبَشَرُ وَأَمَّا سَكَّانَ الذِّئِي أُوَيْبِنَةُ وَحَبِيبًا أَوْ حَاهُ اللَّهُ إِلَيَّ فَارْجُو أَنْ أَكُونَ أَكْثَرَهُمْ تَابِعًا يَوْمَ الْقِيَامَةِ))^(۱)

”ہر نبی کو (اللہ تعالیٰ کی طرف سے) ایسے ایسے معجزات عطا کئے گئے کہ (انہیں دیکھ کر) لوگ ان پر ایمان لائے (اور ان کے بعد کے ادوار میں ان کا کوئی اثر نہ رہا) جبکہ مجھے جو معجزہ دیا گیا ہے، وہ وحی (قرآن) ہے جو اللہ تعالیٰ نے مجھ پر نازل کی ہے (اور اس کا اثر تا قیامت باقی رہے گا) اس لیے مجھے امید ہے کہ قیامت کے دن میرے تابع فرمان لوگ دوسرے پیغمبروں کے تابع فرمانوں سے زیادہ ہوں گے۔“

گزشتہ انبیاء کے معجزات وقت گزرنے کے بعد تاریخ کا حصہ بن گئے اور بعد میں ان کی حیثیت افسانے اور تاریخی کہانی کی طرح ہو کر رہ گئی جبکہ قرآن مجید رہتی دنیا تک ایک زندہ معجزہ رہے گا۔ یہی وجہ ہے کہ آج بھی قرآن مجید کے معجزانہ نکات سے متاثر ہو کر لوگ مسلمان ہوتے رہتے ہیں۔

ایک اعتراض کا جواب:

بعض غیر مسلم قرآن مجید پر اعتراض کرتے ہوئے اسے اللہ کی نازل کردہ کتاب کی بجائے حضرت محمد ﷺ کی تصنیف قرار دیتے ہیں۔ یہ اعتراض نیا نہیں۔ نزول قرآن کے زمانہ میں بھی بعض کفار یہ اعتراض کیا کرتے تھے۔ اس کے جواب میں جہاں اللہ تعالیٰ نے یہ کہا کہ اگر یہ محمد ﷺ کی تصنیف ہے تو پھر تم بھی اس جیسی اور اس کے ہم پلہ تصنیف پیش کرو اور وہ ایسا نہ کر سکتے، وہاں یہ بھی کہا گیا کہ اگر ہمارا یہ پیغمبر ہماری

(۱) [صحیح بخاری، کتاب فضائل القرآن، باب کیف نزل الوحي واول ما نزل (ح- ۴۹۸۱)]

طرف سے نازل کی جانے والی اس کتاب میں اپنی طرف سے کوئی بات بنا کر ہماری طرف منسوب کر دیتا تو ہم اسے فوراً ہلاک کر دیتے، ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿وَمَا هُوَ بِقَوْلِ شَاعِرٍ قَلِيلًا مَّا تُؤْمِنُونَ وَلَا بِقَوْلِ كَاهِنٍ قَلِيلًا مَّا تَدَّكُرُونَ بَلْ نَزَّلَ مِنْ رَبِّ الْعَالَمِينَ وَلَوْ تَقَوَّلَ عَلَيْنَا بَعْضَ الْأَقَاوِيلِ لَأَخَذْنَا مِنْهُ بِالْيَمِينِ ثُمَّ لَقَطَعْنَا مِنْهُ الْوَتِينَ فَمَا مِنْكُمْ مِنْ أَحَدٍ عَنْهُ حَاجِزِينَ﴾ [سورة الحاقة: ۱ تا ۴۷]

”یہ (قرآن) کسی شاعر کا قول نہیں، (افسوس) تمہیں بہت کم یقین ہے۔ اور نہ یہ کسی کاہن کا قول ہے (افسوس) تم بہت کم نصیحت لے رہے ہو۔ (یہ تو) رب العالمین کا اتارا ہوا ہے۔ اور اگر یہ (پیغمبر) ہم پر کوئی بھی بات بنا لیتا تو ہم اس کا داہنا ہاتھ پکڑ لیتے، پھر اس کی شہ رگ کاٹ دیتے۔ پھر تم میں سے کوئی بھی اس سے روکنے (بچانے) والا نہ ہوتا۔“

اللہ تعالیٰ کو جب اتنی بات بھی گوارا نہ تھی کہ پیغمبر اس کتاب میں اپنی طرف سے کوئی بات یا جملہ بڑھادے تو پھر یہ کیسے ممکن ہے کہ پوری کتاب پیغمبر از خود گھڑ کر اسے اللہ کی طرف منسوب کر دے اور اللہ تعالیٰ اس پر خاموش رہے۔

علاوہ ازیں اس اعتراض کو رفع کرنے کے لیے اللہ تعالیٰ نے انہیں یہ چیلنج بھی دیا کہ اگر یہ محمد ﷺ کی ذاتی تصنیف ہے تو تم بھی اس جیسی اور اس کے ہم پلہ کوئی تصنیف پیش کر دکھاؤ مگر وہ کوشش کے باوجود عاجز آگئے حالانکہ انسانی تاریخ میں قرآن سے پہلے یا اس کے بعد ہمیں ایک مثال بھی ایسی نہیں ملتی کہ کسی انسانی تصنیف کے بارے میں یہ دعویٰ کیا گیا ہو کہ اس کے ہم پلہ کتاب کوئی اور انسان نہیں لکھ سکتا حتیٰ کہ کسی بڑے سے بڑے مصنف نے بھی اپنی کسی تصنیف کے بارے میں ایسا دعویٰ نہیں کیا۔ اگر بالفرض تکبر اور غرور میں آ کر کوئی مصنف اپنی کسی تصنیف کے بارے میں ایسا کوئی دعویٰ کر بیٹھے تو ہم جانتے ہیں کہ علمی دنیا میں اس دعوے کی کوئی وقعت نہیں ہوتی۔

تیسری دلیل:

قرآن مجید کے سچا اور منزل من اللہ ہونے کی ایک اور دلیل یہ ہے کہ اس میں جتنی پیش گوئیاں مذکور ہیں، ان میں سے کوئی ایک بھی غلط یا خلاف واقعہ ثابت نہیں ہوئی۔ اگر یہ کتاب، اللہ کی طرف سے نہ ہوتی تو یقیناً انسانی پیش گوئیوں کی طرح اس کی بھی بہت سی پیش گوئیاں جھوٹی ثابت ہوتیں۔ مگر یہ ناقابل تردید حقیقت

ہے کہ قرآن مجید کی جس پیش گوئی کا وقت آیا وہ حرف بہ حرف سچ ثابت ہوئی، مثال کے طور پر ذیل میں ایک قرآنی پیش گوئی کا مطالعہ کریں جو نزول قرآن کے ابتدائی دور میں کی گئی اور چند ہی سالوں میں وہ حرف بحرف درست ثابت ہوئی:

جزیرہ نما عرب کے مشرق و مغرب میں دو بڑی طاقتیں تھیں ایک فارس (یعنی ایران) کی اور دوسری روم کی۔ ایرانی آتش پرست اور مجوسی ہونے کی وجہ سے سخت مشرک تھے جبکہ رومی عیسائی ہونے کی وجہ سے اہل کتاب تھے۔ یہ دونوں طاقتیں آپس میں نبرد آزار مارتی تھیں۔ نزول قرآن کے دور میں ایرانی بہت زیادہ طاقتور ہو چکے تھے اور انہوں نے رومیوں کو عبرتناک شکست دے کے ان کے تمام اہم علاقوں پر قبضہ جمایا تھا۔ ایرانیوں کی اس فتح اور رومیوں کی شکست پر قرآن مجید میں یہ پیش گوئی کی گئی:

﴿الْمَغْلَبَتِ الرُّومِ فِي أَدْنَى الْأَرْضِ وَهُمْ مِنْ بَعْدِ غَلَبِهِمْ سَيَغْلِبُونَ فِي بَعْضِ سِنِينَ﴾ [سورۃ الروم: ۱ تا ۴]

”ا۔ ل۔ م۔ رومی قریب کی زمین میں مغلوب ہو گئے ہیں اور اپنی اس مغلوبیت کے بعد چند سال کے اندر وہ غالب ہو جائیں گے۔“

ان آیات میں پوری صراحت کے ساتھ یہ پیش گوئی کی گئی کہ رومی مغلوبیت کے باوجود چند ہی سالوں میں غالب آ جائیں گے۔ جس وقت یہ آیات نازل ہوئیں، اس وقت بظاہر حالات و اسباب ایرانیوں کے حق میں تھے اور رومیوں کے غالب آ جانے کے دور دور تک کوئی آثار نہ تھے، پھر ایرانیوں کے مشرک ہونے کی وجہ سے کفار مکہ کی ہمدردیاں بھی فطرتی طور پر ان کے ساتھ ہی تھیں، چنانچہ کفار مکہ نے قرآن مجید کی ان آیات پر مسلمانوں کا خوب مذاق اڑایا۔ مگر تاریخ شاہد ہے کہ ان آیات کے چند سالوں کے بعد رومی غالب آ گئے اور قرآن مجید کی یہ پیش گوئی حرف بحرف سچ ثابت ہوئی۔

قرآن مجید کی اس واضح ترین پیش گوئی سے یہ شبہ نہیں ہونا چاہیے کہ ایسی پیش گوئیاں تو نجومی اور کابھن وغیرہ بھی کرتے رہتے ہیں اور بعض اوقات ان کی پیش گوئیاں بھی درست ثابت ہوتی ہیں۔ اس بات کی کوئی وقعت نہیں۔ اول تو اس لیے کہ ان نجومیوں کی پیش گوئیاں مبہم اور غیر واضح ہوتی ہیں تاکہ ان کے غلط ثابت ہونے پر وہ جھوٹے قرار نہ دیے جا سکیں بلکہ یہ اپنے لیے ایسے چور دروازے کھلے رکھتے ہیں کہ وقت آنے پر اپنی پیش گوئی کو بدل سکیں۔

دوسری بات یہ ہے کہ نجومی وغیرہ ان چیزوں کی پیش گوئیاں کرتے ہیں جن کے بارے میں زمینی قرآن، حالات اور واقعات وغیرہ ان کے موافق موجود ہوں۔ ظاہر ہے قرآن کی مدد سے کیا گیا اندازہ عام طور پر قوی ثابت ہوتا ہے جبکہ قرآن مجید نے جس وقت یہ پیش گوئی کی تھی، اس وقت زمینی حقائق مکمل طور پر اس پیش گوئی کے خلاف تھے مگر اس کے باوجود قرآن مجید کی پیش گوئی سچ ثابت ہوئی۔

تیسری بات یہ ہے کہ عالموں، نجومیوں کی طرف سے کی جانے والی پیش گوئیوں کا اگر صحیح ریکارڈ جمع کیا جائے تو ان کی بیشتر پیش گوئیاں غلط نکلتی ہیں جبکہ قرآن مجید اور نبی کریم ﷺ کی لسان مبارک سے کی گئی ایک پیش گوئی بھی آج تک غلط ثابت نہیں ہوئی۔ [دیکھیے ہماری کتاب: چش گوئیوں کی حقیقت اور ان کی تعبیر]

چوتھی دلیل:

قرآن مجید کے منزل من اللہ اور سچے ہونے کی ایک اور دلیل یہ ہے کہ اس میں جتنی معلومات، خبریں اور علمی و سائنسی باتیں بیان ہوئی ہیں، وہ سب سچی اور شک و شبہ سے بالاتر ہیں اور آج بھی سائنس و ٹیکنالوجی کی اس قدر ترقی کے باوجود قرآن مجید کی کوئی خبر، کوئی بیان، کوئی علمی نکتہ غلط ثابت نہیں ہو سکا اور نہ ہو سکے گا، اس لیے کہ یہ کتاب اس ذات کی طرف سے نازل کردہ ہے جو اس ساری کائنات کی تہا خالق و مالک ہے اور اگر کائنات کا خالق و مالک اپنی پیدا کی ہوئی کائنات کے بارے میں خود کوئی بات کہہ دے، تو وہ آخر غلط کیسے ہو سکتی ہے.....!

اس حقیقت سے بھی ہم، نجومی آگاہ ہیں کہ وقت کے ساتھ جیسے جیسے انسان کا علم، مشاہدہ اور تجربہ وسیع ہوتا گیا، ویسے ویسے انسانی تاریخ کے ہزاروں عقائد و نظریات اور تصورات و خیالات بدلتے چلے گئے۔ بہت سی ایسی باتیں جنہیں کبھی مسلمہ حیثیت حاصل تھی، علمی پیش رفت نے انہیں جہالت و فرسودگی اور گمراہی سے تعبیر کیا۔ سائنس و ٹیکنالوجی کے اس دور میں بھی تحقیق و تجربہ کی بنیاد پر سائنسی نظریات میں رائے کی تبدیلی کا عمل جاری ہے، مگر چودہ صدیاں پیشتر نازل ہونے والی اس کتاب کی کوئی بات، کوئی پیغام، اور کوئی فکر نہ آج تک تبدیل ہوئی اور نہ ہی وہ کسی طرح کی تبدیلی کی محتاج معلوم ہوتی ہے.....!

قرآن مجید نے آج سے چودہ صدیاں پیشتر رحم مادر میں بچے کے تخلیقی مراحل کی نشاندہی کی حالانکہ اس وقت اس موضوع پر سوچنے سمجھنے کی صلاحیت سے بھی لوگ عاری تھے۔ جب کہ میڈیکل سائنس کی ترقی نے

آج قرآن مجید کے اس بیان کی پوری تصدیق کر دی ہے۔ یہ ایک مثال ہے، اسی پر قرآن مجید کے دیگر سائنسی اور مشاہداتی بیانات کو قیاس کیا جاسکتا ہے۔ اگر بالفرض قرآن مجید کے کسی بیان کو آج کی سائنس خلاف حقیقت سمجھتی ہے تو اس کا یہ مطلب نہیں کہ فی الواقع وہ خلاف حقیقت ہے اور سائنسی تحقیق ہی حرفِ آخر ہے، نہیں! بلکہ اللہ کی کہی ہوئی بات ہی حرفِ آخر ہے بشرطیکہ اس کا وہی مفہوم درست اور منشاءِ خداندی کے مطابق ہو جو قرآن مجید سے ہمیں سمجھ آ رہا ہے جبکہ اس کے خلاف ہر سائنسی تحقیق کے بارے میں ہم بے خوف تردید یہی کہیں گے کہ ابھی وہ تحقیق کامیابی سے ہمکنار نہیں ہوئی اور اس میں کہیں نہ کہیں نقص باقی ہے، ورنہ وہ کائنات کے خالق و مالک کے کلام (قرآن) کے خلاف نہ ہوتی۔

ڈاکٹر مورلیس بوکائیے کی تحقیق اور قبولِ اسلام:

یہاں ایک مشہور مغربی مصنف ڈاکٹر مورلیس بوکائیے کا تذکرہ بھی مفید ہے۔ ڈاکٹر محمود احمد غازی (سابق وفاقی وزیر برائے مذہبی امور، نائب صدر: انٹرنیشنل اسلامک یونیورسٹی، اسلام آباد) انکے بارے فرماتے ہیں:

”مورلیس بوکائیے فرانس کے نو مسلم عالم ہیں، پیشہ کے اعتبار سے میڈیکل ڈاکٹر ہیں۔ ایک زمانہ میں فرانس کی میڈیکل ایسوسی ایشن کے صدر تھے۔ وہ شاہ فیصل مرحوم کے ذاتی معالج تھے۔ میری ان سے ملاقات ہوئی ہے۔ انہوں نے خود مجھ سے یہ واقعہ بیان کیا ہے کہ انہیں ایک مرتبہ شاہ فیصل کا طبی معائنہ کرنے کے لیے پیرس سے بلایا گیا۔ وہ ایک ہوٹل میں قیام پذیر تھے۔ اس دوران میں انہوں نے وہاں قرآن پاک کا ایک نسخہ رکھا، ہوا دیکھا۔ سرسری ورق گردانی کی تو پتہ چلا کہ قرآن مجید میں کچھ بیانات سائنسی نوعیت کے بھی ہیں۔ انہوں نے وہ تمام بیانات اپنے پاس نوٹ کر لیے۔ اس وقت ان کا کوئی ارادہ اسلام قبول کرنے کا نہ تھا۔ پھر جب وہ پیرس واپس گئے تو انہوں نے بائبل سے بھی اس قسم کے تمام بیانات نوٹ کر لیے جو سائنسی نوعیت کے تھے۔ بعد ازاں ان سب بیانات کا تقابلی مطالعہ کیا تو دیکھا کہ قرآن مجید کے تمام بیانات سو فیصد درست تھے اور بائبل کے تمام بیانات سو فیصد غلط۔ یوں ان کو اسلام اور قرآن سے دلچسپی پیدا ہو گئی، چنانچہ انہوں نے اسلام کا مطالعہ جاری رکھا، بالآخر انہوں نے اسلام قبول کر لیا۔ اس دوران انہوں نے ایک کتاب بھی تصنیف کی: ”بائبل، قرآن اور سائنس“^(۱)

اس کتاب میں مورلیس بوکائیے نے بائبل اور قرآن دونوں کے بہت سے سائنسی بیانات کا جدید سائنسی

(۱) [محاضرات قرآنی، از محمود احمد غازی (ص ۴۴) الفیصل ناشران و تاجران کتب لاہور]

حقائق کے ساتھ موازنہ کیا ہے اور کتاب کے مقدمہ میں بطور نتیجہ یا خلاصہ جو کچھ کہا ہے، وہ خود انہی کی زبانی ملاحظہ فرمائیے:

”قرآن کریم میں مقدس بائبل سے کہیں زیادہ سائنسی دلچسپی کے مضامین زیر بحث آئے ہیں۔ بائبل میں یہ بیانات محدود تعداد میں ہیں لیکن سائنس سے متباہن ہیں، اس کے برخلاف قرآن میں بکثرت مضامین سائنسی نوعیت کے ہیں۔ اس لیے دونوں میں کوئی مقابلہ نہیں۔ مؤخر الذکر میں کوئی بھی بیان ایسا نہیں جو سائنسی نقطہ نظر سے متصادم ہوتا ہو۔ یہ بنیادی حقیقت ہے جو ہمارے جائزہ لینے سے ابھر کر سامنے آئی ہے۔“ (۱)

مورس بوکائیے مزید رقم طراز ہیں:

”جب میں نے پہلے پہل قرآنی وحی و تنزیل کا جائزہ لیا تو میرا نقطہ نظر کلیتاً معروضی تھا۔ پہلے سے کوئی سوچا سمجھا منصوبہ نہ تھا۔ میں یہ دیکھنا چاہتا تھا کہ قرآنی متن اور جدید سائنس کی معلومات کے مابین کس درجہ مطابقت ہے۔ تراجم سے مجھے پتہ چلا کہ قرآن ہر طرح کے قدرتی حوادث کا اکثر اشارہ کرتا ہے لیکن اس مطالعہ سے مجھے مختصر سی معلومات حاصل ہوئیں۔ جب میں نے گہری نظر سے عربی زبان میں اس کے متن کا مطالعہ کیا اور ایک فہرست تیار کی تو مجھے اس کام کو مکمل کرنے کے بعد اس شہادت کا اقرار کرنا پڑا جو میرے سامنے تھی کہ قرآن میں ایک بھی بیان ایسا نہیں ملا جس پر جدید سائنس کے نقطہ نظر سے حرف گیری کی جاسکے۔ اس معیار کو میں نے عہد نامہ قدیم اور اناجیل کے لیے آزما یا اور ہمیشہ ہی معروضی نقطہ نظر قائم رکھا۔ اول الذکر میں مجھے پہلی کتاب آفرینش سے آگے نہیں جانا پڑا اور ایسے بیانات مل گئے جو جدید سائنس کے مسلمہ حقائق سے کلی طور پر عدم مطابقت رکھتے تھے۔ اناجیل کو شروع کرتے ہی فوری طور پر ایک سنجیدہ مسئلہ سے سابقہ پڑا ہے۔ پہلے ہی صفحہ پر ہمیں حضرت عیسیٰؑ کا نسب نامہ ملتا ہے لیکن اس موضوع سے متعلق متنی کا متن واضح طور پر لوقا کے متن سے مختلف ہے۔ ایک اور مسئلہ اس لحاظ سے بھی سامنے آیا کہ مؤخر الذکر میں کرہ ارض پر انسان کی قدامت سے متعلق معلومات جدید (سائنسی) معلومات سے متباہن ہیں۔“ (۲)

(۱) [بائبل، قرآن اور سائنس، از مورس بوکائیے (ص ۲۰) ترجمہ از ثناء الحق صدیقی، آواز اشاعت گجھر، لاہور]

(۲) [ایضاً (ص ۲۱، ۲۲)]

پانچویں دلیل:

قرآن مجید ایک ضخیم و مفصل کتاب ہے۔ اس میں ماضی و مستقبل کے بہت سے واقعات بیان ہوئے ہیں۔ مادی دنیا کے بہت سے ایسے حقائق سے بھی اس کتاب نے پردہ اٹھایا ہے جس کا تصور بھی اس کے دور نزول میں محال تھا۔ پھر مابعد الطبعی امور میں بھی اس نے ہر طرح سے کلام کیا ہے۔ پھر ایک مضمون کو اس نے بے شمار جگہ دہرایا ہے۔ کہیں اجمال ہے تو کہیں تفصیل، کہیں ایک پہلو پر زور دیا گیا ہے تو کہیں دوسرے پر۔ مگر اس کے باوجود قرآن مجید کے کسی بیان یا خبر میں ہمیں نہ تضاد نظر آتا ہے اور نہ اختلاف۔ اگر ان سب موضوعات پر کوئی انسان کلام کرتا تو یقیناً اس کے کلام میں جہاں خلاف حقیقت بیانات ملتے، وہاں بہت سے امور میں تعارض و تناقض بھی دکھائی دیتا، اسی لیے قرآن مجید کے بارے اللہ تعالیٰ نے یہ بات ارشاد فرمائی کہ

﴿أَفَلَا يَتَذَكَّرُونَ الْقُرْآنَ وَلَوْ كَانُوا مِنْ عِنْدِ غَيْرِ اللَّهِ لَوَجَدُوا فِيهَا اخْتِلَافًا كَثِيرًا﴾ [سورة

النساء: ۸۲]

”یہ لوگ قرآن پر غور و فکر کیوں نہیں کرتے، اگر یہ اللہ کے علاوہ کسی اور کی طرف سے ہوتا تو یہ ضرور اس میں بہت زیادہ اختلاف (تناقض و تعارض) پاتے۔“



[2]....اللہ کی نازل کردہ آخری کتاب ہدایت

جس طرح حضرت محمد ﷺ اللہ کے آخری رسول ہیں، اسی طرح آپ پر نازل ہونے والی کتاب قرآن مجید بھی اللہ کی آخری کتاب ہے۔ اب قیامت تک نہ کوئی نیا نبی اور رسول آئے گا اور نہ ہی کوئی نئی کتاب نازل کی جائے گی۔ اب اللہ کے رسول ﷺ کے فرامین اور قرآن مجید کی تعلیمات پر عمل کرنا ہی باعث نجات ہے۔ چنانچہ قرآن مجید میں دو ٹوک یہ بات بیان کی گئی کہ جو کچھ محمد ﷺ پر نازل کیا گیا ہے، اب وہی حق ہے، ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿وَأَمِنُوا بِمَا نَزَّلَ عَلَىٰ مُحَمَّدٍ وَهُوَ الْحَقُّ مِنْ رَبِّهِمْ﴾ [سورۃ محمدہ: ۲]

”اور جو لوگ اس چیز پر ایمان لائے جو محمد پر نازل کی گئی ہے، اور دراصل ان کے رب کی طرف سے (اب) سچا دین بھی وہی ہے۔“ (جو محمد پر نازل کیا گیا ہے)

اس بات میں کوئی شک نہیں کہ اللہ کے نبیوں پر جو دین نازل ہوتا وہی حق قرار پاتا مگر جب اللہ نے اپنے آخری نبی کو مبعوث فرما دیا تو پہلے نبیوں پر نازل ہونے والے دین و شریعت کی ضرورت کو ختم کر دیا بلکہ ایسے حالات پیدا فرمادے کہ سابقہ ادیان اپنی اصل شکل و صورت میں باقی ہی نہ رہے اور اس میں اللہ کی یہ حکمت کارفرما تھی کہ اب اس دین و شریعت کی پیروی کی جائے جو آخری پیغمبر پر آخری دین کی حیثیت سے نازل کیا گیا ہے۔

اس سلسلہ میں درج ذیل روایت میں جو کچھ بیان ہوا ہے، وہ قابل غور ہے:

((عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ قَالَ قَالَ أَنَا سَمِعْتُ أَحَادِيثَ مِنْ يَهُودَ تُعْجِبُنَا أَفْتَرَىٰ أَنْ نَكْتُبَ بَعْضَهَا فَقَالَ: أَمْتَهُوْكُمْ أَنْتُمْ كَمَا تَهْتَهُوْكُمْ الْيَهُودُ وَالنَّصَارَىٰ جِئْتُمْ بِهَا بَيْضًا نَقِيَّةً وَلَوْ كَانَ مَوْسَىٰ حَيًّا مَا وَسِعَتْهُ إِلَّا التَّبَاعِي))

”حضرت جابر سے مروی ہے کہ حضرت عمرؓ نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا کہ ہم یہودیوں سے (ان کے دین کی) باتیں سنتے ہیں، جو ہمیں اچھی لگتی ہیں۔ اگر آپ اجازت دیں تو ہم

ان کی بعض باتیں لکھ لیا کریں؟ تو آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: کیا تم (اپنے دین کے ساتھ) اس طرح لاپرواہی کرنا چاہتے ہو جس طرح یہود و نصاریٰ نے (اپنے دین کے بارے) لاپرواہی کا اظہار کیا تھا جبکہ میں تمہارے پاس ایک واضح اور صاف ستھری شریعت لے کر آیا ہوں۔ اگر آج موسیٰ علیہ السلام بھی زندہ ہوتے تو میری پیروی کیے بغیر ان کے لیے بھی کوئی چارہ کار نہ ہوتا۔“ (۱)

درج ذیل روایت میں یہی بات ذرا تفصیل سے اس طرح بیان ہوئی ہے:

((عن جابر ان عمر بن الخطاب أتى رسولَ الله ﷺ بنسخة من التوراة فقال يا رسولَ الله! هذه نسخة من التوراة فسكت فجعل يقرأ ووجه رسولِ الله ﷺ يغير فقال أبو بكر: تكلمتكَ الشواكل ما ترى ما يوجه رسولَ الله ﷺ فنظر عمر إلى وجه رسولِ الله ﷺ فقال أعوذ بالله من غضبِ الله وغضبِ رسوله ﷺ رضينا بالله رباً وبالإسلام ديناً وبمحمد نبياً فقال رسولُ الله ﷺ: والذي نفس محمد بيده لو بدنا لكم موسى فاتبعتموه وتركتموني لضللتكم عن سواه السبيل ولو كان حياً وأدرك نبوتى لأتبعن))

”حضرت جابرؓ سے روایت ہے کہ ایک مرتبہ حضرت عمرؓ کہیں سے تورات کا کوئی نسخہ لے کر اللہ کے رسول ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا، اے اللہ کے رسول! یہ تورات ہے۔ آپ ﷺ خاموش رہے مگر حضرت عمرؓ نے اسے پڑھنا شروع کر دیا، تو اللہ کے رسول ﷺ کا چہرہ مبارک (غصے سے) بدلنے لگا۔ حضرت ابو بکرؓ نے یہ دیکھتے ہوئے (کہا اے عمر! گم کرنے والیاں تمہیں گم پائیں، کیا تم نے اللہ کے رسول ﷺ کا چہرہ مبارک نہیں دیکھا؟! حضرت عمرؓ نے اللہ کے رسول ﷺ کے چہرہ مبارک کی طرف دیکھا تو فوراً کہا: میں اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے غصے سے اللہ کی پناہ مانگتا ہوں، میں اللہ کے رب ہونے پر، اسلام کے دین ہونے پر اور محمد ﷺ کے نبی ہونے پر راضی ہوں۔ اس کے بعد آنحضرت ﷺ نے ارشاد فرمایا: اس ذات کی قسم! جس کے ہاتھ میں محمد ﷺ کی جان ہے، اگر آج موسیٰ علیہ السلام تشریف لے آئیں اور تم لوگ مجھے چھوڑ کر ان کی پیروی شروع کر دو، تو سیدھی راہ سے بھٹک جاؤ گے جبکہ موسیٰ علیہ السلام اگر زندہ ہوتے اور میری نبوت کا زمانہ پاتے، تو وہ بھی میری ہی اتباع کرتے۔“ (۲)

(۱) [مسند احمد (ج ۳ ص ۸۳) بیہقی، باب فی الایمان بالقرآن وسائر الکتب المنزلة (ج ۱ ص ۱۹۹ - ۱۷۶)]

(۲) [سنن دارمی، المقدمة، باب ما یبقی من تفسیر حدیث النبی ﷺ - ارواء الغلیل (۶/۳۸۳) مشکوٰۃ (ج ۱ ص ۱۹۴)]

حضرت موسیٰ علیہ السلام بھی اللہ کے سچے رسول تھے مگر جب اللہ تعالیٰ نے حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کو اپنا آخری رسول بنا کر مبعوث فرمادیا تو آپ کے آجانے کے بعد سابقہ تمام شریعتوں کی ضرورت کو ختم فرمادیا کیونکہ اللہ نے آپ کو ایک جامع اور کامل شریعت عطا فرمائی پھر تاقیامت اس کی حفاظت کی ذمہ داری بھی اٹھائی۔ اس لیے ہدایت و رہنمائی کے لیے ہمیں یہی شریعت کافی ہے، کسی اور دین و شریعت کی کوئی حاجت نہیں نہ ضرورت۔ حضرت عمر کو تورات کی بعض باتیں حیران کن حد تک اچھی لگیں مگر یہ رویہ تورات کے کسی ناظر کو تورات سے متاثر اور محمدی شریعت سے لاپرواہ کر سکتا تھا، اس لیے آپ نے اس معاملہ میں سختی کرتے ہوئے یہی بات ارشاد فرمائی کہ ”کیا تم (اپنے دین کے ساتھ) اس طرح لاپرواہی کرنا چاہتے ہو جس طرح یہود و نصاریٰ نے (اپنے دین کے بارے) لاپرواہی کا اظہار کیا تھا۔“ یعنی جب میں ایک شریعت لے کر تمہارے پاس آ گیا ہوں تو پھر ہدایت کے لیے تم کسی اور چیز کی طرف کیوں دیکھتے ہو.....!

پھر آپ کی لائی ہوئی شریعت چونکہ کامل و مکمل اور آخری شریعت کی حیثیت رکھتی ہے، اس لیے آپ نے ساتھ ہی یہ بھی فرمادیا: ”جبکہ میں تمہارے پاس ایک واضح اور صاف سہری شریعت لے کر آیا ہوں۔“

پھر آپ نے اسی پر اکتفا نہ کیا بلکہ یہ بھی فرمایا کہ ”اگر آج موسیٰ علیہ السلام بھی زندہ ہوتے تو میری پیروی کیے بغیر ان کے لیے بھی کوئی چارہ کار نہ ہوتا۔“

مذکورہ بالا دونوں احادیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ جب محمد مصطفیٰ ﷺ کے مقابلہ میں کسی اور نبی کی بات حجت نہیں ہو سکتی تو پھر آپ کے مقابلہ میں کسی عالم اور فقیہ کی بات بالاولیٰ حجت نہیں ہو سکتی۔ اور اگر کوئی شخص حدیث رسول واضح ہو جانے کے باوجود کسی عالم، مفتی یا پیر ● مرشد کی بات پر عمل کرے جبکہ اس کی وہ بات قرآن و سنت کے صریح خلاف بھی ہو تو اس شخص کو اپنے اس گمراہانہ فعل پر اپنے بارے کسی خوش فہمی میں نہیں رہنا چاہیے۔

اس کے علاوہ یہ بھی معلوم ہوا کہ آنحضرت کے لائے ہوئے دین و شریعت (اسلام) کے مقابلہ میں اب کوئی اور دین و شریعت قابل قبول نہیں۔ قرآن مجید کی بعض آیات میں یہ حقیقت اس طرح بیان ہوئی ہے:

(۱): ﴿إِنَّ الدِّينَ عِنْدَ اللَّهِ الْإِسْلَامُ﴾ [سورة آل عمران: ۱۹]

”بے شک اللہ تعالیٰ کے نزدیک دین اسلام ہی ہے۔“

(۲): ﴿وَمَنْ يَتَّبِعْ غَيْرَ الْإِسْلَامِ دِينًا فَلَنْ يُقْبَلَ مِنْهُ وَهُوَ فِي الْآخِرَةِ مِنَ الْخَسِرِينَ﴾

”جو شخص اسلام کے سوا کوئی اور دین تلاش کرے گا، اس کا دین قبول نہ کیا جائے گا اور وہ روزِ آخرت نقصان اٹھانے والوں میں سے ہوگا۔“ [سورۃ آل عمران: ۸۵]

دوسرے لفظوں میں یہ بھی کہا جاسکتا ہے کہ قرآن و حدیث کے مقابلہ میں اب کوئی اور چیز انسانیت کے لیے ہدایت و رہنمائی کا ذریعہ نہیں ہے۔ اسی لیے آنحضرت ﷺ نے اپنی امت کو بڑی تاکید کے ساتھ یہ بات کہی کہ

((اِنِّیْ قَدْ تَرَكْتُ فِيْكُمْ شَيْئَيْنِ لَنْ تَضِلُّوْا بَعْدَهُمَا كِتَابُ اللّٰهِ وَ سُنَّتِیْ))

”میں تمہارے اندر دو ایسی چیزیں چھوڑ کر جا رہا ہوں کہ اگر تم ان پر عمل کرو گے تو کبھی گمراہ نہیں ہو گے؛ ایک اللہ کی کتاب ہے اور دوسری میری سنت ہے۔“ (۱)

ان دو چیزوں کے علاوہ کوئی اور چیز بھی اگر ہدایت کا معیار ہوتی تو یقیناً اللہ کے رسولؐ اس کی بھی وضاحت فرمادیتے، مگر خیرہ حدیث کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ آپؐ نے اس کے علاوہ کسی اور چیز کو معیار ہدایت قرار نہیں دیا۔ اس لیے کسی مفتی کا فتویٰ، عالم کا علم، فقیہ کی فقہ، مفسر کی تفسیر، مؤرخ کی تاریخ، مصنف کی تصنیف دین میں معیارِ حجت نہیں بلکہ قرآن اور حدیث ہی اصل معیار ہے اور اسی پر ہر چیز کو تولا جائے گا، جو قرآن و حدیث پر پورا اترے وہ قابلِ قبول اور جو پورا نہ اترے وہ ناقابلِ التفات ہے۔

ایک شبہ کا ازالہ:

افسوس کا مقام ہے کہ مسلمانوں میں سے بعض لوگ قرآن مجید کو تو کتابِ ہدایت تسلیم کرتے ہیں مگر جس پیغمبر پر یہ کتاب نازل ہوئی اور جسے اس کتاب کی تشریح و تبیین کی ذمہ داری بھی من جانب اللہ سونپی گئی، اس پیغمبر کی احادیث و سنن کو وہ سرے سے معیارِ ہدایت تسلیم ہی نہیں کرتے بلکہ الٹا اسے قرآنی تعلیمات کے منافی خیال کرتے ہیں حالانکہ ان کا یہ رویہ خود قرآنی تعلیمات کے سراسر خلاف ہے۔ قرآن مجید کی درج ذیل چند آیات کا مطالعہ کیجیے اور پھر خود ہی فیصلہ کیجیے کہ آیا ان لوگوں کا یہ رویہ قرآنی تعلیمات کے مطابق ہے یا اس کے منافی!

(۱) ﴿ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا أَطِيعُوا اللَّهَ وَرَسُولَهُ وَلَا تَوَلُّوْا عَنَّهُ وَاتَّمَّ تَسْمَعُوْنَ ﴾ [الانفال: ۲۰]

”اے ایمان والو! اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کرو اور بات سن لینے کے بعد اس سے منہ نہ موڑو۔“

(۱) [صحیح الجامع الصغیر۔ للالبانی (ج ۲۹۳۴)]

(۲)..... ﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا أَطِيعُوا اللَّهَ وَأَطِيعُوا الرَّسُولَ وَلَا تُبْطِلُوا أَعْمَالَكُمْ﴾ [محمد: ۳۳]

”اے ایمان والو! اللہ کی اطاعت کرو اور اس کے رسول کا کہا مانو (اور اطاعت سے منہ موڑ کر) اپنے عمل ضائع نہ کرو۔“

(۳)..... ﴿قُلْ أَطِيعُوا اللَّهَ وَالرَّسُولَ فَإِن تَوَلَّوْا فَإِنَّ اللَّهَ لَا يُحِبُّ الْكٰفِرِينَ﴾ [آل عمران: ۳۲]

”(اے نبی! لوگوں سے) کہہ دیجیے کہ اللہ اور رسول کی اطاعت کرو اور اگر لوگ اللہ اور رسول کی اطاعت سے منہ موڑیں (تو انہیں معلوم ہونا چاہیے کہ) اللہ یقیناً کافروں کو پسند نہیں کرتا۔“

(۴)..... ﴿وَمَا أَنتُمْ بِالرَّسُولِ فَخْتَوْهُ وَمَا نَهَاكُمْ عَنْهُ فَانْتَهُوا وَاتَّقُوا اللَّهَ إِنَّ اللَّهَ شَدِيدُ الْعِقَابِ﴾

”جو کچھ رسول تمہیں دے، وہ لے لو اور جس چیز سے تمہیں روک دے، اس سے رک جاؤ اور اللہ سے ڈرتے رہو، بے شک اللہ سخت عذاب دینے والا ہے۔“ [سورۃ الاحشر: ۷]

(۵)..... ﴿وَأَقِيمُوا الصَّلَاةَ وَآتُوا الزَّكَاةَ وَأَطِيعُوا الرَّسُولَ لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُونَ﴾ [النور: ۵۶]

”نماز قائم کرو، زکاۃ ادا کرو اور رسول کی اطاعت کرو، تاکہ تم پر رحم کیا جائے۔“

(۶)..... ﴿مَنْ يُطِيعِ الرَّسُولَ فَقَدْ أَطَاعَ اللَّهَ وَمَنْ تَوَلَّىٰ فَمَا أَرْسَلْنَا عَلَيْهِمْ حَفِيظًا﴾ [النساء: ۸۰]

”جس نے رسول اللہ کی اطاعت کی، اس نے دراصل اللہ کی اطاعت کی اور جس نے رسول کی اطاعت سے منہ پھیرا (اس کا وبال اسی پر ہوگا) ہم نے آپ کو ان پر کوئی نگہبان بنا کر نہیں بھیجا۔“

(۷)..... ﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا أَطِيعُوا اللَّهَ وَأَطِيعُوا الرَّسُولَ وَأُولِي الْأَمْرِ مِنْكُمْ فَإِن تَنَازَعْتُمْ فِي شَيْءٍ فَرُدُّوهُ إِلَى اللَّهِ وَالرَّسُولِ إِن كُنتُمْ تُؤْمِنُونَ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ ذَلِكَ خَيْرٌ وَأَحْسَنُ تَأْوِيلًا﴾

”اے ایمان والو! اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کرو اور ان لوگوں کی بھی جو تم میں سے صاحب امر ہیں۔ پھر اگر تمہارے درمیان کسی بھی معاملہ میں اختلاف پیدا ہو جائے تو اسے اللہ اور اس کے رسول کی طرف لوٹادو، اگر تم واقعی اللہ اور روز آخرت پر ایمان رکھتے ہو۔ یہ بہت بہتر ہے اور انجام کے لحاظ سے بھی سب سے اچھا ہے۔“ [سورۃ النساء: ۵۹]

(۸)..... ﴿قُلْ أَطِيعُوا اللَّهَ وَالرَّسُولَ فَإِن تَوَلَّوْا فَمَا نَعْلَمُ عَلَيْهِ مَا حُمِّلَ وَعَلَيْكُمْ مَا حُمِّلْتُمْ﴾ [سورۃ التوبہ: ۵۴]

”(اے محمد!) کہہ دیجیے کہ اللہ کی اطاعت کرو اور (میں) رسول کی اطاعت کرو اور اگر تمہیں کرتے

تو خوب سمجھ لو کہ اللہ کے رسول پر جس (ذمہ داری یعنی فریضہ رسالت) کا بوجھ ڈالا گیا ہے، وہ صرف اسی کا ذمہ دار ہے اور تم پر جس (فرض یعنی اطاعت رسول) کا بوجھ ڈالا گیا ہے، اس کے ذمہ دار تم ہو۔“

(۹)..... ﴿وَإِنْ تَطِيعُوهُ تَهْتَكُوا وَمَا عَلَى الرُّسُولِ إِلَّا الْبَلَاغُ الْمُبِينُ﴾ [سورة توبه: ۵۴]

”اگر رسول کی اطاعت کر دگے تو ہدایت پاؤ گے ورنہ رسول کی ذمہ داری اس سے زیادہ کچھ نہیں کہ وہ (اپنا پیغام) صاف صاف پہنچا دے۔“

ان تمام آیات میں اللہ تعالیٰ نے ایمان والوں کے لیے اپنے نبی ﷺ کی اطاعت کو فرض قرار دیا ہے اور نبی کی اطاعت سے منہ موڑنے کو سخت ناپسند کیا اور اعمال کے ضیاع کا سبب قرار دیا ہے۔ اگر قرآن ہی کافی ہوتا تو نبی کریم ﷺ کی اطاعت کا حکم دیا جاتا اور نہ اس پر اس قدر زور دیا جاتا اور نہ ہی مذکورہ بالا آیات میں سے ساتویں آیت میں باہمی تنازعات کے وقت حضور نبی کریم ﷺ کی طرف رجوع کا حکم دیا جاتا۔ اسی طرح اگر قرآن ہی کافی ہوتا تو حضور نبی کریم ﷺ کو اللہ تعالیٰ قرآن مجید کے احکام کی شرح و تبیین کا منصب کبھی نہ سونپتے، مگر قرآن مجید کی بعض آیات سے معلوم ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے خود آپ کو یہ منصب تفویض کیا تھا، مثلاً ارشاد باری تعالیٰ ہے:

((وَأَنْزَلْنَا إِلَيْكَ الذِّكْرَ لِتُبَيِّنَ لِلنَّاسِ مَا نُزِّلَ إِلَيْهِمْ)) [سورة النحل: ۴۴]

”اور (اے نبی) ہم نے آپ کی طرف یہ ذکر (قرآن) اس لیے نازل کیا ہے تاکہ آپ لوگوں کے لیے اس چیز کو واضح کر دیں جو ان کی طرف نازل کی گئی ہے۔“

اس آیت سے درج ذیل باتیں معلوم ہوتی ہیں:

(۱)..... اللہ تعالیٰ ہی نے اپنے نبی کو یہ منصب بھی عطا فرمایا تھا کہ جو قرآن آپ پر نازل ہوا ہے، آپ لوگوں کے لیے اس کی تشریح بھی کریں۔ اس سے معلوم ہوا کہ آپ نے صرف یہ قرآن ہی امت کو نہیں دیا بلکہ اللہ کے حکم سے اس کی شرح کے طور پر اضافی احکام بھی دیے ہیں جو آپ کی حدیث اور سنت کہلاتے ہیں۔ یہ اضافی احکام چونکہ وحی الہی کی روشنی میں طے پائے، اس لیے سورة القيامة میں ان کی نسبت اللہ تعالیٰ نے اپنی طرف کرتے ہوئے ارشاد فرمایا:

﴿ثُمَّ إِنَّ عَلَيْنَا بَيِّنَاتِهِ﴾ [سورة القيامة: ۱۹]

”پھر اس قرآن کی تبیین بھی ہمارے ذمہ ہے۔“

(۲)..... یہ بات ہر شخص سمجھتا ہے کہ کتاب اور شرح بالکل ایک چیز نہیں ہوتے بلکہ شرح میں اصل کتاب سے اضافی معلومات بھی ہوتی ہیں۔ لہذا کتاب اللہ کے شارح کی حیثیت سے جو اضافی باتیں (یعنی قولی و عملی احادیث) آپ اپنی امت کو بتاتے وہ بھی اللہ کی منشا و مرضی کے مطابق ہوتیں۔ اس لیے کہ وحی کی روشنی میں آپ کی رہنمائی کی جاتی تھی جب کہ آپ کے علاوہ قرآن کے کسی اور مفسر و شارح کے بارے میں کوئی شخص یہ دعویٰ نہیں کر سکتا کہ اس کی شرح و تبیین بھی اللہ کی منشا کے عین مطابق ہے۔

(۳)..... اس آیت سے یہ بھی معلوم ہوا کہ قرآن مجید کی شرح و تبیین لوگوں کی قطعی ضرورت تھی، اگر اس کے بغیر لوگوں کو دین سمجھ آ سکتا تھا تو پھر نبی کو شارح کا منصب تفویض کرنے کا کیا ضرورت تھی۔ اور جب آپ نے اللہ کے حکم سے قرآنی احکام کی تشریح و تبیین بھی فرمادی تو امت میں سے کسے یہ حق پہنچتا ہے کہ وہ قرآن کو تسلیم کرے مگر قرآنی احکام کے سلسلہ میں جو تشریح آپ نے فرمائی ہے، اسے تسلیم کرنے سے انکار کر دے۔ اگر قرآن کی تشریح و تبیین کے سلسلہ میں نبی کی کوئی ضرورت نہ تھی تو پھر اس قرآن کو تھوڑا تھوڑا کر کے ایک نبی پر نازل کرنے کی زحمت آخر کیوں کی گئی۔ اس سے بہتر تھا کہ کسی پہاڑ پر قرآن رکھ دیا جاتا اور لوگوں سے کہہ دیا جاتا کہ وہاں سے اللہ کی کتاب اٹھالاؤ اور جسے جیسے یہ سمجھ آئے، وہ ویسے ہی اس پر عمل شروع کر دے.....!!

(۴)..... قرآن مجید میں نماز، زکوٰۃ، روزہ اور حج وغیرہ عبادات کے بارے میں واضح طور پر حکم دیا گیا ہے، لیکن یہ عبادات کیسے بجالائی جائیں، ان کی توضیح اس وقت تک ممکن نہ تھی جب تک کہ عملی طور پر یہ کر کے دکھانہ دی جاتیں۔ اللہ تعالیٰ نے خود دنیا میں لوگوں کے سامنے آ کر یہ سب کچھ عملی طور پر کر کے نہیں دکھایا اور نہ ہی اللہ سے یہ توقع کرنی چاہیے البتہ اس کی بجائے اللہ تعالیٰ نے انسانوں ہی سے ایک مثالی شخصیت کا انتخاب کر کے اسے نبوت و رسالت سے مشرف فرمایا، اس پر اپنی کتاب نازل فرمائی اور اپنی عبادت سے متعلقہ احکام کی تفصیل سے اسے آگاہ کر کے اس کے قول و فعل کو امت کے لیے دین بنا دیا۔ اب اگر کوئی شخص نبی کے قول و فعل سے بے نیاز ہو کر اللہ کی کتاب کو پکڑے گا تو وہ اس کے ضروری احکام بجالانے میں سخت ناکام ثابت ہوگا۔ یہی وجہ ہے کہ حدیث کا انکار کرنے والوں کے ہاں نمازوں کی تعداد اور رکعات کے بارے آج تک کوئی اتفاق رائے نہ ہو سکا، دین و شریعت کے باقی احکام کا مسئلہ تو دور کی بات ہے.....! اللہ ایسے لوگوں کو ہدایت عطا فرمائے، آمین!

قرآن کی آڑ میں حدیث و سنت سے اعراض کرنے والے کو حضورؐ نے سخت ناپسند کیا:

خود نبی کریم ﷺ نے بھی ایسے شخص کو سخت ناپسند کیا جو قرآن مجید کی آڑ میں حدیث و سنت سے اعراض کرنے والا ہو، چنانچہ ایک موقع پر آپ ﷺ نے یہ ارشاد فرمایا:

((الْأَنْسِيُّ أَوْ نَيْتُ الْكِتَابِ وَمِثْلُهُ مَعَهُ الْآيُوشُكُ رَجُلٌ شَبَعَانٌ عَلَى أَرْيَاحِهِ يَقُولُ عَلَيْكُمْ بِهَذَا الْقُرْآنِ فَمَا وَجَدْتُمْ فِيهِ مِنْ حَلَالٍ فَاحْلُوهُ وَمَا وَجَدْتُمْ فِيهِ مِنْ حُرَامٍ فَحَرِّمُوهُ أَلَا لَا يَحِلُّ لَكُمْ لَحْمُ الْحِمَارِ الْأَهْلِيِّ وَلَا كُلُّ ذِي نَابٍ مِنَ الشَّيْبَعِ وَلَا لِقْطَةُ مُعَاهِدٍ إِلَّا أَنْ يُسْتَعْنَى عَنْهَا صَاحِبُهَا))

”لوگو! سن لو، مجھے اللہ کی طرف سے قرآن ہی کی طرح ایک اور چیز [یعنی حدیث] بھی دی گئی ہے۔ خبردار! ایک وقت آئے گا کہ ایک پیٹ بھرا شخص اپنی مسند پر تکیہ لگائے بیٹھا ہوگا اور وہ کہے گا: ”لوگو! تمہارے لیے قرآن ہی کافی ہے، اس قرآن میں جو چیز حلال ہے بس وہی حلال ہے اور جو اس میں حرام ہے بس وہی حرام ہے۔“ (پھر آپؐ نے فرمایا:) ”لوگو! سنو! گھریلو گدھا بھی تمہارے لیے حلال نہیں ہے اور نہ ہی کچلی والے درندے تمہارے لیے حلال ہیں اور نہ ہی کسی ذمی کی گری پڑی چیز تمہارے لیے حلال ہے، ہاں البتہ اگر اس کے مالک کو اس کی ضرورت ہی نہ ہو تو پھر کوئی حرج نہیں۔“^(۱)

ایک روایت میں یہ بھی ہے کہ آپؐ نے ارشاد فرمایا: ”جو کچھ اللہ کا رسول حرام قرار دے دے، وہ ایسے ہی حرام ہے جیسے اللہ کی حرام کردہ چیزیں ہیں۔“^(۲)

کتاب ہدایت:

گزشتہ بحث سے معلوم ہوا کہ قرآن مجید کو اللہ تعالیٰ نے کتاب ہدایت بنا کر نازل کیا ہے اور یہ چونکہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے آنے والی آخری کتاب ہدایت ہے، اس لیے اس کے ہر مضمون کی تہہ میں انسانوں کو کوئی نہ کوئی ہدایت دی جا رہی ہوتی ہے حتیٰ کہ اس کے وہ حصے جن میں مختلف قوموں اور لوگوں کی حکایات و قصص کا بیان ہے، وہاں بھی قرآن مجید نے اُس پہلو کو زیادہ اُجاگر کیا جو انسانوں کی اصلاح و ہدایت سے تعلق رکھتا تھا۔

(۱) [سنن ابوداؤد، کتاب السنۃ، باب فی لزوم السنۃ (ح- ۴۵۹۳)]

(۲) [سنن ابن ماجہ، المقدمہ، باب تعظیم حدیث رسول اللہ..... (ح- ۱۲)]

ذیل میں چند ایسی آیات ملاحظہ فرمائیں جن میں قرآن مجید کو کتاب ہدایت کہا گیا ہے:

(۱): ﴿ذَلِكَ الْكِتَابُ لَا رَيْبَ فِيهِ هُدًى لِّلْمُتَّقِينَ﴾ [سورة البقرة: ۲]

”یہ ایسی کتاب ہے کہ اس (کے کتاب اللہ ہونے) میں کوئی شک نہیں۔ متقی لوگوں کے لیے راہ دکھانے والی ہے۔“

(۲): ﴿شَهْرُ رَمَضَانَ الَّذِي أُنزِلَ فِيهِ الْقُرْآنُ هُدًى لِّلنَّاسِ وَبَيِّنَاتٍ مِّنَ الْهُدَىٰ وَالْفُرْقَانِ﴾

[سورة البقرة: ۱۸۵]

”رمضان وہ مہینا ہے جس میں قرآن مجید نازل کیا گیا، جو لوگوں کو ہدایت کرنے والا ہے اور جس میں ہدایت کی اور حق و باطل کی تمیز کی نشانیاں ہیں۔“

(۳): ﴿هٰذَا بَيِّنَاتٍ لِّلنَّاسِ وَهُدًى وَمَوْعِظَةٌ لِّلْمُتَّقِينَ﴾ [سورة آل عمران: ۱۳۸]

”یہ (قرآن) تو لوگوں کے لیے بیان ہے اور پرہیزگاروں کے لیے ہدایت و نصیحت ہے۔“

(۴): ﴿وَنَزَّلْنَا عَلَيْكَ الْكِتَابَ بَيِّنَاتٍ لِّكُلِّ شَيْءٍ وَهُدًى وَرَحْمَةً وَبُشْرَىٰ لِّلْمُسْلِمِينَ﴾

[سورة النحل: ۸۹]

”ہم نے تجھ پر یہ کتاب نازل فرمائی ہے جس میں ہر چیز کا شافی بیان ہے اور (یہ کتاب) ہدایت، رحمت اور خوشخبری ہے مسلمانوں کے لیے۔“

(۵): ﴿تِلْكَ آيَاتُ الْقُرْآنِ وَكِتَابٍ مُّبِينٍ هُدًى وَبُشْرَىٰ لِّلْمُؤْمِنِينَ﴾ [سورة النمل: ۲]

”یہ آیتیں ہیں قرآن کی اور روشن کتاب کی۔ جو ہدایت اور خوشخبری ہے ایمان والوں کے لیے۔“

(۶): ﴿تِلْكَ آيَاتُ الْكِتَابِ الْحَكِيمِ هُدًى وَرَحْمَةً لِّلْمُحْسِنِينَ﴾ [سورة لقمان: ۳]

”یہ حکمت والی کتاب کی آیتیں ہیں، جو نیکوکاروں کے لیے رہبر اور رحمت ہے۔“

(۷): ﴿إِنهَا تَذَكُّرَةٌ فَمَنْ شَاءَ ذَكَّرْهُ﴾ [سورة عبس: ۱۱]

”یہ قرآن تو نصیحت کی چیز ہے، پس جو چاہے اسے قبول کرے۔“



[3].....اللہ کی محفوظ کردہ واحد کتاب

قرآن مجید چونکہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہدایت کا آخری سرچشمہ ہے جسے قیامت تک آنے والے تمام لوگوں کے لیے باعث ہدایت اور معیارِ نجات قرار دیا گیا ہے، اس لیے ضروری تھا کہ اسے قیامت تک کے لیے اسی طرح محفوظ بنا دیا جاتا جس طرح کہ یہ اللہ کی طرف سے نازل ہوا تھا اور اگر اس میں ذرا سی بھی تحریف ہو جاتی تو اس پوری کتاب کی حیثیت مشکوک ہو جاتی، چنانچہ اللہ تعالیٰ نے اسے ہر قسم کے رد و بدل سے محفوظ رکھنے کی ذمہ داری اٹھائی اور ارشاد فرمایا:

﴿إِنَّا نَحْنُ نُحْفِظُ الْقُرْآنَ وَانَّا لَهُ لَحَافِظُونَ﴾ [سورة الحجر: ۹۰]

”ہم نے اس ذکر (قرآنِ رومی) کو نازل کیا ہے اور ہم ہی اس کی حفاظت بھی کریں گے۔“

اس آیت میں ذکر سے مراد بعض اہل علم کے بقول قرآن مجید ہے اور بعض کے بقول وحی ہے۔ وحی ہونے کی صورت میں قرآن کے علاوہ حدیث بھی اس میں شامل سمجھی جائے گی۔ گویا دونوں صورتوں میں قرآن کی حفاظت کا انتظام اللہ کے طرف منسوب ہے۔ قرآن مجید کی حفاظت تو ظاہر ہے بندوں کے ذریعے ہوئی ہے مگر اس حفاظت کے لیے سازگار حالات پیدا کرنا اور بندوں کے لیے اسے محفوظ رکھنا ممکن العمل بنانا، یہ سب اللہ ہی کی مشیت سے ممکن ہوا۔ اللہ کی طرف سے قرآن کی حفاظت کرنے کا یہی مفہوم ہے۔

جب قرآن مجید اللہ کے نبی پر نازل ہوتا تو آپ اس خدشہ سے اسے فوراً دہرانے لگتے کہ کہیں یہ بھول نہ جائے، مگر اللہ تعالیٰ نے آپ کو ایسا کرنے سے روک دیا اور آپ کا یہ خدشہ دور کرتے ہوئے ارشاد فرمایا:

﴿لَا تُحَرِّكْ بِهِ لِسَانَكَ لِتَتَّبِعَ بِهِ إِنَّ عَلَيْنَا جَمْعَهُ وَقُرْآنَهُ فَإِذَا قَرَأْنَاهُ فَاتَّبِعْ قُرْآنَهُ ثُمَّ إِنَّ عَلَيْنَا

بَيَانَهُ﴾ [سورة القیمة: ۱۶ تا ۱۸]

”(اے نبی!) آپ قرآن کو جلدی (یاد کرنے) کے لیے اپنی زبان کو حرکت نہ دیں۔ اس کا جمع کرنا اور (آپ کی زبان سے) پڑھنا ہمارے ذمہ ہے۔ ہم جب اسے پڑھ لیں تو آپ اس کے پڑھنے کی پیروی کریں پھر اس کا واضح کر دینا بھی ہمارے ذمہ ہے۔“

یہاں بھی اللہ تعالیٰ نے یہی بات ارشاد فرمائی کہ نبیؐ کے سینہ میں قرآن محفوظ کرنا ہماری ذمہ داری ہے۔ قرآن مجید کی حفاظت کے سلسلہ میں ایک بات تو یہ یاد دہنی چاہیے کہ اسے اس کی اصل حالت میں پوری صحت کے ساتھ لوگوں کے سامنے پیش کیا گیا اور دوسری بات یہ کہ اسے اس کی اصل حالت میں قیامت تک کے لیے محفوظ رکھنے اور ہر طرح کے تغیر و تبدل اور حوادثِ زمانہ سے بچانے کا بھی اہتمام کر دیا گیا۔ دیگر آسمانی کتابوں کے مقابلہ میں یہ صرف قرآن مجید کا امتیاز ہے کہ اس کے ساتھ یہ دونوں صورتیں قائم رکھی گئی ہیں۔ یہ چونکہ خدائی فیصلہ تھا، اس لیے قرآن مجید کے بارے اللہ تعالیٰ نے اصولی انداز میں یہ بات ارشاد فرمادی:

(۱): ﴿ذَلِكَ الْكِتَابُ لَا رَيْبَ فِيهِ هُدًى لِّلْمُتَّقِينَ﴾ [سورة البقرة: ۲]

”یہ ایسی کتاب ہے کہ اس (کے کتاب اللہ اور محفوظ ہونے) میں کوئی شک نہیں۔ متقی لوگوں کے لیے راہ دکھانے والی ہے۔“

(۲): ﴿لَا يَأْتِيهِ الْبَاطِلُ مِنْ بَيْنِ يَدَيْهِ وَلَا مِنْ خَلْفِهِ تَنْزِيلٌ مِّنْ حَكِيمٍ حَمِيدٍ﴾ [سورة

فصلت: ۴۲]

”یہ بڑی با وقعت کتاب ہے، جس کے پاس باطل پھٹک نہیں سکتا، نہ اس کے آگے سے اور نہ اس کے پیچھے سے۔ یہ حکمتوں والے، خوبیوں والے (اللہ) کی طرف سے نازل کردہ ہے۔“

نزول قرآن:

اس بات میں کوئی شک نہیں کہ قرآن مجید کے نزول کا آغاز ماہِ رمضان میں ہوا۔ رمضان اگرچہ ایک بابرکت مہینہ قرار دیا گیا ہے، تاہم اس کی ایک رات (لیلۃ القدر) کو پورے سال کے شبِ دروز سے زیادہ فضیلت دی گئی ہے یہاں تک کہ اس رات کی عبادت کو ہزار مہینوں کی عبادت سے افضل قرار دیا گیا اور اسی رات قرآن مجید کے نزول کی ابتداء ہوئی۔ قرآن مجید میں ایک جگہ اسی چیز کو اس طرح بیان کیا گیا ہے:

(۱): ﴿اِنَّا اَنْزَلْنَاهُ فِىْ لَيْلَةِ مُبَارَكَةٍ اِنَّا كُنَّا مُنْذِرِيْنَ فِيْهَا يُفْرَقُ كُلُّ اَمْرٍ حَكِيْمٍ﴾ [سورة

الدخان: ۴۳]

”یقیناً ہم نے اس کتاب (قرآن) کو ایک بابرکت رات میں نازل کیا ہے اور اسی رات ہر ایک مضبوط کام کا فیصلہ کیا جاتا ہے۔“

یہ بابرکت رات کون سی ہے؟ اس بارے دوسری جگہ یہ وضاحت کی گئی کہ یہ لیلۃ القدر ہے، ارشاد باری تعالیٰ ہے:

(۲): ﴿إِنَّا أَنْزَلْنَاهُ فِي لَيْلَةِ الْقَدْرِ لَيْلَةُ الْقَدْرِ خَيْرٌ مِّنْ أَلْفِ شَهْرٍ﴾ [سورة القدر: ۳۰]

”ہم نے اس قرآن کو قدر والی رات میں نازل کیا..... قدر والی رات ہزار مہینوں سے افضل ہے۔“

لیلۃ القدر سے مراد رمضان المبارک کے آخری عشرے کی پانچ طاق راتوں میں سے کوئی ایک رات ہے۔ یہاں یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ آیا پورے کا پورا قرآن قدر والی رات نازل کیا گیا، یا اس کا آغاز اس رات ہوا.....؟

قرآن مجید کی دیگر آیات اور بعض صحیح احادیث سے واضح طور پر معلوم ہوتا ہے کہ قرآن مجید ایک ہی مرتبہ نازل نہیں ہوا بلکہ اسے تھوڑا تھوڑا کر کے کم و بیش تیس (۲۳) سالوں میں نازل کیا گیا۔ اس لیے مذکورہ بالا آیات میں اس کے نزول سے مراد مکمل نزول نہیں بلکہ ابتدائے نزول ہے۔ یعنی نزول قرآن کا آغاز اس رات سے ہوا۔ (واللہ اعلم!)

حفاظت قرآن اور جمع و تدوین قرآن:

قرآن مجید کی حفاظت اور جمع و تدوین کے بارے جو تاریخ ہم تک پہنچی ہے اس میں اتنا رطب و یا بس جمع ہو چکا ہے کہ ایک عام قاری کے لیے اصل صورتحال سمجھنا بعض اوقات بہت مشکل ہو جاتا ہے۔ آئندہ سطور میں اس بارے راقم الحروف اپنا حاصل مطالعہ پیش کر رہا ہے۔ امید ہے اسے ایک نظر دیکھ لینے سے حفاظت قرآن اور جمع و تدوین قرآن کا پورا نقشہ قارئین کے سامنے آجائے گا۔

(۱)..... عہد نبوی اور حفاظت قرآن:

عہد نبوی میں قرآن مجید کی حفاظت کے لیے دو طریقہ کار اختیار کیے گئے؛ ایک کتابت اور دوسرا حفظ۔ جب قرآن مجید کا کوئی حصہ نازل ہوتا تو وہ آنحضرت ﷺ کے دل پر نقش کر دیا جاتا اور آپ ﷺ کو وہ اس طرح یاد کرنے کی ضرورت ہی پیش نہ آتی جس طرح ہم لوگ کسی چیز کو یاد کرتے ہیں۔ پھر آپ ﷺ اپنے اصحاب میں سے کسی کا تب وحی کو بلواتے اور اسے وہ حصہ لکھوا دیتے۔ کتابت وحی کی ذمہ داری پر کئی صحابہ مامور تھے تاکہ دن یارات کے کسی بھی حصہ میں قرآن کی کوئی آیت نازل ہو تو اسے لکھنے والا کوئی نہ کوئی صحابی موجود ہو۔ بطور مثال صحیح بخاری کی ایک روایت ملاحظہ فرمائیں:

”حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جب یہ آیت:

﴿لَا يَسْتَوِي الْقَاعِلُونَ مِنَ الْمُؤْمِنِينَ غَيْرِ أُولَى الضَّرَرِ وَالْمُجَاهِلُونَ فِي سَبِيلِ اللَّهِ﴾

نازل ہوئی تو نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ زید کو میرے پاس بلاؤ اور ان سے کہو کہ وہ تنختی، دوات اور (اونٹ کے) شانے کی ہڈی (یعنی لکھنے کا سامان) لے کر آئیں، جب وہ آگئے تو آنحضرت ﷺ نے انہیں یہ آیت لکھوائی۔“^(۱)

قرآن مجید کے اجزاء مختلف اوقات میں منتشر طور پر نازل ہوئے اور جب کوئی حصہ نازل ہوتا تو اس وقت کبھی کوئی صحابی آپ کے پاس ہوتا اور کبھی کوئی اور۔ اس لیے پورا قرآن مختلف صحابہ کے ذریعے مختلف پارچوں، صحیفوں اور اجزاء میں لکھا تو ضرور گیا مگر کسی مستند روایت سے ہمیں یہ معلوم نہیں ہوتا کہ کسی ایک ہی صحابی نے آپ سے سن کر پورا قرآن آپ کی موجودگی میں ایک ہی مصحف میں مرتب انداز میں لکھ رکھا ہو، بلکہ تدوین قرآن کا یہ کام آپ کے بعد صحابہ نے انجام دیا۔

آنحضرت نے جو قرآن مجید اپنے کاتبوں کو لکھوایا، اس میں یہ بات تو صحیح روایات سے معلوم ہوتی ہے کہ قرآن کی سورتوں کی داخلی ترتیب (یعنی ترتیب آیات) آپ کے حکم سے کی گئی مگر کسی صحیح روایت سے واضح طور پر یہ معلوم نہیں ہوتا کہ تمام سورتوں کی ترتیب بھی ان تحریروں اور مصاحف میں آپ ہی نے کروائی تھی۔ اس لیے جمہور علماء کی رائے یہی ہے کہ قرآن مجید کی تمام آیتوں کی ترتیب توقیفی [مبنی بروحی] ہے مگر تمام سورتوں کی ترتیب توقیفی نہیں بلکہ اس میں صحابہ کا اجتہاد بھی داخل ہے۔

قرآن مجید کو چونکہ یاد بھی کیا جاتا تھا، نمازوں میں تلاوت بھی کی جاتی اور ایک دوسرے سے قرآن سیکھنے سکھانے کا عمل بھی ذوق و شوق سے جاری رہتا تھا، اس لیے آنحضرت ﷺ شروع ہی سے قرآن کی ہر سورت کو ایک خاص ترتیب سے یاد کرواتے۔ اسی ترتیب سے آپ ﷺ خود بھی قرآن کی تلاوت فرماتے اور یہی وہ ترتیب ہے جو تدوین قرآن کے لیے آپ کے بعد آپ کے صحابہ نے اختیار فرمائی اور تو اتر کے ساتھ آج ہمارے پاس پہنچی۔

گویا عہد نبوی میں قرآن مجید پورے کا پورا لکھا تو ضرور گیا مگر یہ مختلف اجزاء، صحائف وغیرہ کی شکل میں تھا اور یہ تمام منتشر اجزاء کسی ایک ہی صحابی کے پاس جمع نہیں تھے، حتیٰ کہ جو صحابہ کتابتِ وحی پر مامور تھے، ان

(۱) | صحیح بخاری، کتاب فضائل القرآن، باب کتاب النبی (ح - ۴۹۹۰)

میں سے بھی کسی ایک ہی کے پاس یہ تمام اجزاء نہیں تھے بلکہ کوئی جز کسی کے پاس تھا اور کوئی کسی اور کے پاس۔ کسی نے کوئی ایک سورت لکھ رکھی تھی اور کسی نے کوئی دوسری۔ پھر یہی تمام اجزاء عہد صدیقی میں ایک جگہ جمع کر لیے گئے اور عہد عثمانی میں انہیں کتابی شکل میں مدون کر کے تمام بلاد اسلامیہ میں پھیلا دیا گیا۔ بعض لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ عہد نبویؐ میں کئی ایک صحابہ نے مرتب شکل میں پورا قرآن مجید لکھ رکھا تھا، مگر اس کا کوئی مستند حوالہ دستیاب نہیں اور اگر کوئی حوالہ مستند ہے تو اس میں اس چیز کی صراحت ہی مذکور نہیں۔ اس لیے اس سے استدلال محل نظر ہے مثلاً صحیح بخاری میں ایک روایت ہے:

((قَالَ قَسَادَةٌ: سَأَلْتُ أَنَسَ بْنَ مَالِكٍ: مَنْ جَمَعَ الْقُرْآنَ عَلَى عَهْدِ النَّبِيِّ ﷺ؟ قَالَ: أَرْبَعَةٌ كُلُّهُمْ مِنَ الْأَنْصَارِ، أُمِّيُّ بْنُ سَعْبٍ وَمُعَاذُ بْنُ جَبَلٍ وَزَيْدُ بْنُ ثَابِتٍ وَأَبُو زَيْدٍ))

”قائدہ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت انسؓ سے پوچھا کہ نبی کریم ﷺ کے زمانے میں کس نے قرآن جمع کیا تھا؟ انہوں نے جواب دیا، چار بندوں نے اور وہ چاروں انصاری تھے یعنی ابی بن کعب، معاذ بن جبل، زید بن ثابت اور ابو زید رضی اللہ عنہم“،^(۱)

اس حدیث کا یہ مطلب نہیں کہ ان چار صحابہ نے پورا قرآن کتابی شکل میں جمع کر لیا تھا، اگر یہی مطلب ہوتا تو پھر عہد صدیقی میں جب سرکاری سطح پر قرآن مجید کے تحریری حصے جمع کرنے کی بہت بڑی کوشش کی گئی تو آخر ان چار صحابہ سے وہ مرتب و مکمل نسخے پہلے ہی کیوں نہ حاصل کر لیے گئے اور اتنی بڑی زحمت کیوں اٹھائی گئی۔ جبکہ ان چار میں شامل حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ، اس محنت طلب کام کے بذات خود نگران بھی تھے اور عہد نبویؐ میں کتابت وحی پر مامور بھی رہے تھے۔

پھر یہ بھی حقیقت ہے کہ عہد نبویؐ میں ان چار صحابہ کے علاوہ اور بھی کئی صحابہ قرآن مجید کے اجزاء اپنے مصاحف میں لکھتے رہے ہیں مثلاً حضرت علیؓ، حضرت عائشہؓ، حضرت عبداللہ بن مسعود وغیرہ رضی اللہ عنہم۔

اس لیے اس روایت میں حضرت انس رضی اللہ عنہ کی بات کا مطلب یا تو یہ ہو سکتا ہے کہ انہوں نے اپنے مشاہدہ کی بنیاد پر یہ بیان کیا ہے کہ ان چار حضرات نے قرآن مجید کا جتنا بڑا حصہ جمع کیا، اتنا کسی اور کے پاس نہ تھا۔ یا پھر سائل کا سوال یہ تھا کہ عہد نبویؐ میں کتابت قرآن کے لیے کن لوگوں کو ذمہ دارانہ حیثیت سے متعین کیا گیا، تو اس کے جواب میں حضرت انس رضی اللہ عنہ نے بتا دیا کہ وہ یہ چار صحابہ تھے۔

(۱) [صحیح بخاری، کتاب فضائل القرآن، باب القراءه من اصحاب النبی ﷺ (۵۰۰۳)]

اسی طرح صحیح بخاری وغیرہ کی بعض روایات میں ہے کہ آنحضرت ﷺ نے مصحف کو دشمن کی سرزمین کی طرف جانے سے منع فرما رکھا تھا۔ اس طرح کی روایات سے بھی بعض لوگوں کو وہی غلط فہمی ہوئی حالانکہ ان روایات میں مصحف سے مراد پورا قرآن مجید نہیں ہے کیونکہ جس وقت یہ بات کہی گئی تھی، اس وقت پورا قرآن تو نازل ہی نہیں ہوا تھا بلکہ نزول قرآن تو نبی کریم کے آخری وقت تک جاری رہا، اس لیے لامحالہ یہ ماننا پڑے گا کہ جن مصاحف کو دشمن کی سرزمین میں لے جانے سے منع کیا جا رہا تھا، وہ ایسے ہی مصاحف ہو سکتے ہیں جن پر قرآن کے کچھ نہ کچھ اجزاء تحریر تھے۔ پھر اس بات سے بھی اس کی تائید ہوتی ہے کہ جن پارچوں پر قرآن کو کوئی حصہ تحریر ہوتا، خواہ کوئی چھوٹی سی سورت ہی ہوتی، تو وہ بھی مصحف ہی کہلاتا تھا۔

۲..... عہد صدیقی اور جمع وتدوین قرآن:

عربوں کا حافظہ بہت قوی تھا۔ وہ جس چیز کو سنتے جلد ہی یاد کر لیتے۔ قرآن مجید سے محبت کی وجہ سے انہوں نے حفظ قرآن کی طرف بھرپور توجہ دی اور جو نبی انہیں علم ہوتا کہ قرآن مجید کا فلاں حصہ نازل ہوا ہے، تو وہ فوراً اسے یاد کر لیتے اور آگے اپنے اہل و عیال کو بھی یاد کرواتے۔ یہی وجہ ہے کہ آنحضرت ﷺ کے دور میں مرد ہی نہیں، بعض خواتین نے بھی مکمل قرآن مجید یاد کر لیا تھا حتیٰ کہ بعض بچوں نے بھی قرآن کی بہت سی سورتیں یاد کر لی تھیں۔

اس طرح عہد نبوی اور عہد صدیقی میں قرآن مجید کے حفاظ کی ایک بڑی تعداد پیدا ہو چکی تھی اور عرب رواج کے مطابق اس وقت تک حفظ قرآن ہی کا اہتمام کیا جاتا رہا مگر کتابت قرآن کی طرف زیادہ پیش رفت نہ ہو سکی۔ اس کی ایک بڑی وجہ تو یہ تھی کہ عربوں کو خدا داد حافظہ ملا تھا، اس لیے انہیں قرآن لکھ کر یاد کرنے کی خاص ضرورت ہی پیش نہ آئی۔ پھر کاغذ اور دیگر آلات کتابت کی کمی اور عدم دستیابی کی وجہ سے اس طرف رجحان اور کم ہو گیا۔

تیسری وجہ یہ تھی کہ قرآن مجید کتابت کی بجائے حفظ کا زیادہ متقاضی تھا کیونکہ ایک تو نمازوں اور مواعظ و خطبات اور درس و تدریس وغیرہ میں قرآن مجید کی زبانی تلاوت ہی کی زیادہ ضرورت پیش آتی اور دوسرا یہ کہ قرآن مجید کی بعض قراءتیں ایسی تھیں جو صرف تلاوت اور آداسے تعلق رکھتی تھیں اور انہیں ضبط تحریر میں لانا ممکن ہی نہ تھا جس طرح اہمال اور ایشام وغیرہ کے طریقے ہیں۔ اس لیے قرآن کی تلاوت اور حفظ کی طرف جتنی توجہ دی گئی، اتنی کتابت کی طرف نہ دی جاسکی۔ البتہ عہد صدیقی میں ایک ایسا واقعہ پیش آیا جس

نے سرکاری سطح پر کتابت قرآن کی ضرورت کو اجاگر کیا۔ ہوا یوں کہ میلہ کذاب کے خلاف جنگ یمامہ میں جو مسلمان شہید ہوئے ان میں زیادہ تعداد حفاظ کرام کی تھی چنانچہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ، حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ، کے پاس گئے اور کہنے لگے:

((إِنَّ الْقَتْلَ قَدْ اسْتَحْرَيْتُمْ الْيَمَامَةَ بِقُرْآنِ الْفُرْآنِ وَإِنِّي أَخْشَى أَنْ يُسْتَحْرَى الْقَتْلَ بِالْقُرْآنِ

بِالْمَوَاطِنِ فَيَذْهَبَ كَثِيرٌ مِّنَ الْقُرْآنِ وَإِنِّي أَرَى أَنْ تَأْتُرَ بِجَمْعِ الْقُرْآنِ))

”جنگ یمامہ میں قرآن کے حافظوں کی بڑی تعداد شہید ہوگئی ہے اور مجھے خدشہ ہے کہ دیگر علاقوں میں برپا جنگوں میں بھی اگر حفاظ قرآن کی بڑی تعداد اس طرح شہید ہوگئی تو قرآن مجید کا بڑا حصہ تلف ہو جائے گا۔ اس لیے میرا خیال یہ ہے کہ آپ قرآن مجید کو (سرکاری طور پر ایک جگہ) جمع کرنے کا حکم جاری کریں۔“^(۱)

لیکن حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے کہا کہ تم ایک ایسا کام کس طرح کر سکتے ہو جو اللہ کے رسول ﷺ نے (اپنی زندگی میں) نہیں کیا! تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ کہنے لگے اللہ کی قسم! یہ تو ایک کار خیر ہے۔ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ یہ بات مجھ سے بار بار کہتے رہے حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ نے اس سلسلہ میں میرا سینہ کھول دیا اور میری بھی وہی رائے ہوگئی جو عمر کی تھی۔ پھر حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے اس کام کے لیے حضرت زید رضی اللہ عنہ سے کہا کہ تم جوان اور عقلمند ہو اور تمہارے بارے میں ہم کوئی الزام بھی نہیں لگا سکتے۔ علاوہ ازیں تم اللہ کے رسول ﷺ کے لیے وحی بھی لکھتے رہے، اس لیے تم قرآن مجید کو پوری تلاش اور محنت کے ساتھ ایک جگہ جمع کر دو۔ حضرت زید رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ اللہ کی قسم! اگر یہ لوگ مجھے یہ کہتے کہ فلاں پہاڑ کو اس کی جگہ سے ہٹا کر دوسری جگہ کر دو تو یہ کام میرے لیے اتنا مشکل نہ تھا جتنا یہ مشکل تھا کہ میں قرآن کو جمع کرتا۔ چنانچہ میں نے کہا کہ جس کام کو اللہ کے رسول ﷺ نے (اپنی زندگی میں) نہ کیا تھا تم لوگ اسے کیوں کرنا چاہتے ہو؟ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے کہا اللہ کی قسم! یہ خیر و بھلائی کا کام ہے اور وہ بار بار مجھ سے یہی کہتے رہے حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ نے ابو بکر رضی اللہ عنہ اور عمر رضی اللہ عنہ کی طرح میرا سینہ بھی کھول دیا۔ چنانچہ میں نے قرآن مجید (جو مختلف چیزوں پر لکھا ہوا موجود تھا) کی تلاش شروع کر دی اور قرآن مجید کو کھجور کی چھلی ہوئی شاخوں، پتھر کی سلوں اور لوگوں کے سینوں

(۱) [صحیح بخاری، کتاب فضائل القرآن، باب جمع القرآن (ح ۴۹۸۶)]

کی مدد سے جمع کرنے لگا۔ یہاں تک کہ سورہ تو بہ کی آخری آیتیں مجھے ابو خزیمہ انصاری رضی اللہ عنہ کے پاس سے لکھی ہوئی ملیں۔ یہ چند آیات ان کے سوا کسی اور کے پاس سے (لکھی ہوئی) حالت میں مجھے نمل سکیں۔^(۱)

صحیح بخاری کی اسی حدیث میں یہ بھی ہے کہ ”قرآن مجید کے جو مختلف صحیفے (اجزاء) ہم نے اس طرح جمع کیے، وہ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کے پاس محفوظ رہے پھر ان کی وفات کے بعد یہ صحیفے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی وفات تک ان کے پاس رہے اور ان کے بعد یہ ان کی بیٹی اور حضور کی زوجہ مطہرہ حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا کی تحویل میں چلے گئے۔“

بعض روایات میں ہے کہ حضرت زید کو یہ حکم دیا گیا کہ وہ قرآن مجید کے کسی بھی لکھے ہوئے جز کو اس وقت تک قبول نہ کریں جب تک کہ اس کے بارے دو عادل گواہ یہ گواہی نہ دے دیں کہ ہاں یہ اللہ کے رسول ﷺ کے سامنے لکھا گیا تھا۔ پھر حضرت زید رضی اللہ عنہ خود بھی قرآن کے حافظ تھے اور وہ اپنے حافظے سے بھی مدد لیتے تھے۔ علاوہ ازیں اس اہم ترین کام میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ جو قرآن کے حافظ تھے، وہ بھی ان کے ساتھ شریک کیے گئے اور ان کے بارے سبھی یہ جانتے ہیں کہ وہ گواہی کے معاملے میں کتنے محتاط تھے۔

اس طرح پوری احتیاط کے ساتھ قرآن مجید کے اجزاء کو ایک جگہ جمع کر لیا گیا۔ آیات کی ترتیب وہی تھی جو اللہ کے رسول ﷺ کی مقرر فرمائی ہوئی تھی، مگر سورتیں مرتب نہ تھیں بلکہ ہر سورت علیحدہ طور پر لکھی گئی تھی۔ علاوہ ازیں قراءت قرآن کی جو سات مختلف نوعیتیں تھی، ان کا بھی اس میں اہتمام کیا گیا۔ اور اس میں کوئی ایسی آیت درج نہیں کی گئی جس کی تلاوت اللہ کے رسول ﷺ نے منسوخ قرار دے دی تھی۔^(۲)

گویا یہ قرآن مجید کا پہلا اور مکمل تحریری نسخہ تھا، اس کے علاوہ پہلے سے موجود مختلف صحائف میں سے کسی کے بارے یقینی طور پر مکمل قرآنی نسخہ ہونے کا دعویٰ نہیں کیا جاسکتا۔ اگر بالفرض یہ دعویٰ کسی مصحف کے بارے میں کیا جاسکتا ہو بھی تو اس میں قرآنی متن کے ساتھ حواشی اور ذاتی یادداشتوں کا اختلاط بھی تھا مثلاً حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے مصحف میں حافظوا علی الصلوات والصلوة الوسطی..... الآیة

(۱) [صحیح بخاری، کتاب فضائل القرآن، باب جمع القرآن (ح ۴۹۸۶)]

(۲) [دیکھئے: الانتقان فی علوم القرآن، از علامہ سیوطی (ج ۱ ص ۲۰۷ تا ۲۱۳) مناہل العرفان، از عبدالعظیم

رزقانی (ج ۱ ص ۲۴۶، ۲۴۷)]

کے بعد صلاۃ العصر کا اضافہ تھا جبکہ یہ الفاظ قرآن کا حصہ نہیں ہیں۔ اسی طرح حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے مصحف کے بارے روایات میں آتا ہے کہ اس میں معوذتین شامل نہ تھیں بلکہ اس جگہ انہوں نے دعائے قنوت لکھ رکھی تھی۔

۳..... عہد عثمانی اور جمع وتدوین قرآن:

عہد صدیقی میں یہ اطمینان تو ہو گیا کہ مکمل قرآنی مصحف ایک جگہ یکجا کر لیا گیا ہے تاکہ حسب ضرورت یہ کام آسکے، مگر اس کی نقول تیار کر کے بلاد اسلامیہ میں تقسیم نہ کی گئیں اور نہ ہی اس کی ضرورت محسوس ہوئی بلکہ لوگوں کو اجازت دے دی گئی کہ وہ اپنے مصاحف کی صحت کے لیے جب چاہیں، اس مصحف سے آکر تقابل کر لیں۔ البتہ عہد عثمانی میں جب فتوحات کا دائرہ بہت بڑھ گیا اور بہت سے عجمی بھی اسلام کے دائرہ میں داخل ہوئے، تو کچھ نئے مسائل پیدا ہونے لگے اور قریب تھا کہ قرآن مجید کے بارے کوئی بہت بڑا فتنہ رونما ہو جائے۔ ان حالات میں حضرت عثمان غنیؓ نے دیگر صحابہ کے مشورے سے تدوین قرآن کے سلسلہ میں ایک اور قدم اٹھایا اور امت کو کسی بڑے فتنے میں مبتلا ہونے سے بچالیا۔ ان کے اس اقدام کی وجہ سے انہیں جامع القرآن کہا جاتا ہے۔

یہ کون سے مسائل تھے اور کون سا فتنہ پیدا ہوئے چاہتا تھا اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے کون سا اقدام کیا، اس کی تفصیلات سمجھنے کے لیے تھوڑا سا پس منظر ضروری ہے:

قرأت قرآن کی سات مختلف نوعیتیں (سَبْعَةُ أَحْرُفِ):

قرآن مجید عربی زبان میں نازل ہوا۔ مکہ میں بسنے والے مختلف قبائل کی بنیادی زبان عربی ہی تھی مگر ایک ہی مضمون و مدعا کو بیان کرنے کے لیے لب و لہجہ اور اسلوب میں فرق تھا۔ ایک قبیلہ کے لوگ ایک بات کو مختلف انداز و لہجے سے بیان کرتے تو اسی بات کو دوسرے کسی اور لہجے سے۔ بالکل اسی طرح جیسے پنجاب میں بسنے والے مختلف لوگوں کی مادری زبان تو پنجابی ہے مگر مختلف علاقوں اور خاندانوں کی پنجابی میں لب و لہجہ اور اسلوب بیان میں فرق پایا جاتا ہے، حتیٰ کہ ایک ہی مضمون و مدعا کو بیان کرنے کے لیے لب و لہجہ کے ساتھ حروف و الفاظ بھی بدل جاتے ہیں مگر مفہوم نہیں بدلتا۔ یہ چیز دنیا کی ہر زبان میں ہمیں نظر آتی ہے چنانچہ لوگوں کی سہولت کے لیے نبی کریم ﷺ کو اس بات کی اجازت دی گئی تھی کہ آپ کی امت اپنی ضرورت کے لیے مختلف اسالیب میں قرآن کی تلاوت کر سکتی ہے جیسا کہ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما

فرماتے ہیں کہ اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا:

((أَقْرَأْنِي جِبْرِيلُ عَلِيَّ حَرْفٍ فَرَأَجَعْتُهُ فَلَمْ أَزَلْ أَسْتَزِيدُهُ وَفَزَيْدُنِي حَتَّى أَنْتَهِيَ إِلَى سَبْعَةِ أَحْرَفٍ))

”مجھے جبریل نے قرآن مجید ایک محاورہ (لہجہ) کے مطابق پڑھایا تو میں نے بااصرار یہ کہا کہ مجھے اور محاوروں میں پڑھنے کی بھی اجازت دی جائے تو وہ (اللہ کے حکم سے) اجازت دیتے گئے حتیٰ کہ سات محاوروں کی مجھے اجازت مل گئی۔“^(۱)

بعض روایات میں ہے کہ جب جبریل نے ایک محاورے کے مطابق آنحضرت ﷺ کو قرآن پڑھایا تو آپ ﷺ نے کہا کہ ”میں اللہ سے اس کی عافیت و مغفرت طلب کرتا ہوں، میری امت (مشقت میں پڑ جائے گی اور صرف) ایک ہی محاورے پر قرآن پڑھنے کی طاقت نہ رکھے گی۔ چنانچہ حضرت جبریل اللہ کے پاس سے ہو کر دوبارہ آئے اور کہا کہ اپنی امت کو دو محاوروں کے مطابق قرآن پڑھائیں۔ اس مرتبہ بھی آپ نے وہی بات کہی کہ میری امت (مشقت میں پڑ جائے گی اور صرف) ایک ہی محاورے پر قرآن مجید پڑھنے کی طاقت نہ رکھے گی، چنانچہ حضرت جبریل پھر اللہ کے پاس سے ہو کر آئے اور کہا کہ اپنی امت کو تین محاوروں کے مطابق قرآن پڑھائیں۔ اس مرتبہ بھی آپ نے وہی بات کہی جو پہلی مرتبہ کہی تھی، چنانچہ اس طرح سات مرتبہ ہوا اور آپ نے اپنی امت کے لیے سات محاوروں میں قرآن پڑھنے کی اجازت حاصل کر لی۔“^(۲)

ان احادیث میں سات محاوروں کی اجازت کا ذکر ہے اور ان کے لیے اصل الفاظ سَبْعَةَ أَحْرَفٍ استعمال ہوئے ہیں، جن کا معنی و مفہوم متعین کرنے میں اہل علم کا زبردست اختلاف ہے۔ علم قراءات کے ماہر علماء مثلاً علامہ ابن جزری، امام ابن قتیبہ وغیرہ اور ان کے علاوہ کئی اور محققین کے بقول سَبْعَةَ أَحْرَفٍ سے مراد ”سات قراءتیں“ نہیں کیونکہ قراءتیں تو سات سے زیادہ ہیں، بلکہ ان کے نزدیک سَبْعَةَ أَحْرَفٍ سے مراد ”اختلاف قراءات کی سات مختلف نوعیتیں“ ہے اور دیگر تمام آراء کے مقابلہ میں یہی رائے دلائل کے لحاظ سے سب سے قوی ہے۔

(۱) [صحیح بخاری، کتاب فضائل قرآن، باب انزل القرآن علی سبعة احرف..... (ح ۴۹۹۱)]

(۲) [صحیح مسلم، کتاب صلاة المسافرين، باب بیان ان القرآن انزل علی سبعة احرف (ح ۸۲۱)]

پھر اختلافِ قراءت کی سات مختلف نوعیتوں سے کیا مراد ہے، اس کے تعین میں بھی اہل علم کا اختلاف ہے مگر یہ اختلاف اعتباری ہے، نتیجے کے اعتبار سے قراءت میں اس سے کوئی فرق واقع نہیں ہوتا کیونکہ اختلافِ قراءت کی مختلف نوعیتوں کو تو اہلسنہ کے سب علماء تسلیم کرتے ہیں مگر ان کی درجہ بندی اور تفصیل میں اختلاف کیا گیا ہے مثلاً:

بعض اہل علم کے نزدیک اختلافِ قراءت کی سات مختلف نوعیتوں سے مراد یہ سات نوعیتیں ہیں:

(۱)..... مفرد اور جمع کا اختلاف، یعنی کسی قراءت میں قرآن کا کوئی لفظ مفرد ہے اور کسی میں وہی جمع جیسے

تمت کلمة ربك اور تمت کلمات ربك۔ ایک میں کلمة ہے اور دوسری میں کلمات۔

(۲)..... مذکر اور مؤنث کا اختلاف، یعنی کسی قراءت میں قرآن کا کوئی لفظ مذکر ہے اور کسی میں وہی مؤنث

جیسے لایقبل اور لا تقبل۔

(۳)..... اعراب و حرکات کا اختلاف۔

(۴)..... صرفی ہیئت کا اختلاف۔

(۵)..... نحوی ہیئت کا اختلاف۔

(۶)..... تبدیلی حروف کا اختلاف۔

(۷)..... لہجوں کا اختلاف۔

نظام الدین نیشاپوری نے اپنی تفسیر غرائب القرآن میں اختلافِ قراءت کی سات نوعیتوں کی مذکورہ بالا درجہ بندی امام مالک کی طرف منسوب کی ہے جبکہ بعض اہل علم کے نزدیک اختلافِ قراءت کی سات

مختلف نوعیتوں سے مراد درج ذیل سات نوعیتیں ہیں:

(۱)..... اسماء کا اختلاف۔ (مفرد و جمع اور مذکر و مؤنث کا اختلاف بھی اس میں شامل ہے)

(۲)..... افعال کا اختلاف۔

(۳)..... اعراب و حرکات کا اختلاف۔

(۴)..... الفاظ کی کمی بیشی کا اختلاف۔

(۵)..... تقدیم و تاخیر کا اختلاف۔

(۶)..... تبدیلی حروف کا اختلاف۔

۷)..... لہجوں کا اختلاف۔^(۱)

یاد رہے کہ اختلافِ قراءات کی درج بالا صورتوں میں قرآنی آیات کے ظاہری معنی اور اجمال و تفصیل کی حد تک تو فرق پیدا ہوتا ہے مگر اس سے قرآنی مفہوم و مدعا میں کوئی تضاد و تناقض واقع نہیں ہوتا جیسا کہ ابن شہاب زہریؒ فرماتے ہیں کہ مجھے یہ بات پہنچی ہے کہ ”قرآن مجید کو جن سات محاوروں میں پڑھنے کی اجازت دی گئی، ان کی نوعیت یہ ہے کہ تعداد میں سات ہونے کے باوجود وہ (مفہوم و مدعا کے لحاظ سے) ایک ہی کے بمنزلہ ہیں یہاں تک کہ (ایک ہی عبارت کو ان مختلف محاوروں میں ادا کرنے کے باوجود) حلال و حرام میں کوئی فرق واقع نہیں ہوتا۔“^(۲)

سَبْعَةَ أَحْرُفٍ کے بارے گزشتہ سطور میں بخاری و مسلم کی جو دو صحیح احادیث بیان کی گئی ہیں، ان سے معلوم ہوتا ہے کہ سَبْعَةَ أَحْرُفٍ [یعنی اختلافِ قراءت کی سات مختلف نوعیتوں] کی اجازت امت کی سہولت کے لیے دی گئی مگر اختلافِ قراءت کی یہ اجازت لوگوں کے لیے فتنے کا ذریعہ بننے لگی اور اختلافِ قراءت کی بنیاد پر لوگوں میں جھگڑے پیدا ہونے لگے، حتیٰ کہ خود عہدِ نبویؐ میں بھی اس طرح کا ایک آدھ واقعہ پیش آ گیا جیسا کہ صحیح بخاری میں ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ، فرماتے ہیں:

”میں نے نبی کریم ﷺ کی زندگی میں ہشام بن حکیم کو سورہ فرقان نماز میں پڑھتے سنا، میں نے ان کی قراءت توجہ سے سنی تو معلوم ہوا کہ وہ سورت میں ایسے حروف (لہجے) پڑھ رہے ہیں کہ مجھے اس طرح آنحضرت ﷺ نے نہیں پڑھایا، قریب تھا کہ میں ان کا سر نماز ہی میں پکڑ لیتا لیکن میں نے بڑی مشکل سے صبر کیا اور جب ہشام نے سلام پھیرا تو میں نے ان کی چادر گریبان سے پکڑ کر پوچھا: یہ سورت تمہیں کس نے پڑھائی ہے جو ابھی میں نے تم سے سنی؟ انہوں نے کہا کہ اللہ کے رسول ﷺ نے مجھے یہ پڑھائی ہے۔ میں نے کہا: تم غلط کہتے ہو کیونکہ اللہ کے رسول ﷺ نے مجھے بھی یہ سورت پڑھائی ہے مگر اس طرح نہیں جس طرح تم نے پڑھی ہے چنانچہ میں اسے اللہ کے رسول ﷺ کے پاس لے گیا اور اللہ کے رسول ﷺ سے عرض کیا کہ میں نے ان کو سورہ فرقان اس طرح پڑھتے سنا ہے جس طرح آپ ﷺ نے مجھے نہیں سکھائی۔ اللہ کے رسول ﷺ نے حضرت ہشام رضی اللہ عنہ سے کہا پڑھو۔ چنانچہ اس نے

(۱) [تفصیل کے لیے دیکھئے: فتح الباری شرح صحیح بخاری (ج ۹ ص ۲۴)]

(۲) [صحیح مسلم، کتاب صلاة المسافرين، باب بیان ان القرآن انزل علی سبعة احرف (بذیل حدیث ۸۱۹)]

وہ سورت پھر اسی طرح پڑھی جس طرح میں نے اس سے سنی تھی۔ اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا: ہاں یہ اسی طرح نازل ہوئی ہے پھر آپ ﷺ نے مجھ سے کہا کہ تم پڑھو، تو میں نے وہ سورت اس طرح پڑھی جس طرح اللہ کے رسول ﷺ نے مجھے پڑھائی تھی تو اللہ کے رسول ﷺ نے مجھ سے بھی یہی فرمایا کہ یہ اسی طرح نازل ہوئی ہے۔ پھر آپ ﷺ نے فرمایا کہ یہ قرآن سات حرفوں (محاوروں، لہجوں) میں نازل ہوا ہے پس تمہیں ان میں سے جو آسان لگے اس کے مطابق تم پڑھ لو۔^(۱)

یہ اختلاف عہد نبویؐ میں پیش آیا، بعد میں بھی اس طرح کے اختلاف کا امکان تھا مگر اللہ کے رسول ﷺ سے قرآن پڑھنے اور سننے والے قراء کی موجودگی میں ایسے کسی بھی اختلاف کو اس بنیاد پر حل کیا جاسکتا تھا کہ اس قراءت کی اللہ کے رسول کی طرف سے اجازت ہے یا نہیں، لیکن بعد میں جب فتوحات کا دائرہ بہت وسیع ہو گیا اور عجمیوں کی ایک بڑی تعداد مسلمان ہو گئی اور دوسری طرف بہت سے قراء صحابی بھی شہید ہو گئے تو معلومات اور قراء کرام کی کمی کی وجہ سے ایسے بہت سے اختلافات پیدا ہونے لگے، بالخصوص عجمی علاقوں میں۔ اور وہاں ان اختلافات کے حل کے لیے نہ تو ہر وقت کوئی قاری صحابی موجود ہوتا اور نہ کوئی ایسا مستند تحریری مصحف دستیاب تھا کہ جس پر رسم الخط کے ذریعے ان تمام قراءات کا اہتمام بھی ہو جو اللہ کے رسول ﷺ کی طرف سے جائز قرار دی گئی تھیں اور نہ ہی اس کے علاوہ ان اختلافات کے حل کے لیے کوئی اور حتمی فارمولہ موجود تھا۔

جب ایسا ہی ایک اختلاف حضرت عثمانؓ کے دورِ خلافت میں آذربائیجان اور آرمینیا کے علاقے میں پیش آیا تو اس مسئلہ کے حل کے لیے سنجیدہ طور پر کوشش کی گئی تاکہ اس طرح کے اختلافات کا یقینی طور پر خاتمہ ہو جائے اور امت قرآن مجید کے بارے کسی فتنے کا شکار نہ ہو جائے۔

اب ان اختلافات کے حل کا ایک طریقہ تو یہ تھا کہ صرف ایک ہی قراءت باقی رکھی جاتی اور اس کے سوا ہر قراءت کو ختم کر دیا جاتا مگر اس میں دقت یہ تھی کہ جب اللہ کے رسول ﷺ نے اس چیز کو جائز قرار دیا اور امت کے لیے باعثِ رحمت سمجھتے ہوئے اللہ سے اس کی خصوصی اجازت حاصل کی تو پھر کسی صحابی کو کیا حق پہنچتا ہے کہ وہ اسے ختم کرے۔ بعض لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے ازارہ مصلحت دیگر صحابہ

(۱) [صحیح بخاری، کتاب فضائل القرآن، باب انزل القرآن علی سبعة احرف (ح ۴۹۹۲) صحیح

مسلم، کتاب صلاة المسافرين، باب بیان ان القرآن انزل علی سبعة احرف (ح ۸۱۸)]

کے مشورہ سے یہی اقدام کیا کہ ایک قراءت کے علاوہ باقی سب قراءتوں کو ختم کر دیا، اس لیے پاک وہند وغیرہ کی موجودہ ایک قراءت کے علاوہ باقی سب قراءتیں غلط ہیں۔ اور بعض لوگ اس بنیاد پر باقی قراءات کو غلط کہتے ہیں کہ یہ قراءات اس رسم الخط کی وجہ سے خود بخود لوگوں میں پیدا ہو گئی تھیں جو حضرت عثمان نے اختیار کیا تھا، لیکن تاریخی حقائق ان دونوں طرح کے نقطہ ہائے نظر کی سراسر تردید کرتے ہیں، علاوہ ازیں قراءت کرام کے ہاں تسلسل کے ساتھ علم قراءت کا جو سلسلہ چلا آ رہا ہے، وہ بھی اس نقطہ نظر کی نفی کرتا ہے۔

بعض لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ سَبْعَةُ أَحْرَفٍ سے مراد عرب کے سات بڑے قبائل کی لغات ہیں اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے لوگوں کے اختلافات کو حل کرنے کے لیے یہ کیا کہ ان میں سے ایک قبیلہ قریش کی لغت کو باقی رکھتے ہوئے باقی چھ لغات کو ختم کر دیا اور قراءت کے موجودہ اختلافات اب اسی ایک ہی لغت قریش کے اندر محیط ہیں اور انہوں نے اتنا بڑا قدم اس بنیاد پر اٹھایا کہ سات لغات کی اجازت کی ایک مخصوص ضرورت تھی اور وہ یہ کہ لوگ نئے نئے اسلام کی طرف آرہے تھے اور انہیں اسلام کی طرف مائل کرنے کے لیے یہ سہولت دی گئی تھی مگر جب بعد میں اسلام ان کے دلوں میں راسخ ہو گیا اور لغت قریش سے وہ مانوس ہو گئے تو باقی لغات کی وہ ضرورت باقی نہ رہی جو پہلے تھی، اس لیے انہوں نے باقی لغات کو ختم کر دیا تاکہ ان کی بنیاد پر قراءت کا اختلاف پیدا نہ ہو۔

یہ نقطہ نظر سب سے پہلے مشہور مفسر و مورخ علامہ ابن جریر طبری نے پیش کیا اور بڑا مشہور ہوا مگر یہ نقطہ نظر بھی درست نہیں۔ اس لیے کہ ان کے سامنے اصل سوال یہ ہے کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے چھ لغات کیوں ختم فرمائیں، اس کا جواب اس نقطہ نظر کے قائلین کے ہاں یہی ہے کہ قراءت قرآن میں لوگوں کے باہمی اختلافات کو ختم کرنے کی وجہ سے ایسا کیا گیا۔ اور اگر یہی وجہ تھی تو پھر ایک ہی لغت میں جو اختلاف قراءات بعد میں بھی باقی رہے، انہیں آخر کیوں باقی رکھا گیا؟ اور ایک لغت کو باقی رکھنے کے باوجود اتنا ہی اختلاف پھر بھی باقی رہا تو باقی لغات کو ختم کرنے سے پھر کیا فائدہ ہوا؟ اس اعتراض کا کوئی تشفی بخش جواب اس نقطہ نظر کے قائلین کے ہاں نہیں ہے۔ اس نقطہ نظر کے کمزور ہونے کی اور بھی کئی وجوہات ہیں۔

ہماری رائے میں اختلاف قراءت کی بنیاد پر لوگوں میں جو جھگڑے پیدا ہونے لگے، اس کی وجہ علم قراءت سے عدم واقفیت تھی اور ان کے حل کا یہ طریقہ نہ تو درست ہو سکتا تھا کہ لوگوں کو اس بارے بتانے کی بجائے اس علم ہی کو ختم کر دیا جائے اور نہ ہی یہ طریقہ صحابہ نے اختیار کیا۔ بلکہ ان کے سامنے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا

ایک واضح نمونہ موجود تھا اور وہ یہ کہ جب اللہ کے رسول ﷺ کے دور میں اسی طرح کا ایک اختلاف حضرت عمر رضی اللہ عنہ اور حضرت ہشام رضی اللہ عنہ میں پیدا ہوا تو اللہ کے رسول ﷺ نے بجائے اختلاف قراءت کی گنجائش کو ختم کرنے کے، اس کا یہ حل نکالا کہ دونوں صحابیوں کو اس سے آگاہ کر دیا کہ اس آیت کی قراءت اس طرح بھی ٹھیک ہے جس طرح ہشام رضی اللہ عنہ پڑھتے ہیں اور اس طرح بھی درست ہے جس طرح عمر رضی اللہ عنہ نے سیکھا اور سنا ہے۔

چنانچہ اسی بنیاد پر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے یہ کیا کہ جو قراءتیں اللہ کے رسول ﷺ سے ثابت تھیں اور انہیں منسوخ بھی نہیں کیا گیا تھا، آپ نے ان قراءتوں سے لوگوں کو آگاہ کرنے کے لیے سرکاری سطح پر ایسے نسخے تیار کروائے جو اپنے رسم الخط کے ذریعے قریب قریب تمام قراءات کا احاطہ کر سکتے تھے اور پھر انہوں نے یہ نسخے بلاد اسلامیہ میں بھیج دیے اور لوگوں کو پابند کر دیا کہ انہی نسخوں کو اپنے سامنے رکھیں اور ان کے علاوہ ہر وہ نسخہ جو اس سے مطابقت نہ رکھتا ہو، اسے تلف کر دیا جائے۔ مستند روایات میں ہمیں اس بارے میں یہی معلومات ملتی ہیں جیسا کہ صحیح بخاری میں ہے کہ

”حضرت حذیفہ بن یمان رضی اللہ عنہ، حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے پاس آئے، اس وقت حضرت عثمان رضی اللہ عنہ، آرمینیا اور آذربایجان کی فتح کے سلسلہ میں شام کے غازیوں کے لیے جنگ کی تیاریوں میں مصروف تھے تاکہ وہ اہل عراق کو ساتھ لے کر جنگ کریں۔ حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ لوگوں کے قرآن مجید کی قراءت میں اختلاف کی وجہ سے بہت پریشان تھے، انہوں نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے کہا: امیر المؤمنین! اس سے پہلے کہ یہ امت بھی یہودیوں اور عیسائیوں کی طرح اللہ کی کتاب میں اختلاف کرنے لگے، آپ اس کی خبر لیجیے۔ چنانچہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ کے ہاں پیغام بھیجا کہ وہ صحیفہ (جنہیں حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے حضرت زید رضی اللہ عنہ کے ذریعے پورے اہتمام سے جمع کیا تھا اور ان پر مکمل قرآن مجید کا متن تحریر تھا) ہمیں دے دیں تاکہ ہم اس سے (کتابی شکل میں) مزید مصاحف کی نقلیں تیار کر لیں پھر اصل ہم آپ کو واپس کر دیں گے۔ حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ نے وہ سب صحیفے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے پاس بھیج دیئے اور انہوں نے زید بن ثابت، عبد اللہ بن زبیر، سعد بن عاص، عبد الرحمن بن حارث بن ہشام رضی اللہ عنہم کی یہ ذمہ داری لگائی کہ وہ ان سے مزید مصحف تیار کریں۔ اس گروہ کے تین قریبی صحابیوں سے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے کہا کہ اگر آپ لوگوں کا قرآن مجید کے کسی لفظ کے [رسم

الخط کے [سلسلہ میں زید رضی اللہ عنہ سے اختلاف ہو تو اسے قریش کی زبان کے مطابق لکھنا کیونکہ قرآن مجید قریش ہی کی زبان کے مطابق نازل ہوا تھا، چنانچہ ایسا ہی کیا گیا۔ پھر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے اصل نسخہ حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا کو واپس بھجوادیا اور اس کی تیار کردہ نقلوں میں سے ایک ایک نسخہ اپنی مملکت کے ہر علاقے میں بھجوادیا اور ساتھ ہی یہ حکم بھی دیا کہ اس (سرکاری) نسخے کے سوا ہر قرآنی نسخہ (جو اس سے مطابقت نہ رکھتا ہو) جلا دیا جائے۔“^(۱)

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے جو مصاحف تیار کروائے، ان میں جس رسم الخط کو استعمال کیا گیا اس پر نہ نقطے تھے اور نہ اعراب (حرکات) اور ایسا انہوں نے صرف اس لیے کیا کہ وہ تمام قراءات بھی ان میں سما سکیں جن کا ثبوت اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے ملتا ہے اور انہیں آپ نے منسوخ بھی نہیں فرمایا۔ اور جہاں یہ ممکن نہ تھا وہاں یہ کیا گیا کہ اگر کسی جگہ دو طرح کی قراءات تھیں تو ایک مصحف میں ایک قراءت کو مد نظر رکھا گیا اور دوسرے میں دوسری قراءت کو، تاکہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے جتنی بھی قراءات ثابت ہیں، وہ سب امت کے سامنے آ جائیں اور تمام بلادِ اسلامیہ میں پھیل جائیں۔ اس مقصد کے لیے حضرت عثمان نے صرف مصاحف کی نقلوں ہی پر اکتفا نہ کیا بلکہ ان میں سے ہر مصحف کے ساتھ ایک قاری بھی بھیجا تاکہ وہ لوگوں کو ان قراءات کی ادائیگی کی تعلیم بھی دے اور اختلاف کے موقع پر ان میں فیصلہ بھی کر سکے۔

ان قراء کرام کی ضرورت اس لیے بھی تھی کہ قرآن مجید کی بعض قراءات ایسی تھیں جو ضبطِ تحریر میں نہیں لا جاسکتی تھیں بلکہ ان کے لیے ادائیگی اور تلفظ کی ضرورت تھی۔

اس کے علاوہ آپ رضی اللہ عنہ نے ایک اہتمام یہ کیا کہ سورتوں کو بھی ایک ترتیب دے دی حالانکہ اس سے پہلے حضرت ابو بکرؓ کے دور میں جب قرآن مجید کے تحریری اجزاء ایک جگہ جمع کیے گئے، تو اس وقت سورتوں کو ترتیب نہیں دیا گیا تھا۔

گویا اس طرح وہ نسخہ جسے حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے پوری گواہیوں کے ساتھ تیار کیا تھا، اسے کتابی شکل میں مرتب کر کے اس کی نقلیں بلادِ اسلامیہ میں پھیلا دی گئیں اور اس کے علاوہ بقیہ تمام نسخے ضائع کر دیئے گئے۔ یہ سب اس لیے کیا گیا کہ قرآن مجید اسی شکل میں محفوظ رہے جس شکل میں اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے امت کے سامنے پیش کیا تھا اور جہاں تک اس کی قراءات کے لہجوں اور محاوروں میں اختلاف کی گنجائش تھی،

(۱) [صحیح بخاری، کتاب فضائل القرآن، باب جمع القرآن (ح ۴۹۸۷)]

وہ بھی اس حد تک باقی رہے جس حد تک اللہ کے رسول ﷺ نے پہلے سے دے رکھی تھی۔ اور وہ تمام نسخے جو نامکمل تھے یا جن میں حواشی، تفسیری احادیث، اسباب نزول اور ذاتی یادداشتیں وغیرہ بھی لوگوں نے ملا رکھی تھیں، انہیں تلف کر دیا گیا تاکہ ان کی وجہ سے آئندہ کبھی اختلاف کا موقع پیدا نہ ہو سکے۔

اس سلسلہ میں حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے جس جرأت اور دانشمندی سے کام لیا اس کا نتیجہ یہ نکلا کہ تمام مسلمان ایک ایسے قرآنی نسخہ پر جمع ہو گئے جس میں صرف اور صرف وہ متن تھا جو قرآن کی حیثیت سے نبی کریم ﷺ پر نازل ہوا اور اس میں سے کوئی چیز منسوخ بھی نہیں ہوئی تھی اور قراءت کی بنیاد پر ان میں جو جھگڑے شروع ہو چکے تھے، اختلاف قراءت کی موجودگی کے باوجود وہ ہمیشہ کے لیے ختم ہو گئے۔ آپ کی اسی خدمت کی وجہ سے آپ کو جامع القرآن کہا جاتا ہے۔

یہ بات بھی یاد رہے کہ آپ کے اس فعل پر دیگر صحابہ نے کوئی اعتراض نہیں کیا۔ بعض روایات کے مطابق حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے اپنا ذاتی نسخہ دینے سے انکار کیا تھا اور اس کی وجہ یہ نہ تھی کہ وہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے تیار کردہ نسخوں کو درست نہ سمجھتے تھے اور نہ ہی انہوں نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ پر ایسا کوئی اعتراض کیا بلکہ ان کی رائے یہ تھی کہ میرا نسخہ مجھے عزیز ہے، اس لیے یہ میرے پاس رہنے دیا جائے۔ حالانکہ ان کے نسخے میں سورتوں کی ترتیب بھی ان کی اپنی تھی، پھر معوذتین کے بارے ان کا خیال تھا کہ یہ سورتیں قرآن کے جز کے طور پر نہیں بلکہ دم اور تعویذ کے طور پر نازل ہوئی تھیں، اس لیے انہیں مصحف میں لکھنا درست نہیں مگر دیگر صحابہ ان کے اس خیال سے متفق نہ تھے۔^(۱)

اس لیے اگر انہیں یہ اجازت دے دی جاتی تو بہت سے اور صحابہ بھی اس کی اجازت مانگتے، جن کے پاس اپنے ذاتی مصاحف تھے اور ان میں سورتوں کی ترتیب ایک جیسی نہ تھی، اس کے علاوہ ان میں متن قرآن کے علاوہ اور معلومات بھی درج تھیں حتیٰ کہ بعض نے تو بے خبری میں آخر تک وہ آیات بھی درج رکھیں، جنہیں بعد میں منسوخ کر دیا گیا تھا۔ اگر ان سب کو اپنے نسخے باقی رکھنے کی اجازت مل جاتی تو شدید خطرہ تھا کہ کل کو یہی نسخے صحت قرآن کے بارے شکوک و شبہات کا ذریعہ بن جائیں گے۔ اس لیے ایسے تمام مصاحف کو بہر صورت تلف کر دیا گیا۔

بعض تاریخی روایات میں ہے کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے بھی سختی کے ساتھ ان کا نسخہ

(۱) [صحیح بخاری، کتاب التفسیر، سورۃ قل اعوز برب الناس (ح) ۴۹۷۷]

حاصل کر کے ضائع کر دیا۔ اگر یہ روایات درست نہ ہوں تو تب بھی یہ حقیقت ہے کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے تیار کردہ نسخوں کے علاوہ اب کوئی اور نسخہ دنیا میں باقی نہیں اور عثمان رضی اللہ عنہ نے جو نسخے تیار کروائے تھے، انہی کی نقول بغیر کسی اختلاف کے بعد میں چلتی رہیں۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے تیار کردہ نسخوں میں سے تین اور بقول بعض چار نسخے آج بھی دنیا میں موجود ہیں۔ ایک تاشقند میں، دوسرا استنبول میں ”توپ قاپی سرائے میوزیم“ میں (اس نسخہ میں سورہ بقرہ کی آیت **فَسَيَكْفِيكَهُمُ اللَّهُ** پر سرخ دھبے پائے جاتے ہیں اور کہا جاتا ہے کہ جب حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو شہید کیا گیا تو وہ ان آیات کی تلاوت کر رہے تھے اور وہی صفحہ کھلا ہوا تھا جو ان الفاظ سے شروع ہوتا تھا) تیسرا نسخہ ”انڈیا آفس لائبریری“ (لندن) میں ہے اور چوتھا غالباً دمشق میں۔

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے سرکاری اہتمام کے ساتھ امت کو جس طرح ایک محفوظ قرآنی متن پر جمع کیا، اس کے دور رس اثرات مرتب ہوئے، چنانچہ ان کے بعد جتنے بھی قرآنی مصحف تیار کیے گئے، ان میں کہیں کمی بیشی یا اختلاف نہیں ہے حتیٰ کہ بعض غیر مسلموں نے یہ سوچتے ہوئے ان قلمی نسخوں کو جمع کیا کہ ان میں ضرور اختلافات ہوں گے اور ان اختلافات کی بنیاد پر قرآن کی حقانیت و حفاظت کے بارے شکوک و شبہات پیدا کیے جائیں گے مگر وہ ایسا کرنے میں ناکام ہو گئے۔ ذیل میں ایسی ہی ایک اہم مثال مشہور مورخ ڈاکٹر حمید اللہ کے حوالے سے ملاحظہ فرمائیے:

”کچھ عرصہ پہلے کا ذکر ہے، جرمنی کے عیسائی پادریوں نے یہ سوچا کہ حضرت عیسیٰؑ کے زمانے میں آرامی زبانوں میں جو انجیل تھی، وہ تو اب دنیا میں موجود نہیں۔ اس وقت قدیم ترین انجیل یونانی زبان میں ہے اور یونانی سے ہی ساری زبانوں میں اس کے ترجمے ہوئے ہیں۔ لہذا یونانی مخطوطوں کو جمع کیا جائے اور ان کا آپس میں مقابلہ کیا جائے۔ چنانچہ یونانی زبان میں انجیل کے نسخے جتنے دنیا میں پائے جاتے تھے، کامل ہوں کہ جزئی، ان سب کو جمع کیا گیا اور ان کے ایک ایک لفظ کا باہم مقابلہ (Collation) کیا گیا۔ اس کی جو رپورٹ شائع ہوئی اس کے لفظ یہ ہیں: ”کوئی دولاکھ اختلافی روایات ملتی ہیں۔“ اس کے بعد یہ جملہ ملتا ہے: ”ان میں سے ۱۱/۸ ہم ہیں۔“ یہ ہے انجیل کا قصہ۔

غالباً اس رپورٹ کی اشاعت کے بعد کچھ لوگوں کو قرآن کے متعلق حسد پیدا ہوا۔ جرمنی ہی میں میونخ یونیورسٹی میں ایک ادارہ قائم کیا گیا ”قرآن مجید کی تحقیقات کا ادارہ“۔ اس کا مقصد یہ تھا کہ ساری

دنیا سے قرآن مجید کے قدیم ترین دستیاب نسخے خرید کر، فوٹو لے کر، جس طرح بھی ممکن ہو جمع کیے جائیں۔ جمع کرنے کا یہ سلسلہ تین سلسلوں تک جاری رہا۔ جب میں ۱۹۳۳ء میں پیرس یونیورسٹی میں تھا، تو اس کا تیسرا ڈائریکٹر پریٹزل Pretzel پیرس آیا تھا تاکہ پیرس کی پبلک لائبریری میں قرآن مجید کے جو قدیم نسخے پائے جاتے ہیں، ان کے فوٹو کاٹھل کرے۔ اس پروفیسر نے مجھ سے شخصاً بیان کیا کہ اس وقت (یہ ۱۹۳۳ء کی بات ہے) ہمارے انسٹی ٹیوٹ میں قرآن مجید کے بیالیس ہزار (۲۲۰۰۰) نسخوں کے فوٹو موجود ہیں اور مقابلے (Collation) کا کام جاری ہے۔ دوسری جنگ عظیم میں اس ادارے کی عمارت پر ایک امریکی بم گر اور عمارت، اس کا کتب خانہ اور علمہ سب کچھ برباد ہو گیا۔ لیکن جنگ کے شروع ہونے سے کچھ ہی پہلے ایک عارضی رپورٹ شائع ہوئی تھی۔ اس رپورٹ کے الفاظ یہ ہیں کہ قرآن مجید کے نسخوں میں مقابلہ کا جو کام ہم نے شروع کیا تھا، وہ ابھی مکمل تو نہیں ہوا لیکن اب تک جو نتیجہ نکلا ہے، وہ یہ ہے کہ ان نسخوں میں کہیں کہیں کتابت کی غلطیاں تو ملتی ہیں لیکن اختلافات روایت ایک بھی نہیں۔

ان دونوں میں فرق یہ ہے کہ کتابت کی جو غلطی ایک نسخے میں ہوگی وہ کسی دوسرے نسخوں میں نہیں ہوگی مثلاً فرض کیجیے: ”بسم اللہ الرحیم“ میں الرحمن کا لفظ نہیں لیکن یہ صرف ایک نسخے میں ہے۔ باقی کسی نسخے میں ایسا نہیں ہے، سب میں ”بسم اللہ الرحمن الرحیم“ ہے۔ اس کو ہم کاتب کی غلطی کہیں گے۔ یا کہیں کوئی لفظ بڑھ گیا ہے مثلاً ایک نسخے میں ”بسم اللہ الرحمن الرحیم“ ہے باقی نسخوں میں نہیں ہے، تو اسے کاتب کی غلطی قرار دیں گے۔ وہ کہتے ہیں کہ ایسی چیزیں کہیں کہیں سہو قلم یعنی کاتب کی غلطی سے ملتی ہیں۔ لیکن اختلاف روایت، یعنی ایک ہی فرق کئی نسخوں میں ملے، ایسا کہیں نہیں ہے۔ یہ ہے قرآن مجید کی تاریخ کا خلاصہ، جس سے ہمیں محسوس ہوتا ہے کہ قرآن مجید میں خدا کا جو فرمان ہے: **إِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّكْرَ وَإِنَّا لَهُ لَحَافِظُونَ** (ہم ہی اسے نازل کرتے ہیں اور ہم ہی اس کی حفاظت کریں گے) یہ تمام واقعات جو میں نے آپ سے بیان کیے، اس آیت کی حرف بحرف تصدیق کرتے ہیں۔“^(۱)



(۱) [خطبات بہاولپور، از: ڈاکٹر حمید اللہ (ص ۱۶، ۱۷) ادارہ تحقیقات اسلامی، اسلام آباد]

قرآن مجید کی تلاوت

[تلاوت قرآن کی فضیلت اور آداب کا بیان]

قرآن مجید کے ساتھ ہمارا دوسرا تعلق یہ ہونا چاہیے کہ ہم ذوق اور شوق کے ساتھ اس کی تلاوت کریں حتیٰ کہ تلاوت قرآن کو اپنے روزانہ کے معمولات میں شامل کر لیں۔ تلاوت قرآن جہاں قرآن مجید سے محبت کی علامت اور اس پر ایمان لانے کا لازمی نتیجہ ہے، وہاں یہ انتہائی اجر و ثواب اور رضائے الہی کا ذریعہ بھی ہے۔ اس باب میں تلاوت قرآن کے فضائل اور آداب وغیرہ پر روشنی ڈالی گئی ہے۔

فضائل قرآن

[1].....قرآن مجید کے عمومی فضائل

قرآن مجید کی سب سے بڑی فضیلت یہ ہے کہ یہ اس ذاتِ بابرکات کا کلام ہے جو ساری کائنات کی خالق و مالک ہے۔ اور ظاہر ہے کائنات کے مقابلے میں جو حیثیت اللہ تعالیٰ کو حاصل ہوگی، تمام کتابوں اور کلاموں کے مقابلے میں وہی حیثیت اس کی کتاب قرآن مجید کو حاصل ہونی چاہیے۔ اسی لیے ایک حدیث قدسی میں ہے:

((قال قال رسول الله ﷺ: يَقُولُ الرَّبُّ تَبَارَكَ وَتَعَالَى: مَنْ شَعَلَهُ الْقُرْآنُ عَنْ ذِكْرِي وَمَسْأَلَتِي أُعْطِيَتْهُ أَفْضَلَ مَا أُعْطِيَ السَّائِلِينَ وَفَضَّلَ كَلَامَ اللَّهِ تَعَالَى عَلَى سَائِرِ الْكَلَامِ كَفَضَّلِي اللَّهُ عَلَى خَلْقِهِ))

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ اللہ تبارک و تعالیٰ کا ارشاد ہے: ”جس شخص کو قرآن مجید (کے مطالعہ) نے میرا ذکر کرنے اور مجھ سے دعا مانگنے سے روکا، اسے میں دوسرے دعا مانگنے والوں کے مقابلہ میں افضل چیز سے نوازوں گا۔“ (اس کے بعد رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں کہ) ”اللہ کے کلام کو دوسرے کلاموں پر وہی فضیلت حاصل ہے جو اللہ تعالیٰ کو اپنی مخلوق پر حاصل ہے۔“ (۱)

یہ بھی قرآن مجید کی فضیلت ہے کہ جس رات اس کے نزول کا آغاز ہوا، اس رات کو اللہ تعالیٰ نے لیلتہ القدر (یعنی قدر و منزلت والی رات) قرار دے دیا اور اس رات کی عبادت کو ہزار مہینوں کی راتوں (یعنی کم و بیش تراسی ۸۳ سال) کی عبادت سے افضل قرار دیا۔

(۱) [ترمذی، کتاب فضائل القرآن، باب الارجل يحملن الی قومہ لابلغ کلام ربی (باب ۱۵- ح ۲۹۲۶) دارمی

ایضاً، باب فضل کلام اللہ علی سائر الکلام (ح ۲۲۵۶) اس روایت کو بعض اہل علم (مثلاً علامہ البانی) وغیرہ ضعیف قرار دیتے ہیں مگر بعض اہل علم حسن قرار دیتے ہیں جیسا کہ علامہ عبدالرزاق مہدی نے اسے تفسیر قرطبی کی تخریج میں شواہد کی

بنیاد پر حسن قرار دیا ہے۔ دیکھیے: تفسیر قرطبی (ج ۱ ص ۲۱) [۲۱]

قرآن مجید کی فضیلت کے بارے بہت سی احادیث مروی ہیں۔ بعض احادیث کی استنادی حیثیت تو ٹھیک نہیں مگر بعض احادیث صحیح و مستند ہیں۔ آئندہ سطور میں ہم فضیلت قرآن سے متعلق صحیح احادیث درج کر رہے ہیں جبکہ آگے فصل نمبر تین (۳) میں ہم نے اس بارے مروی ضعیف احادیث علیحدہ طور پر جمع کر دی ہیں۔

(۱): ((عن ابی مالک الاشعری قال قال رسول اللہ ﷺ: الْقُرْآنُ حُجَّةٌ لَكَ أَوْ عَلَيْكَ))

”حضرت ابو مالک اشعری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ اللہ کے رسول ﷺ نے ارشاد فرمایا: قرآن مجید (روز قیامت) تمہارے حق میں گواہی دے گا یا پھر تمہارے خلاف گواہی دے گا۔“^(۱)

مطلب یہ کہ اگر تم قرآن مجید سے محبت رکھو گے، اسے پڑھو گے، اس کی تعلیمات پر عمل کرو گے تو روز قیامت یہ تمہارے حق میں گواہ بن جائے گا اور اللہ کے دربار میں تمہاری سفارش کرے گا اور اگر تم اس سے اعراض کرو گے اور اس کی تلاوت اور اس کے احکام پر عمل چھوڑ دو گے تو روز قیامت یہ تمہارے خلاف اللہ کی عدالت میں گواہ بن کر پیش ہوگا۔

قرآن مجید خود اللہ کا کلام ہے اور روز قیامت اللہ تعالیٰ اسے قوت گویائی عطا فرمائیں گے۔ ظاہر ہے جب یہ کسی کے حق میں یا کسی کے خلاف گواہی دے گا تو اس کی گواہی کو چیلنج بھی نہ کیا جاسکے گا.....!

(۲): ((عن ابی امامة قال سمعت رسول اللہ ﷺ يقول: اقرأوا القرآن فإنه يأتي يوم

القيامة شفيعا لأصحابه))

”حضرت ابو امامہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے نبی کریم ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے: قرآن

مجید پڑھا کرو کیونکہ یہ قیامت کے دن اپنے پڑھنے والوں کے لیے سفارشی بن کر آئے گا۔“^(۲)

اس حدیث میں بھی اسی بات کی وضاحت ہے جو پچھلی حدیث میں بیان ہوئی ہے۔ آئندہ حدیث میں یہی بات اس طرح بھی مذکور ہے:

(۳): ((عن جابر قال قال رسول اللہ ﷺ: الْقُرْآنُ شَافِعٌ مُشْفَعٌ وَمَاحِلٌ مُصَدِّقٌ مَنْ

جَعَلَهُ أَمَامَهُ قَادَهُ إِلَى الْجَنَّةِ وَمَنْ جَعَلَهُ خَلْفَهُ خَلَفَتْ ظَهْرَهُ سَاقَهُ إِلَى النَّارِ))^(۳)

(۱) [صحیح مسلم، کتاب الطہارۃ، باب فضل الوضوء (ح ۲۲۲) مسند احمد (ج ۵ ص ۳۴۲)]

(۲) [صحیح مسلم، کتاب صلاة المسافرين، باب فضل قرآۃ القرآن وسورة البقرة (ح ۸۰۴)]

(۳) [صحیح ابن حبان (ج ۱ ص ۳۳۱)]

”حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا: قرآن مجید (روز قیامت اپنے پڑھنے والوں کی) سفارش کرے گا اور اس کی سفارش قبول کی جائے گی۔ اور (اپنے پڑھنے والے کے حق میں) یہ جھگڑا کرے گا اور اس کی بات مانی جائے گی۔ جس نے اس قرآن کو اپنا رہبر و رہنما بنالیا، اسے یہ جنت میں لے جائے گا اور جس نے اسے پس پشت ڈال دیا، اسے یہ جہنم میں لے جائے گا۔“

(۴): ((عَنْ جُبَيْرٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ: أَبَشِّرُوا فَإِنَّ هَذَا الْقُرْآنَ طَرَفُهُ بِيَدِ اللَّهِ وَطَرَفُهُ بِأَيْدِيكُمْ فَتَمَسَّكُوا بِهِ فَإِنَّهُ لَنْ تَهْلِكُوا وَلَنْ تَصِلُوا بَعْدَهُ أَبَدًا))

”حضرت جبریل رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا: قرآن مجید کا ایک سرا، اللہ کے ہاتھ میں ہے جبکہ دوسرا تمہارے ہاتھ میں ہے۔ تم اسے مضبوطی سے پکڑ لو اور اگر تم نے اسے مضبوطی کے ساتھ پکڑ لیا تو تم کبھی گمراہ نہیں ہو گے۔“ (۱)

اس سے معلوم ہوا کہ قرآن مجید ہدایت کا راستہ دکھاتا ہے اور اس پر عمل کرنے والا کبھی گمراہ نہیں ہو سکتا اور ظاہر ہے جب وہ دنیا میں گمراہ ہونے سے بچ گیا تو آخرت میں اللہ کے عذاب سے بھی بچ جائے گا۔

(۵): ((عَنْ عُمَرَ قَالَ أَمَّا إِنْ نَبَيْتُمْكُمْ قَدْ قَالَ: إِنَّ اللَّهَ يَرْفَعُ بِهَذَا الْكِتَابِ أَقْوَامًا وَيَضَعُ بِهِ آخَرِينَ))

”حضرت عمر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ لوگوں! تمہارے نبی نے یہ فرمایا ہے کہ: اللہ تعالیٰ اس قرآن کے ذریعے بعض لوگوں کو بلندی عطا کرتے ہیں اور اسی کے ذریعے بعض لوگوں کو ذلت اور پستی میں دھکیل دیتے ہیں۔“ (۲)

مطلب یہ کہ جو لوگ قرآن مجید کی تعلیمات پر عمل کرتے ہیں، قرآن کی برکت سے انہیں دنیا و آخرت دونوں جگہ رفعت و عظمت حاصل ہوتی ہے، اور جو لوگ قرآنی تعلیمات کو پس پشت ڈال دیں، تو اللہ تعالیٰ بھی انہیں ذلیل و رسوا کر دیتے ہیں خواہ وہ اپنے تئیں کتنا ہی مسلمانی کا دعویٰ کرنے والے کیوں نہ ہوں۔ اس کی اس سے بڑھ کر عملی مثال کیا ہوگی کہ صحابہ کرامؓ نے قرآن مجید پر صحیح معنوں میں عمل کیا جس کے نتیجے میں انہیں دنیا و آخرت ہر جگہ عزت ملی اور آج ہم قرآن مجید کو عملاً اپنی زندگیوں سے نکال چکے ہیں جس کا نتیجہ یہ ہے کہ ہمیں ہر جگہ ذلت و ناکامی کا سامنا ہورہا ہے.....!

(۲) [صحیح مسلم، کتاب صلوة المسافرین (ح-۸۱۷)]

(۱) [صحیح الجامع الصغیر (ح-۲۴)]

[2]..... تلاوت قرآن کے فضائل

بہت سی صحیح احادیث میں تلاوت قرآن مجید کی بہت زیادہ فضیلت بیان ہوئی ہے۔ جن میں سے چند ایک کا تذکرہ ذیل میں کیا جا رہا ہے:

(۱): ((عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ مَسْعُودٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ: مَنْ قَرَأَ حَرْفًا مِنْ كِتَابِ اللَّهِ فَلَهُ بِهِ حَسَنَةٌ وَالْحَسَنَةُ بِعَشْرِ أَمْثَالِهَا لَا أَقُولُ ﴿الْم﴾ حَرْفٌ وَلَكِنْ أَلِفٌ حَرْفٌ وَلَا م حَرْفٌ وَمِيمٌ حَرْفٌ))

”حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ اللہ کے رسول نے فرمایا: جس شخص نے قرآن مجید کا ایک حرف پڑھا، اسے اس کے بدلے ایک ایسی نیکی ملے گی جس کا بدلہ دس گنا ہے۔ (یعنی دس نیکیوں کا ثواب ملے گا) اور میری مراد یہ نہیں کہ الٰم ایک حرف ہے بلکہ (اس میں) الف ایک حرف ہے، لام ایک اور حرف ہے اور میم ایک اور حرف ہے۔“ (۱)

تلاوت قرآن کی فضیلت کے بارے یہ بڑی واضح حدیث ہے۔ اس میں ایک ایک حرف کی فضیلت اور ثواب بیان کر دیا گیا تاکہ جو شخص جتنا قرآن پڑھے، اسے خود بھی اندازہ ہو جائے کہ میں نے اس قدر ثواب کا کام کیا ہے۔ پھر یہ ثواب بھی اس قدر زیادہ ہے کہ چند سیکنڈ میں انسان سینکڑوں نیکیاں حاصل کر سکتا ہے اور اگر چند منٹ قرآن مجید کی تلاوت کر لی جائے تو ہزاروں نیکیاں بھی حاصل ہو سکتی ہیں۔

غور کیا جائے تو معلوم ہوگا کہ تلاوت قرآن کے علاوہ اور کوئی عمل ایسا نہیں جس کا کرنا انتہائی آسان بھی ہو اور اس کے ذریعے چند سیکنڈ اور چند منٹ کی ہلکی سی محنت سے ہزاروں نیکیاں انسان کو حاصل ہو جائیں۔ یہ اللہ کا فضل ہے، جسے مل جائے.....!!

(۲): ((عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ: أَيُّ حَبِّ أَحَدِكُمْ إِذَا رَجَعَ إِلَى أَهْلِهِ أَنْ يُجِدَ فِيهِ ثَلَاثَ خَلْفَاتٍ عِظَامٍ سِمَانٍ؟ قُلْنَا نَعَمْ، قَالَ: فَثَلَاثُ آيَاتٍ يَقْرَأُ بِهِنَّ أَحَدُكُمْ فَيُ

(۱) [جامع ترمذی، کتاب فضائل القرآن، باب ماجاء فی من قرء حرفاً من القرآن مالہ من الاجر (ح۔ ۲۹۱۰)]

صَلُّوْهُ خَيْرٌ لَّهُ مِنْ ثَلَاثِ خَلِيفَاتِ عِظَامِ سِمَانٍ))

”حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ایک مرتبہ ہم سے فرمایا: کیا تم میں سے کوئی شخص یہ پسند کرتا ہے کہ جب وہ اپنے گھر واپس جائے تو دیکھے کہ اس کے ہاں تین بڑی، صحت مند اور حاملہ اونٹنیاں کھڑی ہیں؟ ہم نے عرض کیا ہاں یا رسول اللہ! تو آپ نے فرمایا کہ تین آیتیں، جو تم میں سے کوئی شخص اپنی نماز میں پڑھے، یہ اس کے لیے اس سے بہتر ہے کہ وہ اپنے گھر پر تین بڑی، صحت مند اور حاملہ اونٹنیاں پائے۔“^(۱)

جس وقت اللہ کے رسول ﷺ نے یہ حدیث بیان فرمائی، اس وقت اونٹ عرب میں سب سے قیمتی جانور کی حیثیت رکھتا تھا۔ اب ظاہر ہے اتنا قیمتی جانور کسی کو مفت میں مل رہا ہو تو وہ کسی صورت بھی اس سے انکار نہیں کرے گا۔ آپ نے پہلے یہی کہا کہ اگر کسی کے گھر بغیر محنت و مشقت اور پیسے خرچ کیے تین اونٹنیاں پہنچ جائیں، جو ہوں بھی گا بھن، تو کیا وہ اس پر خوش ہوگا؟ صحابہ رضی اللہ عنہم نے بیک زبان کہا: کیوں نہیں، تو پھر آپ نے فرمایا کہ اگر تم میں سے کوئی شخص قرآن مجید کی تین آیتوں کی تلاوت کر لے تو یہ ان تین اونٹیوں سے بھی بہتر ہے۔ اور وہ اس لیے کہ اونٹنیاں اس دنیا کا مال ہے جو یہاں تو کام آئے گا مگر اگلے جہاں یہ کام نہ آئے گا جبکہ قرآن کی آیتیں اگلے جہاں بھی انسان کے کام آئیں گی۔

(۳): ((عَنْ أَبِي مُوسَى الْأَشْعَرِيِّ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ: مَثَلُ الْمُؤْمِنِ الَّذِي يَقْرَأُ الْقُرْآنَ كَمَثَلِ الْأَنْزُجَةِ رِيْحُهَا طَيِّبٌ وَطَعْمُهَا طَيِّبٌ وَمَثَلُ الْمُؤْمِنِ الَّذِي لَا يَقْرَأُ الْقُرْآنَ كَمَثَلِ التَّمْرَةِ لَا رِيْحَ لَهَا وَطَعْمُهَا حُلْوٌ وَمَثَلُ الْمُنَافِقِ الَّذِي يَقْرَأُ الْقُرْآنَ كَمَثَلِ الرِّيحَانَةِ رِيْحُهَا طَيِّبٌ وَطَعْمُهَا مُرٌّ وَمَثَلُ الْمُنَافِقِ الَّذِي لَا يَقْرَأُ الْقُرْآنَ كَمَثَلِ الْحَنْظَلَةِ لَيْسَ لَهَا رِيْحٌ وَطَعْمُهَا مُرٌّ))

”حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ اللہ کے رسول ﷺ نے ارشاد فرمایا: جو مومن قرآن پڑھتا ہے، اس کی مثال گندترے [یا، نارنگی] کی سی ہے جس کی خوشبو بھی عمدہ ہوتی ہے اور مزہ بھی اچھا ہوتا ہے اور جو مومن قرآن نہیں پڑھتا اس کی مثال کھجور (چھوہارے) کی سی ہے کہ اس کی خوشبو تو نہیں ہوتی، البتہ اس کا ذائقہ بیٹھا ہوتا ہے اور جو منافق قرآن پڑھتا ہے اس کی مثال خوشبودار پھول کی سی ہے

(۱) | صحیح مسلمہ، کتاب صلاة المسافرين، باب فضل قراءة القرآن في الصلاة (ح ۸۰۲) |

کہ اس میں خوشبو تو ہوتی ہے لیکن اس کا مزہ کڑوا ہوتا ہے اور جو منافق قرآن نہیں پڑھتا، اس کی مثال اندرائن (ایلو) کی سی ہے کہ اس کی خوشبو بھی کوئی نہیں ہوتی اور مزہ بھی کڑوا ہوتا ہے۔^(۱) معلوم ہوا کہ قرآن مجید کی تلاوت کرنا باعثِ اجر عمل ہے بشرطیکہ ایمان و اخلاص کی حالت میں تلاوت کی جائے، ورنہ بغیر ایمان و اخلاص کے کی جانے والی تلاوت قرآن روزِ آخرت کچھ فائدہ نہ دے گی۔

(۴) : ((عن ابی موسیٰ الاشعری عن النبی ﷺ : الْمُؤْمِنُ الَّذِي يَقْرَأُ الْقُرْآنَ وَيَعْمَلُ بِهِ كَأَلَا تُرْجِيهِ وَالْمُؤْمِنُ الَّذِي لَا يَقْرَأُ الْقُرْآنَ وَيَعْمَلُ بِهِ كَالْتَّمْرَةِ))

حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ اللہ کے رسول ﷺ نے ارشاد فرمایا: ”جو مومن قرآن پڑھتا ہے اور اس کے مطابق عمل کرتا ہے اس کی مثال سنگترے کی سی ہے..... اور جو مومن قرآن نہیں پڑھتا لیکن اس پر عمل کرتا ہے اس کی مثال کھجور (چھو ہارے) کی سی ہے۔“^(۲)

قرآن پڑھنے اور اس پر عمل کرنے والے کے لیے سنگترے کی مثال اس لیے دی گئی ہے کہ یہ ایسا پھل ہے جس کی خوشبو بھی ہے اور ذائقہ بھی عمدہ ہے اور جو قرآن کی تلاوت نہیں کرتا مگر قرآنی احکام پر عمل کرتا ہے، اس کی مثال کھجور سے اس لیے دی گئی کہ کھجور کی پھیلنے والی خوشبو تو نہیں ہوتی مگر اس کا ذائقہ عمدہ ہوتا ہے۔

اس روایت سے ایک تو یہ بات معلوم ہوئی کہ ایک مومن کے لیے تلاوت قرآن ہر حال میں باعثِ نفع ہے اور دوسری یہ بات معلوم ہوئی کہ تلاوت قرآن کا اصل فائدہ تب ہے جب قرآنی احکام پر عمل بھی کیا جائے۔

(۶) : ((عن عبد اللہ بن عمرو بن العاص قال قال رسول اللہ ﷺ : مَنْ قَامَ بِعَشْرِ آيَاتٍ لَمْ يُكْتَبْ مِنَ الْعَافِيْنَ وَمَنْ قَامَ بِمِائَةِ آيَةٍ كُتِبَ مِنَ الْقَائِمِيْنَ وَمَنْ قَامَ بِأَلْفِ آيَةٍ كُتِبَ مِنَ الْمُقْنَطَرِيْنَ))^(۳)

”حضرت عبد اللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا: جو شخص دس

(۱) [صحیح بخاری، کتاب الاطعمہ، باب ذکر الطعام (ح ۵۴۲۷) بخاری (ح ۱۰۹۹) صحیح مسلم، کتاب

صلاة المسافرين، باب فضيلة حافظ القرآن (ح ۷۹۷)]

(۲) [صحیح بخاری، کتاب فضائل القرآن، باب البكاء عند قراءة القرآن (ح ۵۰۵۹)]

(۳) [ابو داؤد، کتاب شہر رمضان، باب تحزيب القرآن (ح ۱۳۹۵)]

آیتوں کے ساتھ (نماز تہجد کا) قیام کرے، وہ غافلوں میں سے نہیں لکھا جائے گا۔ اور جو شخص سو آیتوں کے ساتھ (نماز تہجد کا) قیام کرے اسے فرمانبرداروں میں لکھا جائے گا اور جو شخص ہزار آیتوں کے ساتھ (نماز تہجد کا) قیام کرے، اسے ان لوگوں میں لکھا جائے گا جو خزانہ حاصل کرنے والے ہیں۔“

(۷) : ((عَنْ تَمِيمِ الدَّارِيِّ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ: مَنْ قَرَأَ بِمِائَةِ آيَةٍ فِي لَيْلَةٍ كُتِبَ لَهُ قَنُوتُ لَيْلَةٍ))

”حضرت تميم داری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا: جس شخص نے رات کو سو آیتیں پڑھیں، اسے پوری رات کے قیام (نماز) کا ثواب ملے گا۔“^(۱)

(۸) : ((عَنْ ابِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ: تَعَلَّمُوا الْقُرْآنَ فَاقْرَءُوهُ فَإِنَّ مَثَلَ الْقُرْآنِ لِمَنْ تَعَلَّمَ فَقَرَأَهُ أَوْ قَامَ بِهِ كَمَثَلِ جِرَابٍ مَحْشُوٍّ مِسْكَاً تَفُوحٌ رِيحُهُ كُلُّ مَكَانٍ وَمَثَلُ مَنْ تَعَلَّمَهُ فَيَرُقُّدُ وَهُوَ فِي جَوْفِهِ كَمَثَلِ جِرَابٍ أَوْكِيٍّ عَلَى مِسْكِ))

”حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: قرآن مجید سیکھو، پھر اس کی تلاوت کرتے رہو۔ یاد رکھو! جب کوئی شخص قرآن مجید کی تعلیم حاصل کرتا ہے، پھر اس کی تلاوت کرتا ہے اور اس کے ساتھ رات کو قیام کرتا ہے تو اس شخص کی مثال اس تھیلے کی مانند ہے جو کستوری سے بھرا ہوا ہے اور اس کی خوشبو ہر جگہ مہک رہی ہے اور اس شخص کی مثال جس نے قرآن مجید کی تعلیم حاصل کی اور قرآن اس کے دل میں ہے مگر پھر بھی وہ (غافل ہو کر) سویا رہا، اس تھیلے کی مانند ہے جس میں کستوری بھری ہے (لیکن) اس کا منہ (رسی کے ساتھ) باندھا ہوا ہے۔“^(۲)

(۹) : ((عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ: أَلْمَاهِرُ بِالْقُرْآنِ مَعَ السَّفَرَةِ الْكِرَامِ الْبَرَّةِ وَالَّذِي يقرأُ الْقُرْآنَ وَيَتَمَتَّعُ فِيهِ وَهُوَ عَلَيْهِ شَاقٌّ لَهُ أَجْرَانِ))^(۳)

(۱) [سلسلة الاحاديث الصحيحة (ح- ۶۶۴)]

(۲) [جامع ترمذی، کتاب فضائل القرآن، باب ماجاء فی فضل سورة البقرة وآية الكرسي (ح- ۲۸۷۶) ابن

ماجه، المقدمة، باب فضل من تعلم القرآن وعلمه (ح- ۲۱۷)]

(۳) [صحيح مسلم، کتاب صلاة المسافرين، باب فضل الماهر بالقرآن..... (ح- ۷۹۸)]

”حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: قرآن کا ماہر، قرآن کے لکھنے والے معزز اور پاکیزہ فرشتوں کے ساتھ ہوگا اور جو شخص قرآن مجید کو ایک ایک کر اور بڑی مشکل سے پڑھتا ہے، اس کے لیے دوہرا اجر ہے۔“

تلاوت قرآن کے فضائل صرف انسان کی زندگی تک محدود نہیں بلکہ اگر کوئی شخص اپنا قرآن مجید کا نسخہ چھوڑ جائے تو بعد میں جب تک اس نسخے سے قرآن کی تلاوت کی جاتی رہے گی تب تک اس کے نامہ اعمال میں بھی اجر لکھا جاتا رہے گا جیسا کہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((إِنْ مِمَّا يَلْحَقُ الْمُؤْمِنَ مِنْ عَمَلِهِ وَحَسَنَاتِهِ بَعْدَ مَوْتِهِ عَلِمًا عَلَّمَهُ وَنَشَرَهُ وَوَلَدًا صَالِحًا تَرَكَهُ وَمُضْحَفًا وَرَثَةً أَوْ مَسْجِدًا بَنَاهُ أَوْ بَيْتًا لِابْنِ السَّبِيلِ بَنَاهُ أَوْ نَهْرًا أَحْرَاهُ أَوْ صَدَقَةً أَخْرَجَهَا مِنْ مَالِهِ فِي صِحَّتِهِ وَحَيَاتِهِ يَلْحَقَهُ مِنْ بَعْدِ مَوْتِهِ))

”مومن آدمی کو اس کے عمل اور نیکیوں سے اس کی موت کے بعد بھی جو فائدہ ملتا رہتا ہے اس میں یہ چیزیں شامل ہیں: (۱) ایسا علم جس کی اس نے تعلیم دی اور اسے نشر کیا۔ (۲) ایسی اولاد جسے اس نے نیکی کی راہ دکھائی۔ (۳) وہ نسخہ قرآن جسے اس نے اپنے ورثہ (ترکہ) میں چھوڑا۔ (۴) وہ مسجد جو اس نے تعمیر کی۔ (۵) وہ مسافر خانہ جو اس نے تعمیر کیا۔ (۶) وہ نہر جو اس نے کھدوائی۔ (۷) وہ مال جو اس نے اپنی زندگی میں حالتِ صحت کے ساتھ صدقہ کیا۔“ (۱)



www.KitaboSunnat.com

(۱) [سنن ابن ماجہ، المقدمہ، باب ثواب معلم الناس الخیر (ح ۲۴۲) ابن خزیمہ (ح ۲۴۹۰) شعب الایمان،

للبيهقي (ح ۳۴۸) صحيح الجامع الصغير، للالباني (ح ۲۲۳)]

[3].....قرآن مجید سیکھنے، سکھانے اور پڑھنے پڑھانے کے فضائل

قرآن مجید کی تلاوت کی طرح اسے سیکھنے اور سکھانے کی بھی بہت زیادہ فضیلت احادیث میں بیان ہوئی ہے۔ اس سلسلہ میں چند صحیح احادیث آئندہ طور میں ملاحظہ فرمائیں:

(۱): ((عَنْ عُثْمَانَ بْنِ عَمْرٍو قَالَ: خَيْرُكُمْ مَنْ تَعَلَّمَ الْقُرْآنَ وَعَلَّمَهُ))

”حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: تم میں سے سب سے بہتر لوگ وہ ہیں جو قرآن کا علم حاصل کریں اور (دوسروں کو بھی) اس کی تعلیم دیں۔“ (۱)

مطلب یہ ہے کہ جو لوگ پہلے خود قرآن مجید پڑھنا سیکھیں اور اس کے احکام و تعلیمات سے آگاہی حاصل کریں اور اس کے بعد دوسرے لوگوں کو قرآن کی تعلیم دیں اور ان تک قرآنی احکام پہنچانے کا فریضہ انجام دیں تو وہ تمہارے اندر سب سے بہتر اور افضل ہیں۔

(۲): ((عَنْ عُقْبَةَ بْنِ عَامِرٍ قَالَ خَرَجَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ وَنَحْنُ فِي الصُّفَّةِ فَقَالَ أَيُّكُمْ يُحِبُّ

أَنْ يَغْلُوَ كُلَّ يَوْمٍ إِلَى بُطْحَانَ أَوْ الْعَقِيقِ فَيَأْتِي مِنْهُ بِنَاقَتَيْنِ كَوْمَاوَيْنِ فِي غَيْرِ أَيْمٍ وَلَا يَطْعِمَ رَحِمًا فَقُلْنَا يَا رَسُولَ اللَّهِ نَحِبُّ ذَلِكَ قَالَ أَفَلَا يَغْلُو أَحَدُكُمْ إِلَى الْمَسْجِدِ فَيَعْلَمُ أَوْ يَقْرَأُ آيَاتٍ مِنْ كِتَابِ اللَّهِ خَيْرٌ لَهُ مِنْ نَاقَتَيْنِ وَثَلَاثِ خَيْرٌ لَهُ مِنْ ثَلَاثِ وَأَرْبَعِ خَيْرٌ لَهُ مِنْ أَرْبَعِ وَمِنْ أَعْدَادِهِنَّ مِنَ الْإِبِلِ)) (۲)

”حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک روز رسول اللہ ﷺ اپنے حجرہ مبارک سے نکل کر تشریف لائے، جبکہ ہم صفہ (مسجد نبوی کے ایک چبوترہ) پر بیٹھے ہوئے تھے، تو آپ نے فرمایا: تم میں سے کون یہ پسند کرتا ہے کہ وہ ہر روز وادی بطحان یا وادی عقیق جائے اور بغیر کسی گناہ یا قطع رحمی کے وہاں سے بڑے کوہان والی دو اونٹنیاں لے آئے؟ ہم نے عرض کیا، یا رسول اللہ! ہم میں سے تو ہر ایک

(۱) [صحیح بخاری، کتاب فضائل القرآن، باب خَيْرُكُمْ مَنْ تَعَلَّمَ الْقُرْآنَ وَعَلَّمَهُ (ح- ۵۰۲۷)]

(۲) [صحیح مسلم، کتاب صلاة المسافرين، باب فضل قراءة القرآن في الصلاة (ح- ۸۰۳)]

اسے پسند کرتا ہے۔ تب آپؐ نے فرمایا: تم میں سے کوئی شخص مسجد میں جائے اور لوگوں کو قرآن کی دو آیتیں پڑھادے تو یہ اس سے بہتر ہے کہ اسے روزانہ دو اونٹنیاں (مفت میں) مل جائیں۔ اگر وہ تین آیتیں پڑھائے تو یہ تین اونٹنیاں مل جانے سے بہتر ہے۔ اگر چار آیتیں پڑھ کر سنائے تو یہ چار اونٹنیاں مل جانے سے بہتر ہے۔ اسی طرح جتنی آیتیں سنائے، وہ اتنی ہی اونٹنیوں سے بہتر ہیں۔“

بطحان اور عقیق دراصل مدینہ طیبہ کی دو وادیاں تھیں، جہاں ان دنوں بازار لگا کرتے تھے اور دیگر چیزوں کے علاوہ اونٹوں کی بھی وہاں خرید و فروخت ہوتی تھی اور یہ بات معلوم ہے کہ اونٹ اس دور میں عرب کا سب سے قیمتی جانور تھا۔ ایک طرف تھوڑی سی محنت سے مفت کے اونٹ مل رہے ہوں جبکہ دوسری طرف قرآنی آیات ہوں تو اللہ کے رسول ﷺ کی نظر میں قرآن مجید کی تلاوت ان اونٹوں سے کہیں بہتر ہے۔

(۳) : ((عن ابی ہریرۃ قال قال رسول اللہ ﷺ وَمَا اجْتَمَعَ قَوْمٌ فِی بَیْتٍ مِنْ بُیُوتِ اللّٰهِ یَتْلُونَ کِتَابَ اللّٰهِ وَیَتَدَارَسُوْنَ بَیْنَهُمْ اِلَّا نَزَلَتْ عَلَیْهِمُ السَّکِیْنَةُ وَعَشِیْتَهُمُ الرَّحْمَةُ وَحَفَّتَهُمُ الْمَلَائِکَةُ وَذَكَرَهُمُ اللّٰهُ فِیْ مَنْ عِنْدَهُ وَمَنْ بَطَّأَ بِهِ عَمَلُهُ لَمْ یُسْرِعْ بِهِ نَسْبُهُ))

”حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ اللہ کے رسول ﷺ فرمایا: اللہ کے گھروں (مسجدوں) میں سے جس گھر (مسجد) میں کچھ لوگ جمع ہو کر اللہ کی کتاب کی تلاوت کرتے اور ایک دوسرے کو پڑھتے پڑھاتے ہیں، وہاں (اللہ تعالیٰ کی طرف سے) سکینت نازل ہوتی ہے اور انہیں اللہ کی رحمت ڈھانپ لیتی ہے اور فرشتے ان کے گرد گھیرا ڈال لیتے ہیں اور اللہ تعالیٰ ان لوگوں کا ذکر ان (فرشتوں) کے پاس کرتے ہیں جو اللہ کے ہاں موجود ہیں۔ (اور سنو!) جس شخص کو اس کے عمل نے پیچھے رکھا، اسے اس کا حسب و نسب آگے نہیں بڑھا سکے گا۔“ (۱)

اس حدیث میں قرآن مجید پڑھنے پڑھانے کی فضیلت کے علاوہ ایک اور مسئلہ یہ بھی ثابت ہوا کہ اللہ کے ہاں معیار فضیلت نیک اعمال کی کثرت ہے۔ اگر کوئی شخص نیک عمل کرنے میں پیچھے رہا، تو اس کا حسب و نسب یا مال و دولت وغیرہ اللہ کے ہاں اس کی قدر و منزلت نہیں بڑھا سکتے۔

(۴) : ((عَنْ أَنَسٍ أَنَّ نَبِيَّ اللّٰهِ ﷺ قَالَ لِأَبِي بَنِي كَعْبٍ: إِنَّ اللّٰهَ أَمَرَنِي أَنْ (أَقْرَأَ عَلَيْكَ)

(۱) [صحیح مسلم: کتاب الذکر والدعاء: باب فضل الاجتماع علی تلاوة القرآن وعلی الذکر (ح-۲۶۹۹)]

أَقْرَبَكَ الْقُرْآنَ، قَالَ: اللَّهُ سَمَاعِي لَكَ؟ قَالَ: نَعَمْ، قَالَ: وَقَدْ ذُكِرْتُ عِنْدَ رَبِّ الْعَالَمِينَ؟
قَالَ: نَعَمْ، فَذَرَفَتْ عَيْنَاهُ، وَفِي رِوَايَةٍ: إِنَّ اللَّهَ أَمَرَنِي أَقْرَأَ عَلَيْكَ: ﴿لَمْ يَكُنِ الَّذِينَ
كَفَرُوا.....﴾ قَالَ وَسَمَاعِي؟ قَالَ نَعَمْ، فَبَكَى))

”حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک روز اللہ کے نبی ﷺ نے حضرت اُبی بن کعب رضی اللہ عنہ سے فرمایا: ”اللہ تعالیٰ نے مجھے حکم دیا ہے کہ میں تمہیں قرآن مجید سناؤں“۔ حضرت اُبی بن کعب رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: ”کیا اللہ تعالیٰ نے میرا نام لے کر آپ سے یہ بات فرمائی ہے؟“ آنحضرت ﷺ نے فرمایا: ہاں۔ حضرت اُبی نے دوبارہ عرض کیا: ”کیا واقعی اللہ رب العالمین کے حضور میرا ذکر ہوا ہے؟“ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ہاں۔ اس پر حضرت اُبی رضی اللہ عنہ کی آنکھوں سے آنسو بہ نکلے۔ (ایک روایت میں ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا) ”اللہ نے مجھے حکم دیا ہے کہ میں تمہیں ﴿لَمْ يَكُنِ الَّذِينَ كَفَرُوا﴾ (یعنی سورۃ البینہ) پڑھ کر سناؤں“۔ حضرت اُبی بن کعب رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: ”کیا اللہ تعالیٰ نے میرا نام لے کر یہ بات فرمائی ہے؟“ آنحضرت ﷺ نے ارشاد فرمایا: ہاں۔ تو حضرت اُبی بن کعب رضی اللہ عنہ (خوشی سے) رو پڑے۔“ (۱)

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ آنحضرت ﷺ بھی اپنے صحابہ کے ساتھ قرآن سننے، سنانے اور پڑھنے پڑھانے کا عمل جاری رکھتے تھے اور اس کے پیچھے خود اللہ تعالیٰ کی رضا مندی بھی شامل حال تھی۔

(۵): ((عن ابن عمر قال قال رسول الله ﷺ: لَا حَسَدَ إِلَّا عَلَى اثْنَيْنِ رَجُلٌ آتَاهُ اللَّهُ الْكِتَابَ يَقُومُ بِهِ آتَاهُ اللَّيْلُ وَآتَاهُ النَّهَارُ وَرَجُلٌ آتَاهُ اللَّهُ مَالًا فَهُوَ يُنْفِقُ آتَاهُ اللَّيْلُ وَآتَاهُ النَّهَارُ))

”حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: دو آدمیوں کے علاوہ اور کوئی قابل رشک نہیں: ایک وہ شخص جسے اللہ تعالیٰ نے قرآن کا علم دیا ہو اور وہ شب و روز اس کو لیے کھڑا ہو (یعنی نماز میں کھڑا پڑھ رہا ہو یا اس کی تبلیغ کرنے اور اس کی تعلیم دینے میں مصروف ہو)..... اور دوسرا وہ شخص جسے اللہ تعالیٰ نے مال دیا ہو اور وہ شب و روز اسے اللہ کی راہ میں خرچ کر رہا ہو۔“ (۲)

(۱) [صحیح بخاری، کتاب التفسیر، تفسیر سورۃ لم یکن..... (ح ۴۹۶۰۱) صحیح مسلم، کتاب صلاۃ المسافرین، باب استحباب قراءۃ القرآن علی اهل الفضل..... (ح ۷۹۹)]

(۲) [صحیح بخاری، کتاب فضائل القرآن، باب اغتباط صاحب القرآن (ح ۵۰۲۵) صحیح مسلم، ایضاً باب فضل من يقوم بالقرآن و یعلمه..... (ح ۸۱۵) واللفظ لمسلم]

[4]....قرآن مجید حفظ کرنے کے فضائل

(۱): ((عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عَمْرٍو قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ: يُقَالُ لِصَاحِبِ الْقُرْآنِ إِقْرَأْ وَأُزْتَقِ وَرَتَّلْ كَمَا كُنْتَ تُرْتَلُ فِي الدُّنْيَا مَنَزِلُكَ عِنْدَ آخِرِ آيَةٍ تَقْرَأُهَا))

”حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا: (روزِ قیامت) صاحبِ قرآن سے کہا جائے گا کہ قرآن پڑھتا جا اور بلندی کی طرف چڑھتا جا، اور اسی رفتار سے ٹھہر ٹھہر کر پڑھ جس طرح دنیا میں ٹھہر ٹھہر کر پڑھتا تھا۔ تیری منزل وہاں ہے جہاں تیری آخری آیت ختم ہوگی۔“ (۱)

اس حدیث میں صاحبِ قرآن سے مراد حافظِ قرآن ہے خواہ اس نے مکمل قرآن مجید حفظ کیا ہو یا قرآن کا بعض حصہ۔ اسی لیے کہا گیا کہ اس کا درجہ اور منزل وہاں ہے جہاں اس کی یاد کی ہوئی آخری آیت ختم ہو گی، یہ نہیں کہا گیا کہ جہاں قرآن کی آخری آیت آئے گی۔ ایک اور روایت میں حافظِ قرآن کی فضیلت اس طرح بیان ہوئی ہے:

(۲): ((عَنْ عَائِشَةَ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: مَثَلُ الَّذِي يَقْرَأُ الْقُرْآنَ وَهُوَ حَافِظٌ لَهُ مَعَ السَّفَرَةِ الْكِرَامِ الْبَرَّةِ وَمَثَلُ الَّذِي يَقْرَأُ الْقُرْآنَ وَهُوَ يَتَعَاهَدُهُ وَهُوَ عَلَيْهِ شَدِيدٌ فَلَهُ أَجْرَانِ))

”حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا: اس شخص کی مثال جو قرآن پڑھتا ہے اور وہ حافظِ قرآن بھی ہے، مکرم اور نیک لکھنے والے (فرشتوں) جیسی ہے اور وہ شخص جو قرآن مجید یاد کرنے کے لیے اسے بار بار پڑھتا ہے اور اس میں اسے مشقت ہوتی ہے تو اسے بھی اس کا دو گنا ثواب ملے گا۔“ (۲)

(۳): ((عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ: يَجِيءُ صَاحِبِ الْقُرْآنِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ فَيَقُولُ يَا رَبِّ

(۱) [مسند احمد (ج ۲ ص ۱۹۲) جامع ترمذی، کتاب فضائل القرآن (باب ۱۷ - ح ۲۹۱۴) ابو داؤد، کتاب

الوتر، باب استحباب الترتیل فی القراءة (ح ۱۴۶۴)]

(۲) [صحیح بخاری، کتاب التفسیر، باب (۸۰) سورة عبس (ح ۴۹۳۷)]

حَلَبٍ فَيَلْبَسُ تَاجَ الْكِرَامَةِ ثُمَّ يَقُولُ: يَا رَبِّ زِدْهُ، فَيَلْبَسُ حُلَّةَ الْكِرَامَةِ ثُمَّ يَقُولُ يَا رَبِّ اِرْضَ عَنْهُ فَيَرْضَ عَنْهُ فَيُقَالُ لَهُ اِقْرَأْ وَاِزْقًا وَيُرَادُ بِكُلِّ آيَةٍ حَسَنَةٌ))

”حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ اللہ کے رسول ﷺ نے ارشاد فرمایا: روز قیامت صاحب قرآن آئے گا اور قرآن اس کے لیے کہے گا: یا اللہ! اسے لباس پہنادے تو اسے عزت و شرف والا لباس پہنایا جائے گا۔ پھر قرآن کہے گا: یا رب! اسے اور پہناتا تو اسے عزت و تکریم والا چوغا پہنایا جائے گا۔ پھر قرآن کہے گا: یا رب! اس سے راضی ہو جا تو اللہ اس سے راضی ہو جائیں گے اور اسے کہا جائے گا کہ قرآن پڑھتا جا اور بلندی کی منزلیں طے کرتا جا، چنانچہ اسے ہر آیت کے بدلے نیکی ملے گی۔“ (۱)

یہ تو تھی حافظ قرآن کی فضیلت، جب کہ حافظ قرآن کے والدین کو بھی فضیلت سے محروم نہ رکھا جائے گا، بشرطیکہ وہ عقیدہ توحید پر فطرت ہوئے ہوں جیسا کہ درج ذیل حدیث سے معلوم ہوتا ہے:

(۴): ((عن ابی ہریرۃ قال قال رسول اللہ ﷺ.....: وَيُكْسَى وَالِدَاهُ حُلَّتَيْنِ لَا تَقُومُ لَهُمُ

الدُّنْيَا وَمَا فِيهِنَّمَا فَيَقُولَانِ يَا رَبِّ! اِنِّى لَنَا هَذَا؟ فَيُقَالُ بِتَعْلِيمٍ وَلَدِكُمَا الْقُرْآنُ))

”حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا: ”قیامت کے روز حافظ قرآن کے والدین کو اتنے قیمتی لباس پہنائے جائیں گے کہ ان کے مقابلہ میں دنیا جہاں کی ہر چیز بیچ ہوگی، چنانچہ حافظ قرآن کے والدین کہیں گے: یا اللہ! ہمیں کس نیکی کے عوض اتنا قیمتی لباس پہنایا گیا ہے؟ تو جواب دیا جائے گا: اس لیے کہ تم نے اپنے بچے کو قرآن سکھایا تھا۔“ (۲)

ایک روایت میں ہے کہ ”جو شخص قرآن پڑھتا ہے اور اس کے مطابق عمل کرتا ہے، قیامت کے دن اس کے والدین کو ایک تاج پہنایا جائے گا جس کی روشنی ایسی ہوگی کہ اگر سورج بھی تمہارے گھروں میں اتر آئے تو پھر بھی اس کی روشنی اس کا مقابلہ نہ کر سکے گی۔“ مگر یہ روایت ضعیف ہے۔

قرآن مجید حفظ کرنے کے بعد اسے یاد رکھنا چاہیے:

قرآن مجید یاد کرنا اتنا مشکل نہیں جتنا اسے یاد رکھنا مشکل ہے۔ اگر قرآن مجید یاد کرنے کے بعد اسے

(۱) [ترمذی، کتاب فضائل القرآن، باب ان الذی لیس فی جوفہ من القرآن کالیبت الخرب..... (ح ۲۹۱۵)]

مستدرک حاکم (ص ۵۵۲) امام حاکم اور امام ذہبی نے اس روایت کو صحیح قرار دیا ہے۔

(۲) [سلسلة الاحادیث الصحیحة (ح ۲۸۲۹)]

دہرانا چھوڑ دیا جائے تو یہ بہت جلد بھلا دیا جاتا ہے۔ اسی لیے نبی کریم ﷺ نے قرآن یاد کرنے والوں کو یہ تاکید فرمائی کہ اس کی دہرائی کرتے رہو ورنہ یہ بھول جائے گا۔ اس سلسلہ میں چند احادیث ملاحظہ فرمائیں:

(۱): ((عن ابی موسیٰ الاشعری عن النبی ﷺ: تَعَاهَدُوا الْقُرْآنَ فَوَ الَّذِي نَفْسِي بِيَدِهِ لَهَوَ اَشَدُّ تَفْصِيًا مِّنَ الْاِبِلِ فِي غُلْبِهَا))

”حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: قرآن مجید کو یاد رکھنے کا اہتمام کرو کیونکہ قسم ہے اس ذات کی جس کے ہاتھ میں میری جان ہے، اونٹ رسی کھل جانے کے بعد اس قدر تیزی سے نہیں بھاگتے جس قدر تیزی کے ساتھ قرآن ذہن سے نکل جاتا ہے۔“^(۱)

(۲): ((عن عبد اللہ بن مسعود عن النبی ﷺ: بِئْسَ مَا لِاحْدِهِمْ اَنْ يَقُولَ نَسِيْتُ آيَةَ كَتَبْتُ وَكَيْتُ بَلْ نُسِيَ وَاسْتَذَكِرُوا الْقُرْآنَ فَاِنَّهُ اَشَدُّ تَفْصِيًا مِّنْ صَلْوَرِ الرَّجَالِ مِنَ النِّعَمِ))

”حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: انسان کے لیے بہت بری بات ہے کہ وہ یہ کہے: ”میں فلاں فلاں آیت بھول گیا ہوں“..... اصل بات یہ ہے کہ وہ اسے (اس کی غفلت کی بنا پر) بھلا دیا جاتا ہے۔ قرآن کو یاد رکھنے کی کوشش کرو کیونکہ وہ لوگوں کے سینوں سے (ان) اونٹوں سے بھی بڑھ کر بھاگنے کی کوشش کرتا ہے (جن کی رسیاں کھل جائیں)“^(۲)

(۲): ((عن ابن عمر بن رسول اللہ ﷺ قال: اِنَّمَا مَثَلُ صَاحِبِ الْقُرْآنِ كَمَثَلِ صَاحِبِ الْاِبِلِ الْمُعْقَلَةِ اِنْ عَاهَدَ عَلَيْهَا اَمْسَكَهَا وَاِنْ اَطْلَقَهَا ذَهَبَتْ))^(۳)

”حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ اللہ کے رسول ﷺ نے ارشاد فرمایا: قرآن یاد کرنے والے کی مثال اس شخص کی سی ہے جس کے پاس بندھے ہوئے اونٹ ہوں۔ اگر وہ ان کی حفاظت کی فکر کرے گا تو وہ اس کے پاس رہیں گے اور اگر وہ انہیں آزاد کر دے گا تو وہ بھاگ کھڑے ہوں گے۔“

(۱) [صحیح بخاری، کتاب فضائل القرآن، باب استذکار القرآن و تعاہدہ (ح ۵۰۳۳) صحیح مسلم، کتاب

صلاة المسافرين، باب الامر بتعهد القرآن (ح ۷۹۱)]

(۲) [صحیح بخاری، کتاب فضائل القرآن، باب استذکار القرآن (ح ۵۰۳۲) صحیح مسلم (ح ۷۹۰)]

(۳) [صحیح بخاری ایضاً (ح ۵۰۳۱) صحیح مسلم ایضاً (ح ۷۸۹)]

قرآن مجید حفظ کرنے کے بعد اسے جان بوجھ کر بھلا دینے والے کی سزا:

قرآن مجید اللہ کی نعمت ہے اور جس شخص کو اللہ کی توفیق سے پورا قرآن یا قرآن مجید کا بعض حصہ یاد ہو جائے تو اسے چاہیے کہ اللہ کی اس نعمت کی قدر کرتے ہوئے اس کی حفاظت کرے۔ اگر کوئی شخص بغیر کسی معقول وجہ کے قرآن مجید یاد کرنے کے بعد بھلا دے تو گویا وہ اللہ کی نعمت کی ناقدری کرتا ہے۔ یہ عمل بجائے خود ایک گناہ ہے، اگرچہ بعض روایات میں ایسے شخص کے لیے بڑی وعیدیں بیان ہوئی ہیں مگر ان کی صحت مشکوک ہے، البتہ صحیح بخاری کی درج ذیل روایت سے یہ اشارہ ملتا ہے کہ غفلت کی وجہ سے قرآن بھلانے والے کو سزا ملے گی:

((عَنْ سَمُرَةَ بْنِ جُنْدُبٍ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ فِي الرَّؤْيَا قَالَ: أَمَا الَّذِي يُتْلَعُ رَأْسُهُ بِالْحَجَرِ فَإِنَّهُ يَأْخُذُ الْقُرْآنَ فَيَرْفُضُهُ))

”حضرت سمرہ بن جندب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے اپنے ایک خواب کے بارے میں بتایا کہ ”(میں نے دیکھا کہ جہنم میں ایک شخص کا سر پتھر سے کچلا جا رہا تھا، مجھے بتایا گیا کہ) جس شخص کا سر پتھر کے ساتھ کچلا جا رہا تھا، یہ وہ تھا جو قرآن یاد کر کے اسے بھلا دیتا تھا۔“ (۱)

یاد رہے کہ انبیاء کرام کے خواب عام انسانوں کے خوابوں سے مختلف ہوتے ہیں اور وہ وحی کی قبیل سے ہونے کی وجہ سے برحق ہوتے ہیں۔ اس لیے حضور کے مذکورہ بالا خواب کی بنیاد پر یہ کہا جا سکتا ہے کہ قرآن کو بھلانے والے کو سزا ملے گی، بشرطیکہ اس نے بغیر کسی معقول عذر کے محض غفلت و لاپرواہی کی وجہ سے اسے بھلا دیا ہو۔



(۱) [صحیح بخاری، کتاب التہجد، باب عقد الشیطان علی فافیة الرأس اذالم یصل باللیل (ح-۱۱۴۳)]

[5]....قرآن مجید میں مہارت حاصل کرنے والے کے فضائل

(۱) : ((عن عائشة قالت قال رسول الله ﷺ: الْمَاهِرُ بِالْقُرْآنِ مَعَ السَّفَرَةِ الْكِرَامِ الْبَرَّةِ وَالَّذِي يَقْرَأُ الْقُرْآنَ وَيَتَتَعْتَعُ فِيهِ وَهُوَ عَلَيْهِ شَاقٌّ لَهُ أَجْرَانِ))

”حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: قرآن کا ماہر شخص لکھنے والے معزز و مکرم فرشتوں کے ساتھ ہوگا اور جو شخص قرآن مجید کو انک انک کر اور بڑی مشکل سے پڑھتا ہے، اس کے لیے دوہرا اجر ہے۔“ (۱)

(۲) : ((عَنْ أَبِي مُوسَى الْأَشْعَرِيِّ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ: إِنَّ مِنْ إِجْلَالِ اللَّهِ إِكْرَامَ ذِي الشَّيْبَةِ الْمُسْلِمِ وَحَامِلِ الْقُرْآنِ غَيْرِ الْغَالِي فِيهِ وَالْجَافِي عَنْهُ وَكَرَامَ ذِي السُّلْطَانِ الْمُقْسِطِ))

”حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا: یہ بھی اللہ تعالیٰ کے جاہ و جلال (کی قدر کرنے) میں شامل ہے کہ ان تین طرح کے لوگوں کی بھی عزت و تکریم کی جائے: (۱) بوڑھے مسلمان کی۔

(۲) صاحب قرآن کی جو قرآن مجید کے حوالے سے افراط و تفریط کا شکار نہ ہو۔

(۳) اور عادل حکمران کی۔“ (۲)



(۱) [صحیح مسلم، کتاب صلاة المسافرين، باب فضل الماهر بالقرآن..... (حدیث ۷۹۸)]

(۲) [سنن ابو داؤد، کتاب الادب، باب فی تنزیل الناس منازلهم (حدیث ۳۸۴۳) صحیح الجامع مع الصغیر،

للالبانی (ج ۲۱۹۵)]

قرآن مجید کی سورتوں کے فضائل

جس طرح قرآن مجید کی فضیلت و عظمت کے بارے بہت سی احادیث مروی ہیں، اسی طرح علیحدہ طور پر قرآن مجید کی مختلف سورتوں کی فضیلت کے بارے میں بھی بہت سی احادیث، کتب احادیث میں موجود ہیں۔ ان میں سے بعض صحیح اور بعض ضعیف ہیں۔ اس فصل میں صحیح احادیث کا ایک انتخاب پیش کیا جا رہا ہے جبکہ اس سلسلہ میں مروی ضعیف احادیث ہم نے آگے علیحدہ فصل میں جمع کر دی ہیں۔

سورۃ الفاتحہ کی فضیلت:

یہ قرآن مجید کی پہلی سورت ہے۔ مقدار کے لحاظ سے یہ جتنی مختصر ہے، موضوع و مدعا اور تاثیر کے لحاظ سے یہ اتنی ہی جامع ہے۔ اس کی فضیلت و اہمیت کا اندازہ اس سے بھی کیا جاسکتا ہے کہ اسے ہر نماز کی ہر رکعت میں پڑھنا لازمی قرار دیا گیا ہے۔ اس کے ذریعے مریض کو دم کیا جائے تو اسے شفا حاصل ہوتی ہے۔ اس کے علاوہ بھی اس کی بڑی فضیلت ہے۔ ذیل میں اس کی فضیلت کے بارے چند احادیث ملاحظہ فرمائیں:

(۱): ((عَنْ أَبِي سَعِيدِ بْنِ الْمَعْلَى قَالَ: كُنْتُ أُصَلِّي فِي الْمَسْجِدِ فَدَعَانِي النَّبِيُّ ﷺ فَلَمْ أَجِبْهُ ثُمَّ أَتَيْتُهُ فَقُلْتُ: يَا رَسُولَ اللَّهِ إِنِّي كُنْتُ أُصَلِّي، قَالَ: أَلَمْ يَقُلِ اللَّهُ: اسْتَجِيبُوا لِلَّهِ وَلِلرَّسُولِ إِذَا دَعَاكُمْ لِمَا يُحْيِيكُمْ ثُمَّ قَالَ: أَلَا أَعْلَمُكُمْ أَعْظَمَ سُورَةٍ فِي الْقُرْآنِ قَبْلَ أَنْ تَخْرُجَ مِنَ الْمَسْجِدِ فَأَخَذَ بِيَدِي فَلَمَّا أَرَدْنَا أَنْ نُخْرَجَ قُلْتُ: يَا رَسُولَ اللَّهِ! إِنَّكَ قُلْتَ أَلَا أَعْلَمُكُمْ أَعْظَمَ سُورَةٍ فِي الْقُرْآنِ؟ قَالَ: ﴿الْحَمْدُ لِلَّهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ.....﴾ هِيَ السَّبْعُ الْمَثَانِي وَ الْقُرْآنُ الْعَظِيمُ الَّذِي أُوتِيَتْهُ))

”حضرت ابو سعید بن معلی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک مرتبہ میں مسجد میں نماز پڑھ رہا تھا کہ حضور نبی کریم ﷺ نے مجھے آواز دے کر بلایا لیکن میں نے جواب نہ دیا (کیونکہ میں نماز پڑھ رہا تھا) پھر نماز ختم کر کے میں آپ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور آپ سے عرض کیا: یا رسول اللہ! میں نماز پڑھ رہا تھا، اس لیے آپ کی آواز پر فوراً حاضر نہ ہو سکا۔ آپ ﷺ نے فرمایا: کیا اللہ نے یہ حکم نہیں دیا کہ

اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی پکار پر لبیک کہو جبکہ وہ تمہیں بلائیں۔ پھر آپ ﷺ نے فرمایا: کیا میں تمہیں مسجد سے باہر نکلنے سے پہلے یہ بتاؤں کہ قرآن مجید کی سب سے بڑی سورت کون سی ہے؟ پھر آپ نے میرا ہاتھ اپنے ہاتھ میں لیا اور جب ہم مسجد سے نکلنے لگے تو میں نے عرض کیا: یا رسول اللہ! آپ نے فرمایا تھا کہ آپ مجھے قرآن مجید کی سب سے بڑی سورت کے متعلق بتائیں گے، تو آپ نے فرمایا کہ وہ: الحمد لله رب العالمین (یعنی سورہ فاتحہ) ہے۔ یہی سبع مثانی ہے (یعنی سات بار بار پڑھی جانے والی آیتیں) اور یہی عظیم قرآن ہے جو مجھے دیا گیا ہے۔“^(۱)

(۲): ((عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ بَيَّنَّهُمَا جِبْرِيلُ قَاعِدًا عِنْدَ النَّبِيِّ ﷺ سَمِعَ نَقِيضًا مِنْ فَوْقِهِ فَرَفَعَ رَأْسَهُ فَقَالَ هَذَا بَابٌ مِنَ السَّمَاءِ فُتِحَ الْيَوْمَ لَمْ يُفْتَحْ قَطُّ إِلَّا الْيَوْمَ فَنَزَلَ مِنْهُ مَلَكٌ قَالَ هَذَا مَلَكٌ نَزَلَ إِلَى الْأَرْضِ لَمْ يُنْزَلْ قَطُّ إِلَّا الْيَوْمَ فَسَلَّمَ فَقَالَ أَنْبَشِرُ بَنُورَيْنِ أُوتِيَتْهُمَا لَمْ يُوتِيَهُمَا نَبِيٌّ قَبْلَكَ فَاتِحَةُ الْكِتَابِ وَخَوَاتِيمُ سُورَةِ الْبَقَرَةِ لَنْ تَقْرَأَ بِحَرْفٍ مِنْهُمَا إِلَّا أُعْطِيَتْهُ))

”حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کا بیان ہے کہ ایک مرتبہ حضرت جبریل نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر تھے کہ اچانک انہوں نے آسمان کی طرف سے ایک ایسی آواز سنی جیسے کسی شہتیر کو کھینچنے یا کسی پھانک کو کھولنے کی آواز ہوتی ہے۔ حضرت جبریل نے اپنا سر اٹھا کر دیکھا اور پھر حضور ﷺ سے فرمایا کہ یہ آسمان کا ایک دروازہ ہے جو آج پہلی دفعہ کھولا گیا ہے اور اس سے پہلے یہ کبھی نہیں کھولا گیا۔ اور اس دروازے سے ایک فرشتہ نازل ہوا ہے۔ حضرت جبریل علیہ السلام نے حضور ﷺ سے عرض کیا: یہ فرشتہ جو آسمان سے زمین کی طرف نازل ہوا ہے، آج سے پہلے یہ کبھی زمین کی طرف نہیں اترا۔ وہ فرشتہ آیا اور اس نے رسول اللہ ﷺ کو سلام کہا اور پھر آپ ﷺ سے عرض کیا: آپ کے لیے ایسے دونوں کی خوشخبری ہے جو آپ ہی کو دیئے گئے ہیں۔ ایک سورہ فاتحہ اور دوسری سورہ بقرہ کی آخری آیات..... ان دونوں کا جو حرف بھی آپ پڑھیں گے، اس کے بدلے آپ کو اجر ملے گا یا آپ کو دعا قبول کی جائے گی۔“^(۲)

(۳): ((عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ لِأَبِي بَكْرٍ: كَيْفَ تَقْرَأُ فِي الصَّلَاةِ؟ فَقَرَأَ

(۱) [صحیح بخاری، کتاب فضائل القرآن، باب فضل فاتحہ الکتاب (ح ۵۰۰۶)]

(۲) [صحیح مسلم، کتاب صلاة المسافرين، باب فضل الفاتحة وخواتيم سورة البقرة (ح ۸۰۶)]

أَمْ الْقُرْآنَ، فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ: وَالَّذِي نَفْسِي بِيَدِهِ، مَا أَنْزَلْتُ فِي التَّوْرَةِ وَلَا فِي الْإِنْجِيلِ وَلَا فِي الزَّبُورِ وَلَا فِي الْفُرْقَانِ مِثْلَهَا وَإِنَّهَا سَبْعٌ مِنَ الْمَثَانِي وَالْقُرْآنِ الْعَظِيمِ الَّذِي أُعْطِيْتُهُ»

”حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے اُبی بن کعب رضی اللہ عنہ سے کہا کہ تم نماز میں کیا تلاوت کرتے ہو؟ انہوں نے سورت فاتحہ پڑھ کر سنائی، تو اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا: اس ذات کی قسم! جس کے ہاتھ میں میری جان ہے، تو رات، انجیل، زبور اور قرآن میں اس جیسی کوئی اور سورت نازل نہیں ہوئی، بلاشبہ اس سورت کی سات آیات ہیں جن کے بار بار تلاوت ہوتی ہے اور یہی وہ قرآن عظیم ہے جو مجھے عطا کیا گیا ہے۔“ (۱)

(۲): حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ، سے روایت ہے کہ اللہ کے رسول کے چند صحابہ ایک مرتبہ کسی سفر پر روانہ ہوئے تو راستے میں انہوں نے ایک قبیلہ والوں کے ہاں پڑاؤ کیا اور چاہا کہ قبیلہ والے ان کی مہمان نوازی کریں مگر انہوں نے مہمان نوازی سے انکار کر دیا۔ پھر کیا ہوا کہ اس قبیلہ کے سردار کو کسی زہریلی چیز نے کاٹ لیا اور انہوں نے بڑا علاج کیا مگر کوئی افاقہ نہ ہوا۔ پھر انہی میں سے کسی شخص نے مشورہ دیا کہ یہ مسافر لوگ جنہوں نے قریب ہی پڑاؤ کیا ہے، ان کے پاس جاؤ، ممکن ہے کہ ان میں سے کسی کے پاس مؤثر منتر ہو، چنانچہ وہ صحابہ کرام کے پاس آئے اور کہنے لگے: اے مسافر! ہمارے سردار کو کسی زہریلی چیز (بچھو) نے کاٹ لیا ہے اور ہم نے علاج معالجے میں کوئی کسر نہیں چھوڑی لیکن کامیابی نہ ہونے پر تمہارے پاس آئے ہیں تو کیا تمہارے پاس اس کے علاج کے لیے کوئی نسخہ ہے؟ ایک صحابی (یعنی خود ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ) نے کہا کہ ہاں! اللہ کی قسم میں دم جھاڑ جانتا ہوں لیکن ہم نے تم سے کہا تھا کہ تم ہماری مہمان نوازی کرو لیکن تم نے نہیں کی، اس لیے میں بھی اس وقت تک علاج نہیں کروں گا جب تک کہ تم کوئی اُجرت مقرر نہ کرو۔ چنانچہ ان لوگوں نے کچھ بکریاں (تقریباً تیس عدد) دینے کا وعدہ کیا۔ پھر یہ صحابی گئے اور سورت فاتحہ پڑھ کر اس مریض پر ہلکے ہلکے تھوک والی پھونکیں مارتے رہے حتیٰ کہ اس دم کی برکت سے وہ اس طرح ہو گیا جیسے اس کی رسی کھل گئی ہے اور وہ اٹھ کر اس طرح چلنے لگا جیسے اسے کوئی تکلیف آئی ہی نہیں۔

اب اس قبیلہ والوں نے حسب وعدہ اس صحابی کو بکریاں دے دیں۔ بعض صحابہ رضی اللہ عنہم نے کہا کہ بکریاں

(۱) [جامع ترمذی، کتاب فضائل القرآن، باب ماجاء فی فضل الفاتحة] (ج- ۲۸۷۵)

تقسیم کر لی جائیں لیکن دم کرنے والے صحابی نے کہا کہ ابھی ایسا نہ کرو بلکہ پہلے اللہ کے رسولؐ کے پاس جا کر ہم سارا واقعہ پیش کریں اور دیکھیں کہ آپ کیا حکم فرماتے ہیں؟ پھر وہ اللہ کے رسولؐ کے پاس آئے اور سارا ماجرا کہہ سنایا۔ اللہ کے رسولؐ نے فرمایا کہ تمہیں کیسے معلوم ہوا کہ اس (سورۃ فاتحہ) کے ساتھ دم کیا جاسکتا ہے (گویا آپ حیران ہوئے اور فرمایا کہ) میرا بھی اس میں سے ایک حصہ نکالنا۔“^(۱)

بعض روایات میں ہے کہ جب یہ صحابی اس سردار کا روحانی علاج کر کے واپس تشریف لائے تو دوسرے صحابہؓ نے ان سے پھوچھا: اَلْكَتُّ تُحْسِنُ رُقِيَةً اَوْ كُنْتُ تَرْقِي؟ ”کیا آپ روحانی علاج میں ماہر اور تجربہ کار ہیں؟“..... تو اس صحابی نے جواب دیا: نہیں، میں ماہر تو نہیں ہوں البتہ میں نے صرف سورۃ فاتحہ کے ساتھ اس کا علاج کیا ہے۔“^(۲)

سورۃ البقرہ کی فضیلت:

سورۃ البقرہ قرآن کی سب سے بڑی سورت ہے جس کی دو سو چھیالیس (286) آیات ہیں۔ اس سورت کی فضیلت میں بہت سی صحیح احادیث مروی ہیں چند ایک ذیل میں ملاحظہ فرمائیں:

(۱): ((عَنْ أَبِي أُسَامَةَ قَالَ سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ يَقُولُ: اِقْرُؤُوا سُورَةَ الْبَقَرَةِ فَإِنَّ أَخَذَهَا بَرَكَةٌ وَتَرَكَهَا حَسْرَةٌ وَلَا يَسْتَطِيعُهَا الْبَطَلَةُ))

”حضرت ابو امامہ باہلی رضی اللہ عنہ، فرماتے ہیں کہ میں نے اللہ کے رسول ﷺ کا یہ ارشاد گرامی سنا کہ سورۃ بقرہ پڑھا کرو کیونکہ اسے پڑھنا باعث برکت ہے اور اسے چھوڑنا باعث حسرت ہے اور باطل پرست (جاوود وغیرہ) اس کی استطاعت (توڑ) نہیں رکھتے۔“^(۳)

(۲): ((عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ: إِنَّ الشَّيْطَانَ يَنْفِرُ مِنَ الْبَيْتِ الَّذِي تُقْرَأُ فِيهِ سُورَةُ الْبَقَرَةِ))

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ اللہ کے رسول ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ ”جس گھر میں سورۃ بقرہ پڑھی جائے، وہاں سے شیطان دور بھاگتا ہے۔“^(۴)

(۱) [صحیح بخاری، کتاب الطب، باب النفث فی الرقية (ح- ۵۷۴۹) صحیح مسلم (ح- ۲۲۰۱)]

(۲) [صحیح بخاری کتاب فضائل القرآن باب فضل فاتحة لکتاب (ح- ۵۰۷)]

(۳) [صحیح مسلم، کتاب صلاة المسافرین، باب فضل قرآۃ القرآن وسورۃ البقرہ (ح- ۸۰۴)]

(۴) [صحیح مسلم ایضاً (باب ۲۹ حدیث ۷۸۰) ترمذی (ح- ۲۸۷۷) السنن الکبریٰ لنسائی (۶- ۱۰۸۰۱)]

(۳): ایک روایت میں ہے کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا:

((اِقْرَأْهُ وَ سُورَةَ الْبَقْرَةِ فِي يَوْمِكُمْ فَإِنَّ الشَّيْطَانَ لَا يَدْخُلُ بَيْتًا يُقْرَأُ فِيهِ سُورَةُ الْبَقْرَةِ))

”اپنے گھروں میں سورہ بقرہ پڑھا کرو کیونکہ جس گھر میں یہ سورہ پڑھی جاتی ہے، وہاں شیطان داخل نہیں ہوتا۔“^(۱)

یاد رہے کہ مذکورہ بالا روایات میں مکمل سورہ بقرہ پڑھنے کا ذکر ہے البتہ بعض روایات میں سورہ بقرہ کی آخری آیتوں کی بھی اس طرح کی فضیلت مذکور ہے جیسا کہ آگے احادیث میں آ رہا ہے۔

(۴): حضرت ابوسعود رضی اللہ عنہ، انصاری سے مروی ہے کہ اللہ کے رسول ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ ”جو

شخص سورہ بقرہ کی آخری دو آیتیں پڑھ لے تو وہ رات بھر اس کے لیے کافی ہو جائیں گی۔“^(۲)

بعض اہل علم کے بقول: ”یہ دو آیتیں کافی ہو جائیں گی“ کا مطلب ہے کہ یہ دو آیتیں تہجد کی نماز سے کفایت کر دیں گی اور بعض کے بقول اس کا مطلب ہے کہ یہ دو آیتیں جنوں اور شیطانوں سے محفوظ رکھنے کے لئے کافی ہو جائیں گی۔

آیہ الکرسی کی فضیلت:

(۱): ((عَنْ أَبِي بِنِ كَعْبٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ: يَا أَبَا الْمُنْذِرِ! اتْلِرِي أَيْ آيَةَ مِنْ

كِتَابِ اللَّهِ تَعَالَى مَعَكَ أَعْظَمُ؟ قُلْتُ أَللَّهُ وَرَسُولُهُ أَعْلَمُ، قَالَ: يَا أَبَا الْمُنْذِرِ! اتْلِرِي أَيْ آيَةَ

مِنْ كِتَابِ اللَّهِ تَعَالَى مَعَكَ أَعْظَمُ؟ قُلْتُ: ﴿لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ الْهَوَالِحِيُّ الْقَيْئُومُ﴾ قَالَ: فَضْرَبَ

فِي صَدْرِي وَقَالَ: لِيَهْنِكَ الْعِلْمُ أَبَا الْمُنْذِرِ!))^(۳)

”حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے مجھ سے فرمایا: ابو منذر! جانتے ہو

تمہارے پاس اللہ تعالیٰ کی جو کتاب (قرآن مجید) ہے اس کی کون سی آیت سب سے بڑی ہے؟ میں

نے عرض کیا: اللہ اور اس کے رسول ﷺ ہی زیادہ بہتر جانتے ہیں۔ آپ نے پھر مجھ سے پوچھا: ابو

منذر کیا تمہیں معلوم ہے کہ تمہارے پاس اللہ کی جو کتاب ہے اس کی سب سے بڑی آیت کون سی ہے؟

(۱) [مستدرک حاکم (ح ۲۶۰۲)]

(۲) [صحیح بخاری، کتاب فضائل القرآن، باب فضل سورة البقرة (ح ۵۰۰۹) صحیح مسلم (ح ۵۰۷) ابو داؤد (ح ۱۳۹۷) ترمذی (ح ۲۸۸۱) ابن ماجہ (ح ۱۳۶۸) احمد (ح ۴ ص ۱۱۸)]

(۳) [صحیح مسلم، کتاب صلاة المسافرين، باب فضل سورة الكهف وآية الكرسي (ح ۸۱۰)]

اب میں نے عرض کیا کہ وہ یہ آیت ہے: اللہ لا الہ الا هو الحی القیوم (یعنی آیت الکرسی) تو اللہ کے رسول ﷺ نے (خوش ہو کر) میرے سینے پر ہاتھ مارا اور فرمایا: اے ابو منذر! یہ علم تمہیں مبارک ہو۔“

(۲): حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ایک روایت میں ہے کہ ایک رات انہوں نے شیطان (جن) کو پکڑ لیا اور کہا کہ میں تمہیں ہرگز نہیں چھوڑوں گا۔ اس نے کہا کہ مجھے چھوڑ دو، میں تمہیں اس کے بدلے ایسے کلمات سکھا دیتا ہوں کہ اگر تم انہیں پڑھ کر بستر پر سو جاؤ تو تو صبح تک اللہ تعالیٰ کی طرف سے تم پر ایک پہرے دار مقرر کر دیا جائے گا اور کوئی شیطان صبح تک تمہارے پاس نہیں پھٹکے گا۔ تو میں نے کہا کہ ہاں بتاؤ۔ تو اس نے مجھے آیت الکرسی والے کلمات بتائے اور میں نے اسے چھوڑ دیا۔ صبح کے وقت میں نے اللہ کے رسول ﷺ کو یہ سارا واقعہ سنایا تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ وہ تھا تو جھوٹا مگر تمہیں ایک سچی بات بتا گیا ہے۔“ (۱)

سورة البقرة کی آخری دو آیتوں کی فضیلت:

((عن النعمان بن بشیرؓ قال قال رسول اللہ ﷺ: إِنَّ اللَّهَ كَتَبَ كِتَابَهَا قَبْلَ أَنْ يُخْلَقَ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ بِالْفَلْقِ عَامٍ أَنْزَلَ مِنْهُ آيَاتَيْنِ خُتِمَ بِهِمَا سُورَةُ الْبَقَرَةِ وَلَا تَقْرَأَنَّ فِي دَارِ ثَلَاثَ لَيَالٍ فَيَقْرُبَهَا الشَّيْطَانُ))

”حضرت نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے آسمانوں اور زمین کو پیدا فرمانے سے دو ہزار سال قبل ایک کتاب کو تحریر فرمایا، اس میں سے دو آیتیں نازل فرمائیں جن کے ساتھ سورہ بقرہ کو ختم کیا گیا ہے، جس گھر میں یہ دونوں آیتیں تین رات مسلسل تلاوت کی جائیں تو شیطان اس گھر کے نزدیک نہیں جائے گا۔“ (۲)

سورة البقرة اور سورة آل عمران کی فضیلت:

(۱): ((عَنْ أَبِي أُسَامَةَ قَالَ سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ يَقُولُ: اقْرَأُوا الْقُرْآنَ فَإِنَّهُ يَأْتِي يَوْمَ الْقِيَامَةِ شَفِيعًا لِأَصْحَابِهِ اقْرَأُوا الزُّهْرَاوَيْنِ؛ الْبَقَرَةَ وَسُورَةَ آلِ عِمْرَانَ فَإِنَّهُمَا يَأْتِيَانِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ

(۱) [صحيح بخارى: كتاب الوكالة: باب اذا وكل رجلا (ح ۲۳۱۱) دلائل النبوة للبيهقي (۱۰۷/۷) عمل اليوم

واليلة (۹۵۸) شرح السنة (۱۱۹۶) السنن الكبرى (۱۰۷۹۵)]

(۲) [جامع ترمذی، كتاب فضائل القرآن، باب ماجاء فى آخر سورة البقرة (ح ۲۸۸۲)]

كَانَهُمَا عَمَامَتَانِ أَوْ كَانَهُمَا عَيَّائِنِ أَوْ كَانَهُمَا فِرْقَانِ مِنْ طَيْرٍ صَوَّافٍ تُحَاجَّجَانِ عَنْ أَصْحَابَيْهِمَا أَقْرَبُوا سُورَةَ الْبَقَرَةِ فَإِنَّ أَخَذَهَا بَرَكَةٌ وَتَرَكَهَا حَسْرَةٌ وَلَا يَسْتَطِيعُهَا الْبُطْلَةُ))

”حضرت ابو امامہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا، آپ فرماتے ہیں: قرآن مجید پڑھا کرو کیونکہ یہ قیامت کے دن اپنے پڑھنے والوں کے لیے شفیع (سفارش کرنے والا) بن کر آئے گا۔ دو چمکتی ہوئی روشن سورتیں البقرہ اور آل عمران پڑھا کرو کیونکہ یہ دونوں قیامت کے دن اس طرح آئیں گی جیسا کہ دو چھتریاں ہوں یا سایہ کرنے والے دو بادل ہوں، یا پرندوں کے دو جھنڈ ہوں جو پر پھیلائے ہوئے ہیں۔ یہ اپنے پڑھنے والوں کے حق میں جھگڑا کریں گی۔ سورۃ البقرہ پڑھا کرو کیونکہ اسے لازم پکڑنا باعث برکت ہے اور اس کا چھوڑ دینا باعث حسرت ہے اور باطل پرست (جادو گر وغیرہ) اس کی استطاعت (توڑ) نہیں رکھتے۔“ (۱)

(۲): ((عَنْ النَّوَّاسِ بْنِ سَمْعَانَ قَالَ سَمِعْتُ النَّبِيَّ ﷺ يَقُولُ: يُؤْتَى بِالْقُرْآنِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ وَأَهْلِيهِ الَّذِينَ كَانُوا يَعْمَلُونَ بِهِ تَقْدِمُهُ سُورَةُ الْبَقَرَةِ وَالْأَلِ عِمْرَانَ كَانَهُمَا عَمَامَتَانِ أَوْ ظُلَّتَانِ سَوْدَاوَانِ بَيْنَهُمَا شَرْقٌ أَوْ كَانَهُمَا فِرْقَانِ مِنْ طَيْرٍ صَوَّافٍ تُحَاجَّجَانِ عَنْ صَاحِبَيْهِمَا))

”حضرت نواس بن سمعان رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے نبی ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے: قیامت کے روز قرآن مجید اور وہ لوگ کہ جو اس کے مطابق عمل کیا کرتے تھے لائے جائیں گے اور ان کے آگے آگے سورۃ البقرہ اور سورۃ آل عمران ہوں گی۔ اس طرح کہ گویا وہ دو بادل ہیں یا دو سائبان ہیں جن کے اندر چمک اور روشنی ہے یا وہ پرندوں کے دو جھنڈ ہیں جو اپنے پر پھیلائے ہوئے ہیں۔ یہ دونوں سورتیں اپنے پڑھنے والوں کے حق میں حجت پیش کریں گی۔“ (۲)

سورۃ ہود، واقعہ، مرسلات، نباء اور سورۃ بکوری کی فضیلت:

((عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ قَالَ أَبُو بَكْرٍ: يَا رَسُولَ اللَّهِ أَقْدَ شَيْئًا، قَالَ: شَيْئِي هُوَ وَالْوَاقِعَةُ وَالْمُرْسَلَاتِ وَعَمَّ بِنَسَاءِ لُونٍ وَإِذَا الشَّمْسُ كُوِّرَتْ))

”حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے اللہ کے رسول ﷺ سے

(۱) [صحیح مسلم، کتاب صلاة المسافرين، باب فضل قراءة القرآن وسورة البقرة (ح ۸۰۴)]

(۲) [صحیح مسلم، کتاب صلاة المسافرين، باب فضل قراءة القرآن وسورة البقرة (ح ۸۰۵)]

عرض کیا: اے اللہ کے رسول! آپ تو (وقت سے پہلے) بوڑھے ہو گئے ہیں! آپ ﷺ فرماتے ہیں کہ مجھے سورہ ہود، سورہ واقعتہ، سورہ مرسلات، سورہ نباء اور سورہ تکویر نے بوڑھا کر دیا ہے۔“ (۱)

اس لیے کہ ان سورتوں میں آخرت کی ہولناکیاں اور عذاب کا تذکرہ اس انداز سے کیا گیا ہے کہ اس پر اور اپنی امت کی صورت حال پر غور و فکر نے آپ کو نڈھال کر چھوڑا۔ اور اسی پریشانی کا آپ نے اظہار فرمایا۔

سورۃ الاسراء (بنی اسرائیل) اور سورۃ الزمر کی فضیلت:

((عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ كَانَ النَّبِيُّ ﷺ لَا يَنَامُ حَتَّى يَقْرَأَ الزُّمَرَ وَبَنِي إِسْرَائِيلَ))

”حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ اللہ کے رسول ﷺ اس وقت تک سوتے نہیں تھے، جب تک کہ سورۃ الزمر اور سورۃ بنی اسرائیل (الاسراء) کی تلاوت نہ کر لیتے۔“ (۲)

سورۃ الکہف کی فضیلت:

(۱): ﴿عَنْ أَبِي الدَّرْدَاءِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّهُ قَالَ: مَنْ حَفِظَ عَشْرَ آيَاتٍ مِنْ أَوَّلِ سُورَةِ الْكَهْفِ عُصِمَ مِنْ فِتْنَةِ الدُّجَالِ﴾

”حضرت ابودرداء رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضور نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جس شخص نے سورۃ الکہف کی پہلی دس آیات یاد کر لیں، وہ فتنہ دجال سے محفوظ کر لیا گیا۔“ (۳)

(۲): ﴿عَنِ النَّوَّاسِ بْنِ سَمْعَانَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ ذَكَرَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الدُّجَالَ ذَاتَ غَدَاةٍ إِنَّهُ شَابَ قَطِطًا عَيْنُهُ طَائِفَةٌ كَأَنِّي أَشْبَهُهُ بِعَبْدِ الْعَزْزِيِّ فَمَنْ أَدْرَكَهُ مِنْكُمْ فَلْيَقْرَأْ عَلَيْهِ فَوَاتِحَ سُورَةِ الْكَهْفِ إِنَّهُ خَارِجٌ حَلَّةً بَيْنَ الشَّامِ وَالْعِرَاقِ﴾ (۴)

”حضرت نواس بن سمعان رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ایک صبح اللہ کے رسول ﷺ نے دجال کا تذکرہ کرتے ہوئے فرمایا کہ وہ گھنگھارے والے بالوں والا نوجوان شخص ہے، گویا میں اسے عبدالعزی بن قطن (ایک کافر) سے مشابہت دے سکتا ہوں اور تم میں سے جس شخص کو دجال سے واسطہ پڑے، وہ سورۃ

(۱) [جامع ترمذی، کتاب تفسیر القرآن، باب ومن سورۃ الواقعة (ح-۳۲۹۷)]

(۲) [جامع ترمذی، ایضاً، باب قرأۃ سورۃ بنی اسرائیل والزمقيل النوم (ح-۲۹۲۰) کتاب الدعوات، باب منه فی

قرأۃ سورۃ: الکافرون والسجدۃ والملک والزمرو بنی اسرائیل والمسححات (ح-۳۴۰۵)]

(۳) [صحیح مسلم، کتاب صلاۃ المسافرین، باب فضل سورۃ الکہف وآیۃ الكرسي (ح-۸۰۹)]

(۴) [صحیح مسلم، کتاب الفتن، باب ذکر الدجال (ح-۲۹۳۷) احمد (۲۴۸/۴) حاکم (۵۳۷/۴)]

الکھف کی ابتدائی آیات کی تلاوت کرے۔“

(۳): ﴿عَنْ أَبِي الدَّرْدَاءِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ أَنَّهُ قَالَ: مَنْ قَرَأَ عَشْرَ آيَاتٍ مِنْ

آخِرِ الْكَهْفِ عُصِمَ مِنْ فِتْنَةِ الدَّجَالِ﴾

”حضرت ابو درداء رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ اللہ کے رسول ﷺ نے ارشاد فرمایا: جس شخص نے سورۃ

الکھف کی آخری دس آیات کی تلاوت کی، وہ دجال کے فتنے سے بچالیا گیا۔“^(۱)

(۴): ﴿عَنْ أَبِي الدَّرْدَاءِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ أَنَّهُ قَالَ: مَنْ حَفِظَ عَشْرَ آيَاتٍ مِنْ

سُورَةِ الْكَهْفِ عُصِمَ مِنْ فِتْنَةِ الدَّجَالِ﴾

”حضرت ابو درداء سے مروی ہے کہ حضور نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جس شخص نے سورۃ الکھف

کی کوئی بھی دس آیات یاد کر لیں وہ فتنہ دجال سے محفوظ کر لیا گیا۔“^(۲)

بعض احادیث میں ہے کہ سورۃ کھف کی ابتدائی دس آیات کی تلاوت (دجال سے حفاظت کے لیے) کی جائے، بعض میں آخری دس آیات کا ذکر ہے جبکہ بعض میں ہے کہ کوئی بھی دس آیات کی تلاوت کی جائے اور بعض میں تلاوت کی بجائے یاد کرنے (حفظ) کا ذکر ہے۔

ان تمام روایات میں جمع و تطبیق کی صورت یہ ہے کہ ”کوئی بھی دس آیات تلاوت کی جائیں“ یہ روایت عام ہے جبکہ پہلی یا آخری دس آیات کی روایات خاص ہیں اور اصول فقہ کے قاعدے کے مطابق خاص کو عام پر مقدم رکھا جائے گا یعنی خلاصہ یہ کہ شروع یا آخر کہیں سے بھی دس آیات کی تلاوت کر لی جائے، کافی ہے۔

جن روایات میں آیات کے حفظ کا ذکر ہے، اس کا معنی بھی یہی ہے کہ انہیں پڑھا جائے کیونکہ اللہ نہ کرے اگر دجال کا سامنا ہو جائے تو قرآن کی عدم موجودگی میں بھی انہیں پڑھا جاسکے۔

(۵): حضرت معاذ بن انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرمؐ نے فرمایا: ”جو شخص سورۃ کھف کے

ابتدائی اور آخری حصہ کی تلاوت کرے تو یہ اس کے سر سے لے کر پاؤں تک نور بن جائے گی اور جو شخص

اس پوری سورت کی تلاوت کرے تو یہ اس کے لیے زمین سے لے کر آسمان تک نور بن جائے گی۔“^(۳)

(۱) [ابو داؤد، کتاب الملاحم، باب خروج دجال (۴۳۲۳) احمد (۴۹۶/۶) عمل اليوم والليلة (۶۷۶)]

(۲) [مسند احمد (۴۹۹/۶)]

(۳) [مسند احمد (ج ۳ ص ۲۳۹) المعجم الكبير (ج ۲۰ ص ۱۹۷) مجمع الزوائد (ج ۱۱ ص ۱۱۴۴) علامہ

عبدالرزاق مہدی نے تفسیر قرطبی کی تخریج میں اسے حسن قرار دیا ہے، دیکھیے: (ج ۱۱ ص ۶۹)]

(۶) : ((عن البراء قال: كَانَ رَجُلٌ يَقْرَأُ سُورَةَ الْكَهْفِ وَالِي حِجَابِهِ حِصَانٌ مُرْبُوطٌ بِسَطْرَيْنِ فَغَشَّتْهُ سَحَابَةٌ فَجَعَلَتْ تَذَنُّوًا وَجَعَلَ فَرَسُهُ يَنْفِرُ فَلَمَّا أَصْبَحَ أَتَى النَّبِيَّ ﷺ فَذَكَرَ ذَلِكَ لَهُ فَقَالَ تِلْكَ السَّكِينَةُ نَزَلَتْ بِالْقُرْآنِ))

”حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک آدمی سورہ کہف پڑھ رہا تھا اور اس کے قریب ہی ایک گھوڑا اور سیوں کے ساتھ بندھا ہوا تھا۔ اس دوران ایک بادل سا اس پر سایہ فگن ہوا، اور وہ آہستہ آہستہ نیچے آتا چلا گیا جیسے جیسے وہ نیچے آتا گیا، ویسے ویسے اس کا گھوڑا زیادہ اچھلنے لگا جب صبح ہوئی تو وہ شخص نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور اس نے آپ ﷺ سے اس واقعہ کا ذکر کیا۔ آپ نے اسے فرمایا کہ وہ سکینت تھی جو قرآن کے ساتھ نازل ہو رہی تھی۔“^(۱)

جمعہ کے روز سورہ کہف پڑھنے کی فضیلت:

جمعہ کے روز سورہ کہف پڑھنے کی فضیلت کے بارے جو احادیث مروی ہیں، ان کی صحت و استناد کے حوالے سے اہل علم کا اختلاف ہے۔ بعض اہل علم ان روایات کے مجموعہ پر حسن کا حکم لگاتے ہیں اور یہی رائے درست ہے۔ ان میں سے دو احادیث ذیل میں ذکر کی جا رہی ہیں:

- (۱) : حضرت ابوسعید رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا: ”جو شخص جمعہ کے روز سورہ کہف کی تلاوت کرے، اس کے لیے اللہ تعالیٰ دو جمعوں کے درمیان ایک نور روشن فرمادیتے ہیں۔“^(۲)
- (۲) : ایک روایت میں ہے کہ ”جو شخص جمعہ کے روز سورہ کہف پڑھے، اس کے لیے اگلے جمعہ تک تمام گناہ معاف کر دیے جاتے ہیں اور اسے آسمان کی بلندی تک نور عطا کیا جاتا ہے (جو روز قیامت خوب روشن ہوگا) اور اسے دجال کے فتنے سے بچا لیا جائے گا۔“^(۳)

(۱) [صحیح بخاری، کتاب فضائل القرآن، باب فضل الکھف (ح ۵۰۱۱) صحیح مسلم، کتاب صلاۃ

المسافرین، باب نزول السکینۃ لقراءۃ القرآن (ح ۷۹۵)]

(۲) [صحیح الجامع الصغیر (۶۳۴۶) علامہ البانی نے اسے صحیح کہا ہے]

(۳) [تفسیر قرطبی (ح ۱۰ ص ۳۰۱) حاکم (ج ۲ ص ۳۶۸) شعب الایمان (ح ۲۴۴۴-۲۴۴۶) دارمی

(ح ۲۳۸۳) اس کی سند میں اختلاف ہے۔ امام حاکم اسے صحیح جبکہ امام ذہبی، نعیم بن نماد کی وجہ سے ضعیف قرار دیتے ہیں۔

امام بیہقی اس کے موقف ہونے کو صحیح قرار دیتے ہیں، علامہ البانی نے اسے صحیح الجامع الصغیر (ح ۶۴۷۰) میں

شامل کیا ہے]

سورۃ کہف اور سلف کے ذاتی تجربات:

- (۱) : مسند دارمی میں زر بن جمیش سے روایت ہے کہ ”جو شخص تہجد کے وقت بیدار ہونا چاہے، اسے چاہیے کہ سونے سے کچھ دیر پہلے سورۃ کہف کی آخری آیت پڑھ لے۔ زر سے روایت کرنے والے راوی عبدہ فرماتے ہیں کہ میں نے اس کا تجربہ کر کے دیکھا تو واقعی میرا تجربہ درست ثابت ہوا۔“ (۱)
- (۲) : ”ایک آدمی نے حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے کہا کہ ”میں تہجد کے وقت اٹھنا چاہتا ہوں مگر نیند مجھ پر غالب آجاتی ہے، اس کا کوئی حل بتائیے۔ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے جواب دیا کہ جب تم تہجد کے وقت بیدار ہونا چاہو تو رات سونے سے پہلے سورۃ کہف کی آخری دو آیات پڑھ لیا کرو تو رات کو جس وقت تم چاہو گے، اللہ تعالیٰ تمہیں بیدار کر دیں گے۔“ (۲)

سورۃ الانبیاء اور آیت کریمہ کی فضیلت:

((عَنْ سَعْدِ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ: دَعْوَةُ ذِي النُّونِ إِذْ دَعَا وَهُوَ فِي بَطْنِ الْحُوتِ: ﴿لَا إِلَهَ إِلَّا أَنْتَ سُبْحَانَكَ إِنِّي كُنْتُ مِنَ الظَّالِمِينَ﴾ فَإِنَّهُ لَمْ يَدْعُ بِهَا رَجُلٌ مُسْلِمٌ فِي شَيْءٍ قَطُّ إِلَّا اسْتَجَابَ اللَّهُ لَهُ))

”حضرت سعد رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جب بھی کوئی مسلمان مچھلی والے پیغمبر (یعنی حضرت یونس) کی اس دعا جو انہوں نے مچھلی کے پیٹ میں مانگی تھی کہ ”تیرے سوا کوئی معبود برحق نہیں، تو (ہر نقص سے) پاک ہے، میں ہی ظالموں میں سے ہوں“ کے واسطے سے دعا مانگتا ہے تو اس کی دعا اللہ تعالیٰ قبول فرماتے ہیں۔“ (۳)

حضرت یونس کی اس دعا کو دراصل سورۃ الانبیاء کی ایک آیت کی حیثیت حاصل ہے اور یہ آیت کریمہ کے نام سے مشہور ہے۔ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ یہ آیت پڑھ کر جو جائز دعا مانگی جائے، وہ قبول ہوتی ہے، مگر اس کا طریقہ یہ نہیں کہ لوگوں کو جمع کر کے گھٹیوں وغیرہ پر ایک تعداد متعین کر کے اس آیت کا وظیفہ کیا جائے۔ صحابہ رضی اللہ عنہم اور سلف صالحین سے ایسا کوئی ثبوت نہیں ملتا، اس لیے اس سے بچنا چاہیے۔

(۱) [تفسیر قرطبی (ج ۱۱ ص ۷۰)]

(۲) [قرطبی ایضاً]

(۳) [جامع ترمذی، کتاب الدعوات، باب فی دعوة ذی النون... (ج ۳۰ ص ۵۰۰) صحیح ترمذی (ج ۲۷ ص ۸۰)]

سورة السجدة اور سورة الدهر کی فضیلت:

((عن عبد اللہ بن عباس ان النبی ﷺ كَانَ يَقْرَهُ فِي صَلَاةِ الْفَجْرِ يَوْمَ الْجُمُعَةِ : ﴿الْم تَنْزِيل﴾ السَّجْدَةَ، وَ﴿هَلْ آتَى عَلَى الْإِنْسَانِ حِينٌ مِّنَ الدَّهْرِ﴾ وَإِنَّ النَّبِيَّ ﷺ كَانَ يَقْرَهُ فِي صَلَاةِ الْجُمُعَةِ سُورَةَ الْجُمُعَةِ وَالْمُنَافِقِينَ))

”حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ اللہ کے رسول ﷺ جمعہ کے روز نماز فجر (کی پہلی رکعت) میں سورہ السجدة اور (دوسری میں) سورہ الدهر کی تلاوت فرمایا کرتے تھے۔ اور نماز جمعہ میں آپ ﷺ سورہ الجمعة اور سورہ المنافقین کی تلاوت فرمایا کرتے تھے۔“^(۱)

بعض روایات میں ہے کہ ”آپ ﷺ جمعہ کے روز نماز جمعہ میں سورہ الاعلیٰ اور سورہ الغاشیہ کی تلاوت بھی کیا کرتے تھے۔“ (یعنی کبھی آپ یہ سورتیں پڑھ لیتے اور کبھی دوسری)^(۲)

سورة یس کی فضیلت:

سورة یس کی فضیلت کے بارے بہت سی احادیث مروی ہیں مگر ان میں سے کوئی ایک بھی سند صحیح ثابت نہیں۔ تفصیل کے لیے اگلی فصل ملاحظہ فرمائیں۔

سورة الفتح کی فضیلت:

((عن زید بن اسلم عن ابيه قال ان رسول الله ﷺ قال: لَقَدْ اُنزِلَ عَلَيَّ اللَّيْلَةَ سُورَةُ لَيْهِ اَحَبُّ اِلَيَّ مِمَّا طَلَعَتْ عَلَيْهِ الشَّمْسُ ثُمَّ قَرَأَهُ: ﴿اَنَا فَتَحْنَا لَكَ فَتْحًا مُّبِينًا﴾.....))

”حضرت زید اپنے والد اسلم رضی اللہ عنہما سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: آج رات مجھ پر ایک ایسی سورت نازل ہوئی ہے جو مجھے دنیا جہاں کہ ہر چیز سے زیادہ محبوب ہے پھر آپ نے (سورة الفتح کی) یہ آیت تلاوت فرمائی: ﴿اَنَا فَتَحْنَا لَكَ فَتْحًا مُّبِينًا﴾“^(۳)

سورة الحديد، الحشر، الصف، الجمعة، التغابن، اور الاعلیٰ کی فضیلت:

((عن عرياض بن السارية أنه حَدَّثَهُ أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ كَانَ يَقْرَهُ الْمُسَبِّحَاتِ قَبْلَ أَنْ يَرْقُدَ

(۲) [ايضاً (ح- ۸۷۸)]

(۱) [صحيح مسلم، كتاب الجمعة، باب ما يقرء في يوم الجمعة (ح- ۸۷۹)]

(۳) [صحيح بخاری، كتاب فضائل القرآن، باب فضيل سورة الفتح (ح- ۵۰۱۳)]

وَيَقُولُ: إِنَّ فِيهِمْ آيَةً خَيْرًا مِّنْ أَلْفِ آيَةٍ))

”حضرت عرباض بن ساریہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ اللہ کے رسول ﷺ سونے سے پہلے مسجات (وہ سورتیں جن کے شروع میں تسبیح کے کلمات ہیں) کی تلاوت کیا کرتے تھے اور آپ ﷺ فرماتے کہ ان سورتوں میں ایک آیت ایسی ہے جو ایک ہزار آیات سے بہتر ہے۔“^(۱)

مُسَبِّحَاتٌ سے مراد وہ سورتیں ہیں جن کے شروع میں تسبیح کے کلمات ہیں مثلاً: سَبَّحْ، سُبْحَانَ، يُسَبِّحُ۔ اس لحاظ سے مُسَبِّحَاتٌ میں یہ سورتیں شامل ہیں: (۱) بنی اسرائیل (اسے الاسراء بھی کہا جاتا ہے)۔ (۲) الحدید۔ (۳) الحشر۔ (۴) الصف۔ (۵) الجمعہ۔ (۶) التغابن۔ (۷) الاعلیٰ۔

باقی رہی یہ بات کہ ان میں وہ کون سی آیت ہے جو ایک ہزار آیات سے بہتر ہے، تو اس بارے کی حدیث میں کوئی وضاحت نہیں ملتی۔ شاید اس لیے کہ لوگ اس فضیلت کی خاطر ان تمام سورتوں ہی کی تلاوت کرتے رہیں۔ البتہ حافظ ابن کثیرؒ کے خیال میں وہ سورۃ الحدید کی آیت نمبر ۳ ہے۔^(۲)

سورۃ الملک کی فضیلت:

سورۃ الملک کی فضیلت کے بارے صحیح اور ضعیف دونوں طرح کی احادیث مروی ہیں۔ ضعیف احادیث تو اگلی فصل میں ملاحظہ فرمائیں البتہ اس سلسلہ میں مروی صحیح حدیث درج ذیل ہے:

((عن ابی ہریرۃ عن النبی ﷺ قال: إِنَّ سُورَةَ مِنَ الْقُرْآنِ ثَلَاثُونَ آيَةً شَفَعَتْ لِرَجُلٍ حَتَّىٰ غُفِرَ لَهُ وَهِيَ [سُورَةُ] تَبَارَكَ الَّذِي بِيَدِهِ الْمُلْكُ))

”حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: قرآن مجید میں تیس آیات پر مشتمل ایک سورت ایسی ہے جو (اپنے پڑھنے والے کی) سفارش کرے گی حتیٰ کہ اسے بخش دیا جائے گا اور وہ سورۃ الملک (تبارک الذی بیدہ الملک) ہے۔“^(۳)

سورۃ التکویر، سورۃ الانفطار اور سورۃ الانشقاق کی فضیلت:

((عن ابن عمر یقول قال رسول اللہ ﷺ: مَنْ سَرَّهُ أَنْ يُنْظَرَ إِلَىٰ يَوْمِ الْقِيَامَةِ كَأَنَّهُ رَأَىٰ عَيْنَيْنِ

(۱) جامع ترمذی، کتاب فضائل القرآن، باب قراءۃ سورۃ بنی اسرائیل والزم قبل النوم..... (ح- ۲۹۲)

(۲) [تفسیر ابن کثیر (ج ۴ ص ۳۰۲)]

(۳) [ترمذی، ایضاً، باب ماجاء فی فضل سورۃ الملک (ح- ۲۸۹۱) احمد (ج ۲ ص ۲۹۹) ابوداؤد (۱۴۰۰)]

فَلْيُقْرَأْ: ﴿إِذَا الشَّمْسُ كُوِّرَتْ﴾ وَ ﴿إِذَا السَّمَاءُ انْفَطَرَتْ﴾ وَ ﴿إِذَا السَّمَاءُ انشَقَّتْ﴾))
 ”حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ اللہ کے رسول ﷺ نے ارشاد فرمایا: جو شخص یہ پسند کرتا ہو کہ وہ قیامت کا دن اس طرح دیکھ لے کہ گویا اپنی آنکھوں سے اسے دیکھ رہا ہے تو اسے چاہیے کہ سورۃ التکویر، سورۃ الانفطار اور سورۃ الانشقاق کی تلاوت کرے۔“ (۱)

سورۃ الاعلیٰ اور سورۃ الغاشیہ کی فضیلت:

”حضرت نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ عیدین اور جمعہ کے روز نماز جمعہ میں سَبَّحِ اسْمَ رَبِّكَ الْأَعْلَى (یعنی سورۃ الاعلیٰ) اور هَلْ أَتَاكَ حَدِيثُ الْعَاشِيَةِ (یعنی سورۃ الغاشیہ) کی تلاوت کیا کرتے تھے۔ اگر کبھی عید اور جمعہ ایک ہی روز اکٹھے ہوتے تو آپؐ تب بھی دونوں نمازوں (یعنی نماز عید اور نماز جمعہ) میں یہی دو سورتیں (بالترتیب) تلاوت فرماتے تھے۔“ (۲)

سورہ الکافرون کی فضیلت:

((عَنْ فَرَاوَةَ بْنِ نَوْفَلٍ أَنَّهُ أَتَى النَّبِيَّ ﷺ فَقَالَ: يَا رَسُولَ اللَّهِ اأَعْلَمَنِي شَيْئًا أَقُولُهُ إِذَا آوَيْتُ إِلَى فِرَاشِي؟ فَقَالَ: اقْرَأْ: ﴿قُلْ يَا أَيُّهَا الْكَافِرُونَ﴾ فَإِنَّهَا بَرَاءَةٌ مِنَ الشِّرْكِ))
 ”حضرت فرودہ بن نوفل رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ وہ نبی کریم ﷺ کے پاس حاضر ہوئے اور عرض کیا: اے اللہ کے رسول! مجھے بتائیے کہ جب میں (سونے کے لیے) بستر پر لیٹوں تو کیا پڑھا کروں؟ آپ ﷺ نے فرمایا: قل یا ایہا الکافرون پڑھا کرو، اس لیے کہ یہ سورت شرک سے دور کرتی ہے۔“ (۳)

سورۃ الاخلاص کی فضیلت:

(۱): ((عَنْ أَبِي الدَّرْدَاءِ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ: اَيَعِجْزُ أَحَدُكُمْ أَنْ يَقْرَأَ فِي لَيْلَةٍ ثَلَاثَ الْقُرْآنِ؟ قَالُوا: وَكَيْفَ يَقْرَأُ ثَلَاثَ الْقُرْآنِ؟ قَالَ: ﴿قُلْ هُوَ اللَّهُ أَحَدٌ﴾ تَعْدِلُ ثَلَاثَ الْقُرْآنِ))
 ”حضرت ابودرداء رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ایک مرتبہ فرمایا: کیا تم میں سے کوئی شخص اتنا بھی نہیں کر سکتا کہ ہر رات ایک تہائی قرآن پڑھے؟ صحابہ رضی اللہ عنہم نے عرض کیا: یا رسول اللہ! "

(۱) [جامع ترمذی، کتاب تفسیر القرآن، باب ومن سورۃ عبس (ح-۲۳۲۳)]

(۲) [صحيح مسلم، کتاب الجمعة، باب ما یقرء فی یوم الجمعة (ح-۸۷۸)]

(۳) [جامع ترمذی، کتاب الدعوات، باب منه فی قراءۃ سور: الکافرون والسجدۃ والملك (ح-۳۴۰۳)]

تہائی قرآن کیسے پڑھ سکتا ہے؟ (صحیح بخاری میں یہ وضاحت ہے کہ صحابہ کو یہ کام گویا بڑا مشکل محسوس ہوا تو) آپ ﷺ نے فرمایا کہ قل هو اللہ احد (سورۃ الاخلاص پڑھ لے) کیونکہ یہ ایک تہائی قرآن کے برابر ہے۔^(۱)

(۲): ((عَنْ عَائِشَةَ أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ بَعَثَ رَجُلًا عَلَى سَرِيَّةٍ وَكَانَ يَقْرَأُ لِأَصْحَابِهِ فِي صَلَاتِهِ فَيُخْتَمُّ بِقُلْ هُوَ اللَّهُ أَحَدٌ فَلَمَّا رَجَعُوا ذَكَرُوا ذَلِكَ لِلنَّبِيِّ ﷺ فَقَالَ سَلُّوهُ لِأَيِّ شَيْءٍ يَصْنَعُ ذَلِكَ فَسَأَلُوهُ فَقَالَ لِأَنَّهَا صِفَةُ الرَّحْمَنِ وَأَنَا أَحِبُّ أَنْ أَقْرَأَهَا فَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ: أَخْبِرُونَهُ إِنَّ اللَّهَ يُحِبُّهُ))

”حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ ایک مرتبہ نبی کریم ﷺ نے ایک شخص کو ایک فوجی دستے کا قائد بنا کر بھیجا۔ وہ شخص اپنے ساتھیوں کو نماز پڑھاتے ہوئے اپنی قراءت ہمیشہ قل هو اللہ احد (یعنی سورۃ اخلاص) پر ختم کیا کرتا تھا۔ جب یہ لوگ اس مہم سے واپس آئے تو انہوں نے نبی کریم ﷺ سے یہ بات بیان کی تو نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ اس شخص سے جا کر پوچھو کہ وہ ایسا کیوں کرتا رہا؟ لوگوں نے اس سے جا کر پوچھا تو اس نے جواب دیا کہ اس سورت میں اللہ تعالیٰ کا وصف بیان کیا گیا ہے، اس لیے میں اس کی تلاوت کو پسند کرتا ہوں۔ یہ سن کر نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ اس شخص کو جا کر بتا دو کہ اللہ تعالیٰ بھی اس سے محبت کرتا ہے۔“^(۲)

(۳): ((عَنْ أَنَسٍ قَالَ إِنَّ رَجُلًا قَالَ: يَا رَسُولَ اللَّهِ إِنِّي أَحِبُّ هَذِهِ السُّورَةَ: ﴿قُلْ هُوَ اللَّهُ أَحَدٌ﴾ قَالَ: إِنَّ حُبَّكَ إِيَّاهَا يُدْخِلُكَ الْجَنَّةَ))

”حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص نے رسول اللہ ﷺ سے عرض کیا: یا رسول اللہ! میں سورۃ الاخلاص سے بڑی محبت کرتا ہوں۔ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ اس سورت کے ساتھ تمہاری محبت تمہیں جنت میں داخل کر دے گی۔“^(۳)

(۱) | صحیح مسلم، کتاب صلاة المسافرين، باب فضل قراءة قل هو الله (ح- ۸۱۱) مثله فی البخاری، کتاب

فضائل القرآن، باب فضل قل هو الله احد (ح- ۵۰۱۵- ۷۳۷۴)

(۲) | صحیح بخاری، کتاب التوحید، باب ماجاء فی دعاء النبی (ح- ۷۳۷۵) صحیح مسلم، ایضاً (ح- ۸۱۴)

(۳) | جامع ترمذی، کتاب فضائل القرآن، باب ماجاء فی سورة الاخلاص (ح- ۲۹۰۱) وروی البخاری مثله فی

کتاب الاذان (ح- ۷۷۴)

(۴): ((عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ سَمِعَ رَجُلًا يَقْرَأُ: ﴿قُلْ هُوَ اللَّهُ أَحَدٌ﴾ فَقَالَ: ((وَجَبَتْ)) قُلْتُ وَمَا وَجَبَتْ؟ قَالَ: ((الْجَنَّةُ))

”حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے ایک شخص سے سنا کہ وہ قُلْ هُوَ اللَّهُ أَحَدٌ کی تلاوت کر رہا ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا (اس کے لیے) واجب ہوگئی۔ میں نے پوچھا: کیا واجب ہوگئی؟ آپ ﷺ نے فرمایا: جنت واجب ہوگئی۔“^(۱)

(۵): حضرت معاذ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ اللہ کے رسول ﷺ نے ارشاد فرمایا: ”جو شخص دس مرتبہ سورۃ الاخلاص پڑھے، اللہ تعالیٰ اس کے لیے جنت میں ایک گھر تیار کر دیتے ہیں۔“^(۲)

معوذتین کی فضیلت:

(۱): ((عَنْ عَقْبَةَ بْنِ عَامِرٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ: أَلَمْ تَرَ آيَاتِ اللّٰئِيَةِ لَمْ يُرَ مِثْلَهُنَّ قَطُّ: ﴿قُلْ أَعُوذُ بِرَبِّ الْفَلَقِ﴾ و﴿قُلْ أَعُوذُ بِرَبِّ النَّاسِ﴾.....))

”حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ایک مرتبہ مجھ سے فرمایا: تم نہیں جانتے کہ آج رات ایسی آیات اتری ہیں کہ کبھی ان کی نظیر نہیں پائی گئی اور وہ یہ ہیں: قل اعوذ برب الفلق (یعنی سورۃ الفلق) اور قل اعوذ برب الناس (یعنی سورۃ الناس)۔“^(۳)

(۲): ((عَنْ عَقْبَةَ بْنِ عَامِرٍ قَالَ: بَيْنَمَا أَنَا أَسِيرُ مَعَ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ بَيْنَ الْجَحْفَةِ وَالْأَبْوَاءِ، إِذْ غَشِيَنَا رِيحٌ وَظُلْمَةٌ شَدِيدَةٌ، فَجَعَلَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ يَتَعَوَّذُ بِ: ﴿أَعُوذُ بِرَبِّ الْفَلَقِ﴾ و﴿أَعُوذُ بِرَبِّ النَّاسِ﴾ وَيَقُولُ: يَا عَقْبَةُ! تَعَوَّذْ بِهِمَا، فَمَا تَعَوَّذْ مُتَعَوَّذٌ بِمِثْلِهَا))^(۴)

”حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں ایک دفعہ کا ذکر ہے کہ میں رسول اللہ ﷺ کی معیت میں مجھ اور ابواء مقام کے درمیان چل رہا تھا کہ اچانک ہمیں سخت آندھی نے گھیر لیا اور ہر طرف اندھیرا چھا گیا۔ چنانچہ رسول اللہ ﷺ نے ﴿أَعُوذُ بِرَبِّ الْفَلَقِ﴾ اور ﴿أَعُوذُ بِرَبِّ النَّاسِ﴾ سورتوں کو

(۱) [ایضاً (ح- ۲۸۹۷) نسائی (ح- ۹۹۳) موطا (ح- ۱۸)]

(۲) [سلسلة الاحاديث الصحيحة، للالباني (ح- ۵۸۹)]

(۳) [صحيح مسلم، كتاب صلاة المسافرين، باب فضل قراءة المعوذتين (ح- ۸۱۴)]

(۴) [ابو داؤد، كتاب الوتر، باب في المعوذتين (ح- ۱۴۶۳)]

پڑھنا شروع کر دیا اور فرمایا: اے عقبہ! تم بھی ان دونوں سورتوں کے ساتھ پناہ طلب کرو، کسی پناہ طلب کرنے والے کے لیے ان دو سورتوں جیسی اور کوئی چیز نہیں ہے۔“

(۳): ((عَنْ حُبَيْبٍ قَالَ خَرَجْنَا فِي لَيْلَةِ مَطِيرَةٍ وَظُلْمَةٍ شَدِيدَةٍ نَطَلَبُ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ بُصَلَى لَنَا قَالَ: فَأَذْرَكُمُ فَقَالَ: قُلْ، فَلَمْ أَقُلْ شَيْئًا. قَالَ: قُلْ، فَقُلْتُ: مَا أَقُولُ؟ قَالَ: قُلْ: **هَؤُلَاءِ هُوَ اللَّهُ أَحَدٌ** وَالْمَعُودَتَيْنِ حِينَ تُنْمَسِي وَتُصْبِحُ ثَلَاثَ مَرَّاتٍ تَكْفِيكَ مِنْ كُلِّ شَيْءٍ))

”حضرت حبيب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ہم ایک مرتبہ اللہ کے رسول ﷺ کو تلاش کرتے ہوئے بارش اور سخت اندھیری رات میں باہر نکلے تاکہ آپ ﷺ کو ہمیں نماز پڑھائیں۔ چنانچہ ہمیں نے آپ ﷺ کو پایا۔ آپ ﷺ نے مجھ سے فرمایا: پڑھو۔ میں خاموش رہا۔ آپ نے پھر فرمایا: پڑھو۔ میں نے عرض کیا: کیا پڑھوں؟ آپ ﷺ نے فرمایا: تم قل هو الله احد اور معوذتین (آخری دو سورتیں) صبح و شام تین مرتبہ پڑھو، تو یہ تمہیں ہر چیز سے کفایت کر جائیں گی۔“^(۱)

یعنی تمام مصیبتوں، بیماریوں، پریشانیوں اور جادو جنات کے اثرات سے بچانے کے لیے کافی ہو جائیں گی۔ یہی وجہ ہے کہ اللہ کے رسول ﷺ ہر رات سونے سے پہلے معوذتین اور سورۃ الاخلاص پڑھتے اور اپنی ہتھیلیوں کو اکٹھا کر کے ان میں پھونکتے اور پھر سارے جسم پر انہیں مل لیتے۔ (تاکہ جادو جنات وغیرہ کے اثرات سے محفوظ رہیں)^(۲)



(۱) [جامع ترمذی، کتاب الدعوات، باب الدعاء عند النوم (ح ۳۵۷۵) ابو داؤد، کتاب الادب (ح ۵۰۸۳)]

(۲) [صحیح بخاری، کتاب فضائل القرآن، باب فضل المعوذات (ح ۵۰۱۷)]

قرآن مجید کی فضیلت و عظمت کے بارے ضعیف روایات

قرآن مجید کی فضیلت و عظمت کے بارے جہاں بہت سی صحیح احادیث منقول ہیں، وہاں ضعیف، موضوع اور ناقابل استدلال احادیث بھی کتب احادیث میں زوایت ہوئی ہیں۔ جن ضعیف اور کذاب راویوں نے ایسی روایات گھڑی ہیں، اگرچہ ان کی نیت یہ تھی کہ لوگ قرآن مجید میں زیادہ سے زیادہ دلچسپی لیں، جیسا کہ بعض ایسے راویوں نے خود اس کی وضاحت بھی کی ہے۔^{*} لیکن دین اسلام میں اس بات کی قطعاً کوئی اجازت نہیں دی گئی کہ اچھی نیت کے ساتھ دین و شریعت میں اضافہ کر لیا جائے۔ اسی لیے نبی کریم ﷺ نے دو ٹوک یہ ارشاد فرمایا:

((مَنْ كَذَبَ عَلَيَّ مُتَعَمِّدًا فَلْيَتَّوِأْ مَقْعَدَهُ مِنَ النَّارِ))

”جس نے جان بوجھ کر میری طرف جھوٹ منسوب کیا، وہ اپنا ٹھکانہ جہنم میں بنا لے۔“^(۱)

اس فصل میں اختصار کے ساتھ صرف ان احادیث کو ذکر کیا جا رہا ہے جو ناقابل استدلال اور غیر مستند ہیں۔ ہمیں چاہیے کہ فضائل قرآن میں ایسی غیر مستند روایات کو بنیاد بنانے کی بجائے گزشتہ فصل میں مذکور صحیح و مستند روایات کو بنیاد بنا لیں۔

(۱) : ((عَنْ عَقْبَةَ بْنِ عَامِرٍ قَالَ سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ يَقُولُ: لَوْ جُعِلَ الْقُرْآنُ فِي إِهَابٍ ثُمَّ الْقِيَ فِي النَّارِ مَا اخْتَرَقَ))

”حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے اللہ کے رسول ﷺ سے یہ ارشاد سنا کہ اگر قرآن مجید کو چڑے میں رکھا جائے پھر اس چڑے کو آگ میں ڈال دیا جائے تو وہ نہیں جلے گا۔“^(۲)

اس روایت کی صحت میں اختلاف ہے۔ بعض اہل علم نے اسے ضعیف قرار دیا ہے مگر اس کی دیگر اسناد کے

☆..... [دیکھیے: الموضوعات لابن الجوزی (ج ۱ ص ۲۴۱)]

(۱) [صحیح بخاری، کتاب العلم، باب اثم من كذب على النبي (ح ۱۱۰) صحیح مسلم، المقدمة (ح ۳)]
 (۲) [مسند دارمی، کتاب فضائل القرآن، باب فضل من قرأ القرآن (ح ۳۳۱۰) نیز دیکھیے: احمد (ج ۴ ص ۱۵۱) (۱۵۵) المعجم الكبير للطبرانی (ج ۱۷ ص ۳۰۸) مسند ابی یعلیٰ (ح ۱۷۴۵) شعب الایمان (ج ۲ ص ۵۵۴)]

پیش نظر بعض اہل علم اسے قابل احتجاج روایت قرار دیتے ہیں جیسا کہ شرح السنۃ (ج ۴ ص ۴۳۶) کی تخریج میں علامہ شعیب ارناؤط نے اور الاتقان فی علوم القرآن (ج ۲ ص ۳۴۰) کی تخریج میں علامہ فواز احمد زمرلی نے اسے حسن قرار دیا ہے۔ اگر بالفرض اسے قابل احتجاج تسلیم کیا جائے تو پھر اس کا ظاہری معنی مراد نہیں لیا جائے گا جیسا کہ علامہ ابو عبید نے اپنی کتاب فضائل القرآن (ص ۲۳) میں کہا ہے کہ: ”اھاب سے مراد مومن کا دل اور پیٹ ہے جس میں اس نے قرآن رکھا ہے۔“ مطلب یہ کہ جس سینے میں قرآن ہوگا، وہ جہنم کی آگ میں نہیں جاسکتا۔ یہی بات امام بیہقیؒ سے بھی مروی ہے۔ [شعب الایمان: ج ۲ ص ۵۵۵]

ابن الاثیرؒ کہتے ہیں کہ ”اس کا مطلب یہ ہے کہ قرآن مجید کو آگ میں ڈال دینے کے باوجود دنیا سے قرآن کا نام و نشان ختم نہیں ہو سکتا اور نہ ہی لوگوں کے ان کانوں سے اسے نکالا جاسکتا ہے جس سے انہوں نے اسے سنا ہے اور نہ ہی ان کے حافظوں سے اسے کھرچا جاسکتا ہے۔“ [الاتقان فی علوم القرآن: ج ۲ ص ۳۴۰]

(۲): ((عن علیؑ قال قال رسول اللہ ﷺ: مَنْ قَرَأَ الْقُرْآنَ فَاسْتَظْهَرَهُ فَأَحَلَّ حَلَالَهُ وَحَرَّمَ

حَرَامَهُ أَدَخَلَهُ اللَّهُ الْجَنَّةَ وَشَفَعَهُ فِي عَشْرَةِ مَنْ أَهْلَ بَيْتِهِ كُلَّهُمْ قَدْ وَجِبَتْ لَهُ النَّارُ))

حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا: جس شخص نے قرآن پڑھا، اسے حفظ کر لیا، اس کے حلال کو حلال سمجھا اور حرام کو حرام جانا، تو اسے اللہ تعالیٰ جنت میں داخل فرمائیں گے اور اس کے گھروالوں میں سے ایسے دس بندوں کے حق میں اس کی سفارش قبول فرمائیں گے جن کا جہنم میں جانا واجب ہو چکا تھا۔^(۱)

(۳): ((عن انس بن مالکؓ قال قال رسول اللہ ﷺ: ((عَرَضْتُ عَلَى أُجُوزِ أُمَّتِي حَتَّى

الْقُدْلَةَ يُخْرِجُهَا الرَّجُلُ مِنَ الْمَسْجِدِ وَعَرَضْتُ عَلَى دُنُوبِ أُمَّتِي فَلَمْ أَرِ دُنْبًا أَعْظَمَ مِنْ

سُورَةِ مِنَ الْقُرْآنِ أَوْ آيَةٍ أَوْبَيْهَا رَجُلٌ لَمْ نَسِيهَا))

(۱) [مسند احمد (ج ۱ ص ۱۴۸) ترمذی، کتاب فضائل القرآن، باب فضل قاری القرآن (ج ۵ ص ۲۹۰) ابن ماجہ،

المقدمہ، باب فضل من تعلم القرآن وعلمه (ج ۲ ص ۲۱۶) ضعیف ترمذی، اللالبانی (ج ۵ ص ۵۵۳) اس کی سند میں حفص

بن سلیمان نامی ایک ضعیف راوی ہے]

”حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا کہ مجھ پر میری امت کے اجر پیش کیے گئے حتیٰ کہ آدمی کا مسجد سے تنکا اٹھا دینا بھی ایک اجر کا کام ہے۔ اور مجھ پر میری امت کے گناہ پیش کیے گئے، میں نے دیکھا کہ ان میں سب سے بڑا گناہ یہ تھا کہ کسی شخص کو قرآن مجید کی ایک سورت یا ایک آیت یاد کرنے کی توفیق ملی مگر اس کے باوجود اس نے اسے بھلا دیا۔“^(۱)

(۴): ((عن سعد بن عبادۃ قال قال رسول اللہ ﷺ: مَا مِنْ أَمْرٍ يَقْرَأُ الْقُرْآنَ ثُمَّ يَنْسَاهُ إِلَّا لَقِيَ اللَّهَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ أَعْدَمًا))

”حضرت سعد بن عبادۃ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جو شخص قرآن مجید کو پڑھتا (اور یاد کر لیتا) ہے اور پھر اسے بھلا دیتا ہے، تو وہ قیامت کے روز اس حالت میں اٹھے گا کہ اس کا ہاتھ کٹا ہوا (یا کوڑھ زدہ) ہوگا۔“^(۲)

(۵): ((عن معاذ بن الجہنی قال قال رسول اللہ ﷺ: مَنْ قَرَأَ الْقُرْآنَ وَعَمِلَ بِمَا فِيهِ لَيْسَ وَالِدَهُ تَاجًا يَوْمَ الْقِيَامَةِ ضَوْؤُهُ أَحْسَنَ مِنْ ضَوْءِ الشَّمْسِ فِي بُيُوتِ الدُّنْيَا لَوْ كَانَتْ فِيكُمْ فَمَا ظَنُّكُمْ بِالَّذِي عَمِلَ بِهَذَا))

”حضرت معاذ جہنی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ اللہ کے رسول ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جو شخص قرآن پڑھتا ہے اور اس کے مطابق عمل کرتا ہے، قیامت کے دن اس کے والدین کو ایک تاج پہنایا جائے گا جس کی روشنی ایسی ہوگی کہ اگر سورج بھی تمہارے گھروں میں اتر آئے تو پھر بھی اس کی روشنی اس کا مقابلہ نہ کر سکے گی۔ پھر تمہارا کیا خیال ہے کہ جو شخص خود قرآن کے مطابق عمل کرنے والا ہے، اس کی کیا شان ہوگی!“^(۳)

(۶): ((عن الحارث الاعور قال مررت فی المسجد فاذا الناس یخوضون فی

(۱) | سنن ترمذی، کتاب فضائل من القرآن، باب لم ارذنا اعظم من سورة او تيها رجل ثم نسيها (ح ۲۹۱۶)

سند منقطع ہونے کی وجہ سے یہ روایت ضعیف ہے |

(۲) | ضعیف ابو داؤد، کتاب الوتر، باب التستديد فيمن حفظ القرآن ثم نسيه (ح ۱۴۷۱) دارمی (ح ۳۳۴۰)

اس کی سند میں یزید بن ابی زید نامی ایک راوی ضعیف راوی ہے |

(۳) | مسند احمد (ح ۳ ص ۴۴۰) ابو داؤد، کتاب الوتر، باب في ثواب قراءة القرآن (ح ۱۴۵۳) اس کی سند میں

زبان بن فاند نامی ضعیف راوی ہے |

الاحادیث فدخلت علی عَلِيٍّ فقلت يا اميرالمؤمنين! الاترى الناس قد خاضون فى الاحاديث؟ فقال او قد فعلوها؟ قلت: نعم، قال: اما انى سمعت رسول الله ﷺ يقول: الا انها ستكون فتنه، قلت: ما المخرج منها يا رسول الله؟ قال: كتاب الله فيه نبأ ما قبلكم وخبر ما بعدكم وحكم ما بينكم وهو الفضل ليس بالهزل من تركه من جبار قصمه الله ومن ابتغى الهدى فى غيره اضله الله وهو حبل الله المتين وهو الذكر الحكيم وهو الصراط المستقيم هو الذى لاترغب به الالهواء ولا تلتبس به الالسنه ولا يشبع منه العلماء ولا يخلق عن كثرة الرد ولا ينقضى عجائبه هو الذى لم تنته الجن اذ سمعته حتى قالوا انا سمعنا قرانا عجايبا يهدى الى الرشاد فامنا به من قال به صدق ومن عمل به اجر ومن حكم به عدل ومن دعا اليه هدى الى صراط مستقيم))

”حادث امور بيان کرتے ہیں کہ ایک مرتبہ میں (کونے کی) مسجد میں لوگوں کے پاس سے گزرا تو کیا دیکھتا ہوں کہ لوگ لایعنی باتوں میں مشغول ہیں۔ میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوا اور انہیں اس چیز کی خبر دی (کہ لوگ اس طرح مسجد میں بیٹھ کر فضول باتیں کر رہے ہیں) تو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: کیا لوگ واقعی ایسا کر رہے ہیں؟ میں نے عرض کیا ہاں! تو انہوں نے فرمایا کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا کہ آپ نے فرمایا: ”آگاہ رہو! عنقریب ایک فتنہ برپا ہونے والا ہے۔“ میں نے عرض کیا: یا رسول اللہ! اس سے بچنے کی صورت کیا ہوگی؟ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ”اللہ کی کتاب کو لازم پکڑنا، اس میں اس چیز کی خبر بھی ہے کہ تم سے پہلی قوموں پر کیا گزری اور اس چیز کا بیان بھی ہے کہ تمہارے بعد آنے والوں پر کیا گزرے گی اور اس چیز کا ذکر بھی ہے کہ تمہارے معاملات کے درمیان فیصلہ کرنے کی صورت کیا ہے۔ یہ قرآن ایک سنجیدہ اور فیصلہ کن کلام ہے، کوئی مذاق کی چیز نہیں ہے۔ جو ظالم و جبار شخص اس قرآن کو چھوڑے گا، اللہ تعالیٰ اس کو پھیل کر رکھ دے گا اور جو اسے چھوڑ کر کسی اور چیز سے ہدایت حاصل کرنے کی کوشش کرے گا، اللہ اسے گمراہ کر دے گا اور یہ قرآن اللہ تعالیٰ کی مضبوط رسی ہے اور یہ حکیمانہ نصیحت ہے اور یہی سیدھا راستہ ہے۔ یہ قرآن وہ چیز ہے کہ تخیلات اسے غلط راستے پر نہیں لے جاسکتے اور زبانیں اس میں کسی قسم کی آمیزش نہیں کر سکتیں۔ اور علماء کبھی اس سے سیر نہیں ہو سکتے۔ اور خواہ اس کو کتنا ہی پڑھا جائے، یہ پرانا نہیں ہوتا اور اس کے عجائبات کبھی ختم نہ ہوں

گے۔ یہ قرآن ایسی چیز ہے کہ جب جنوں نے اس کو سنا تو وہ یہ کہے بغیر نہ رہ سکے کہ ”ہم نے ایک بڑا ہی عجیب قرآن سنا ہے جو راہِ راست کی طرف راہنمائی کرتا ہے، اس لیے ہم اس پر ایمان لے آئے ہیں“ جو شخص قرآن کے مطابق بات کرے گا وہ سچی بات کرے گا اور جو اس کے مطابق عمل کرے گا، یقیناً اجر پائے گا اور جو اس کے مطابق فیصلہ کرے گا، ضرور عدل کا فیصلہ کرے گا اور جو لوگوں کو اس کی پیروی کی دعوت دے گا، وہ سیدھے راستے کی طرف لوگوں کی رہنمائی کرے گا۔“^(۱)

(۷) : ((عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ: إِنَّ الَّذِي لَيْسَ فِي جَوْفِهِ شَيْءٌ مِّنَ الْقُرْآنِ تَكَلَّيْتِ الْخَرِبَ))

”حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: جس شخص کے سینے میں قرآن نہیں، اس کی مثال اُجرے ہوئے گھر کی سی ہے۔“^(۲)

سورتوں کے بارے میں چند ضعیف روایات

سورة الفاتحة کے بارے ضعیف روایات:

(۸) : جن روایات میں سورة الفاتحة کو قرآن کے تہائی کے مساوی قرار دیا گیا ہے، وہ سب ضعیف ہیں۔^(۳)

سورة آل عمران کے بارے ضعیف روایات:

(۹) : حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا: ”جس شخص نے سورة آل عمران کی تلاوت کی، اسے اس سورت کی ہر آیت کے بدلے جہنم کے پل (پل صراط) پر امان دی جائے گی۔“^(۴)

(۱) [ترمذی، کتاب فضائل القرآن، باب ماجاء فی فضل القرآن (ح ۲۹۰۶) دارمی، کتاب فضائل القرآن، باب

فضل من قرأ القرآن (ح ۳۳۳۱) اس روایت میں حارث اور سبعا نے خود ایک ضعیف راوی ہے]

(۲) [ترمذی، کتاب فضائل القرآن، (باب ۱۸- ح ۲۹۱۳) مسند دارمی، کتاب فضائل القرآن، باب فضل من

یقرأ القرآن (ح ۳۳۰۶) اس کی سند میں قابوس بن ابی ظلیان ضعیف راوی ہے]

(۳) [ابن جوزئی نے اس روایت کو موضوع (من گھڑت) قرار دیا ہے دیکھئے: الموضوعات، لابن الجوزی (ج ۱ ص ۲۳۹)

نیز دیکھئے: مجمع الزوائد (ج ۶ ص ۳۱۱) المعجم الاوسط، للطبرانی (ح ۴۵۹۱)]

(۴) [الموضوعات، ابضاً]

سورۃ النساء، سورۃ المائدۃ، سورۃ الانعام، سورۃ الاعراف، سورۃ الانفال، سورۃ یونس اور سورۃ

ہود وغیرہ کے بارے ضعیف روایات:

(۱۰) : حضرت اُبی سے مروی گزشتہ روایت ہی میں سورۃ النساء، سورۃ المائدۃ، سورۃ الانعام، سورۃ الاعراف، سورۃ الانفال، سورۃ یونس، سورۃ ہود وغیرہ کی بھی عجیب و غریب فضیلت مذکور ہے مگر امام ابن جوزی نے اسے بھی موضوع (من گھڑت روایت) قرار دیا ہے۔

(۱۱) : ایک روایت میں ہے کہ ”جمعہ کے روز سورۃ ہود پڑھا کرو۔“ یہ روایت بھی ضعیف ہے۔^(۱)

(۱۲) : ((عَنْ أَبِي الدَّرْدَاءِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ: مَنْ قَرَأَ ثَلَاثَ آيَاتٍ

مَنْ أَوَّلِ سُورَةِ الْكَهْفِ عُصِمَ مِنْ فِتْنَةِ الدَّجَالِ))

”حضرت ابو درداء رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جس شخص نے سورۃ کہف کی شروع کی تین آیات کی تلاوت کی، وہ دجال کے فتنے سے محفوظ رہے گا۔“^(۲)

سورۃ یونس کے بارے ضعیف روایات:

سورۃ یونس کی فضیلت کے بارے مروی تمام روایات ضعیف ہیں، چند ایک درج ذیل ہیں:

(۱۳) : ((عَنْ أَنَسٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ: إِنَّ لِكُلِّ شَيْءٍ قَلْبًا وَقَلْبُ الْقُرْآنِ ﴿يُونُسَ﴾

وَمَنْ قَرَأَ ﴿يُونُسَ﴾ كَتَبَ اللَّهُ لَهُ بِقِرَاءَتِهَا قِرَاءَةَ الْقُرْآنِ عَشْرًا مَرَّةً))

”حضرت انس رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ہر چیز کا ایک دل ہوتا ہے اور قرآن مجید کا دل سورۃ یونس ہے، جس شخص نے سورۃ یونس کی تلاوت کی، اس کے لیے اللہ تعالیٰ اس کی تلاوت کے بدلے دس قرآن مجید پڑھنے کا ثواب لکھے گا۔“^(۳)

(۱۴) : عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ: إِنَّ اللَّهَ تَعَالَى قَرَأَ ﴿طه﴾ وَ﴿يُونُسَ﴾ قَبْلَ

(۱) [ضعيف الجامع الصغير (ح ۱۱۶۸)]

(۲) [ترمذی، کتاب فضائل القرآن، باب ماجاء فی فضل سورۃ الکہف (ح ۲۸۸۶)] یہ روایت صحیح مسلم وغیرہ

کی ان روایات کے خلاف ہونے کی وجہ سے شاؤ (ضعیف) ہے جن میں سورۃ الکہف کی پہلی دس آیات کا ذکر ہے |

(۳) [ترمذی، کتاب فضائل القرآن، باب ماجاء فی فضل یس (ح ۲۸۸۷)] اس کی سند میں ہارون نامی ایک راوی

مجمول ہے |

أَنْ يُخْلَقَ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ بِأَلْفِ عَامٍ فَلَمَّا سَمِعَتِ الْمَلَائِكَةُ الْقُرْآنَ قَالَتْ: طُوبَى لِمَنْ لَامَهُ
يَنْزِلُ هَذَا عَلَيْهَا وَطُوبَى لِمَنْ لَامَهُ لِحُجُوفِ تَحْمِلِ هَذَا وَطُوبَى لِمَنْ لَامَهُ لِحُجُوفِ تَحْمِلِ هَذَا))

”حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: بلاشبہ اللہ نے آسمانوں اور زمین کو پیدا فرمانے سے ایک ہزار سال پہلے سورۃ طہ اور یس کی تلاوت کی۔ جب فرشتوں نے قرآن مجید کو سنا تو انہوں نے کہا (وہ) امت خوش قسمت ہے جس پر اس قرآن کا نزول ہوگا اور وہ سینے خوش قسمت ہیں جو اس قرآن کو یاد کریں گے اور وہ زبانیں خوش قسمت ہیں جو اس کی تلاوت کریں گی۔“^(۱)

(۱۵): ایک روایت میں ہے: ”جس شخص نے اللہ کی رضا کے لیے (جمعہ کی) رات کو سورۃ یس کی تلاوت کی، اس رات اللہ تعالیٰ اس کی مغفرت کر دیں گے۔“^(۲)

(۱۶): ایک روایت میں ہے: ”جس شخص نے اللہ کی رضا کے لیے سورۃ یس کی تلاوت کی، اس کے سارے گناہ معاف کر دیے جاتے ہیں لہذا قریب المرگ لوگوں کے پاس اس کی تلاوت کیا کرو۔“^(۳)

(۱۷): ایک روایت میں ہے کہ ”مرنے والے کے پاس اگر سورۃ یاسین کی تلاوت کی جائے تو اللہ تعالیٰ اس پر آسانی فرمادیتے ہیں۔“^(۴)

(۱۸): ایک روایت میں ہے کہ ”قرآن مجید میں ایک ایسی سورت ہے جو اپنے پڑھنے والے کی شفاعت کرے گی اور اس کے سننے والے کو بھی بخش دیا جائے گا۔ وہ سورۃ یاسین ہے۔ یہ اپنے پڑھنے والے کو دنیا کی بھلائیاں عطا کرتی ہے، آخرت کی پریشانیاں دور کرتی ہے، دنیا میں اس کی ہر مصیبت دور کرتی ہے اور ہر حاجت پوری کرتی ہے۔ جس نے اسے ایک مرتبہ پڑھا، اسے بیس (۲۰) حج کا

(۱) [مسند دارمی، کتاب فضائل القرآن، باب فی فضل سورۃ طہ ویس (ح- ۳۴۱۴) بحوالہ مشکوٰۃ المصابیح

(ح- ۲۱۴۸) اس حدیث کی سند میں ابراہیم بن مہاجر بن ابی ایک راوی ضعیف ہے۔ نیز دیکھیے: سلسلۃ الاحادیث الضعیفۃ

والموضوعۃ، للالبانی (ح- ۱۲۴۸)]

(۲) [مسند دارمی (۲ ص ۴۵۷) ابو یعلیٰ (ح- ۶۲۲۴) ابن حبان (۲۵۷۴) الموضوعات (ح- ۱ ص ۲۴۷)

سلسلۃ الاحادیث الضعیفۃ والموضوعۃ، للالبانی (ح- ۱۱ ص ۱۹۱) ضعیف |

(۳) [شعب الایمان، باب فی تعظیم القرآن (ح- ۲۴۵۸) مشکوٰۃ، بتحقیق البانی (ح- ۱ ص ۶۶۸) الجامع

الصغیر، للالبانی (ح- ۵۷۹۷) ضعیف |

(۴) [مسند دیلمی (ح- ۶۰۹۹) تفسیر الدر المنثور (ح- ۵ ص ۴۸۲) سلسلۃ الاحادیث الضعیفۃ (ح- ۳۶۳) ضعیف |

ثواب ملتا ہے اور جس نے اس کو ایک مرتبہ سنا، اسے ایک ہزار دینار اللہ کی راہ میں صدقہ کرنے کا ثواب ملتا ہے اور جس نے اسے کاغذ پر لکھا پھر اس کاغذ کو دھو کر اس کا پانی پی لیا، اس کے پیٹ میں ایک ہزار دوائیں، ایک ہزار نور، ایک ہزار یقین، ایک ہزار رحمتیں، اَللّٰتیں اور ہدایتیں داخل کر دی جاتی ہے اور اس کی ہر بیماری اور کینہ نکال دیا جاتا ہے۔“^(۱)

(۱۹): ایک روایت میں ہے: ”ہر چیز کا دل ہے اور سورہ یاسین قرآن کا دل ہے۔ جس نے رات کو اسے پڑھا، وہ صبح تک آسانی میں رہے گا اور جس نے صبح کو اسے پڑھا، وہ سارا دن آسانی میں رہے گا اور اہل جنت کے پاس جب قرآن لایا جائے گا تو وہ اس میں سے صرف سورت طہ اور لیس ہی پڑھیں گے۔“^(۲)

(۲۰): ایک روایت میں ہے کہ ”جس نے قبرستان میں جا کر سورہ یاسین کی تلاوت کی، اللہ تعالیٰ اس روز اس قبرستان کے مردوں کے عذاب میں کمی کر دے گا اور اس پڑھنے والے کو اس قبرستان کے مردوں کی تعداد کے برابر نیکیاں عطا کرے گا۔“^(۳)

(۲۱): ایک روایت میں ہے: ”ہر رات سورہ یاسین کی تلاوت کرنے والا، شہید کی موت مرے گا۔“^(۴)

(۲۲): ایک روایت میں ہے کہ ”سورہ یاسین جس مقصد کے لیے پڑھی جائے، وہ حاصل ہوگا۔“^(۵)

سورہ یاسین سے متعلقہ ایک تجرباتی عمل:

یحییٰ بن ابی کثیر فرماتے ہیں کہ مجھے یہ روایت پہنچی کہ ”جس نے رات کو سورہ یاسین پڑھی، وہ صبح تک خوشی میں رہے گا۔“ اور مجھے یہ بات ان لوگوں نے بھی بیان کی جنہوں نے اس کا تجربہ کیا۔^(۶)

ابن عطیہ فرماتے ہیں کہ تجربہ اس بات کی تصدیق کرتا ہے۔^(۷)

یہ انفرادی نوعیت کا ایک تجرباتی عمل ہے اور ضروری نہیں کہ ہر مرتبہ یہ درست ثابت ہو البتہ تلاوت قرآن

(۱) [شعب الایمان (ج ۲۴۶۵) ابن جوزی نے اسے موضوع (من گھڑت) قرار دیا ہے دیکھیے: الموضوعات لابن

الحوزی (ج ۱ ص ۲۴۷) نیز دیکھیے: سلسلۃ الاحادیث الضعیفۃ (ج ۳۲۹۳)

(۲) [تفسیر قرطبی (ج ۱۵ ص ۷) محقق عبدالرزاق مہدی نے اس تفسیر کی تخریج میں اسے باطل قرار دیا ہے]

(۳) [سلسلۃ الاحادیث الضعیفۃ (ج ۱۲۴۶) الکامل لابن عدی (ج ۵ ص ۱۰۲) سندہ ضعیف]

(۴) [یہ روایت بھی غیر مستند ہے۔ دیکھیے: المعجم الاوسط، للطبرانی (ج ۷۰۱۴)]

(۵) [یہ روایت بھی غیر مستند ہے۔ دیکھیے: المقاصد الحسنۃ (ص ۴۹۳)] (۶+۷) [تفسیر قرطبی ایضاً]

مجید کی برکت اپنی جگہ مسلمہ حیثیت رکھتی ہے، خواہ یہ تلاوت سورہ یاسین کی کی جائے یا کسی اور سورت کی۔
سورہ غافر (حم المؤمن) کے بارے ضعیف روایات:

(۲۳): ((عن ابی ہریرۃ قال قال رسول اللہ ﷺ: مَنْ قَرَأَ ﴿حَم﴾ الْمُؤْمِنِ، إِلَى: ﴿إِلَيْهِ﴾ الْحَصِيرِ ﴿وَآيَةُ الْكُرْسِيِّ حِينَ يُصْبِحُ حِفْظَ حَتَّى يُمَسِّي وَمَنْ قَرَأَ بِهِمَا حِينَ يُمَسِّي حِفْظَ بِهِمَا حَتَّى يُصْبِحَ))

”حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”جس شخص نے سورہ حم المؤمن (یعنی سورہ غافر) کی ”الیہ المصیر“ تک اور آیت الکرسی کی صبح کے وقت تلاوت کی تو ان دونوں کی برکت سے وہ شام تک (اللہ کی) حفاظت میں رہے گا اور جس شخص نے ان دونوں کی شام کے وقت تلاوت کی تو وہ ان دونوں کی برکت سے صبح تک (اللہ کی) حفاظت میں رہے گا۔“^(۱)

سورہ دخان کے بارے ضعیف روایات:

(۲۴): ((عن ابی ہریرۃ قال قال رسول اللہ ﷺ: مَنْ قَرَأَ ﴿حَم﴾ الدُّخَانَ فِي لَيْلَةٍ أَصْبَحَ يَسْتَعْفِرُ لَهُ سَبْعُونَ أَلْفَ مَلَكٍ))

”حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جس شخص نے رات کو سورہ دخان کی تلاوت کی، تو وہ اس حالت میں صبح کرے گا کہ ستر ہزار فرشتے اس کے لیے استغفار کر رہے ہوں گے۔“^(۲)

(۲۵): عن ابی ہریرۃ قال قال رسول اللہ ﷺ: مَنْ قَرَأَ ﴿حَم﴾ الدُّخَانَ فِي لَيْلَةِ الْجُمُعَةِ غُفِرَ لَهُ^(۳)

(۱) [جامع ترمذی، کتاب فضائل القرآن، باب ماجاء فی فضل سورة البقرة..... (ح ۲۸۷۹) ضعیف الجامع

الصغیر (ح ۵۷۸۱) اس حدیث کی سند میں عبدالرحمن بن ابوبکر نامی ایک راوی ضعیف ہے۔]

(۲) [جامع ترمذی، کتاب فضائل القرآن، باب ماجاء فی فضل حم الدخان (ح ۲۸۸۸) شعب الایمان (۲) ص

۴۸۴) ضعیف ترمذی (ح ۵۴۴) امام ترمذی فرماتے ہیں کہ ”یہ حدیث غریب ہے اور عمر بن ابی شعم راوی کو حدیث میں

ضعیف سمجھا جاتا ہے، نیز امام بخاری نے اس راوی کو منکر الحدیث کہا ہے۔“]

(۳) [جامع ترمذی، ایضاً (ح ۲۸۸۹) ضعیف ترمذی (ح ۵۴۵) امام ترمذی فرماتے ہیں کہ ”اس حدیث میں ہشام ابو

المقدم نامی راوی ضعیف قرار دیا جاتا ہے۔“]

”حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جس شخص نے جمعۃ المبارک کی رات سورۃ الدخان کی تلاوت کی، اس کے گناہ معاف کر دیے جائیں گے۔“

سورۃ رحمن کے بارے ضعیف روایات:

(۲۶): ایک روایت میں ہے ”ہر چیز کا عروس (زینت، جوڑا) ہوتا ہے اور قرآن کا عروس سورۃ رحمن ہے“ (۱)

سورۃ الواقعة کے بارے ضعیف روایات:

(۲۷): ایک روایت میں ہے: ”جو شخص سورۃ الواقعة کہ تلاوت کرے گا، اسے کبھی فاقہ نہیں پہنچے گا“ (۲)

(۲۸): ایک روایت میں ہے کہ ”حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی وفات کا وقت قریب آیا تو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ انہیں ملنے کے لیے تشریف لائے اور ان سے پوچھا اے ابن مسعود! آپ اس وقت کس چیز کا شکوہ کرتے ہیں؟ وہ کہنے لگے: اپنے گناہوں کا۔ پھر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے پوچھا کہ آپ کس چیز کی طمع کرتے ہیں؟ تو انہوں نے کہا: اپنے رب کی رحمت کی۔ پھر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے کہا: کیا آپ کے لیے کسی ڈاکٹر کا انتظام کریں؟ ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے کہا: ڈاکٹر ہی (یعنی اللہ ہی) نے تو مجھے مریض بنایا ہے۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے کہا: کیا ہم آپ کے لیے کوئی مالی تعاون کر دیں؟ ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے کہا: مجھے اس کی کوئی ضرورت نہیں، جب زندگی میں مجھے اس کی ضرورت تھی، تب آپ نے اسے مجھ سے روک رکھا اور جب میری موت کا وقت آپ پہنچا تو اب آپ مجھ پر فیاضی کر رہے ہیں۔ (یعنی پہلے ایسا کرتے تو مجھے فائدہ ہوتا، اب مجھے اس سے کیا فائدہ۔ تو) حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے کہا: یہ آپ کی بیٹیوں کے کام آجائے گا۔ ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے کہا: کیا تم اس بات کا خدشہ رکھتے ہو کہ میرے بعد میری بیٹیاں فقر و فاقہ کا شکار ہو جائیں گی! ایسا نہیں ہو سکتا، کیوں کہ میں نے انہیں یہ حکم دے رکھا ہے کہ وہ ہر رات سورۃ الواقعة کی تلاوت کریں۔ اس لیے کہ ہمیں نے اللہ کے رسول ﷺ سے یہ سنا ہے کہ جو شخص ہر رات سورۃ الواقعة کی تلاوت کرے گا، اسے کبھی فاقہ نہیں پہنچے گا۔“ (۳)

(۱) اشعب الايمان، باب في تعظيم القرآن (ح ۲۴۹۴) سلسلة الاحاديث الضعيفة (ج ۱۳۵۰) اس کی سند میں احمد بن حسن نامی ایک راوی ضعیف ہے۔ |

(۲) | سلسلة الاحاديث الضعيفة (ج ۱ ص ۲۸۹) سندہ ضعیف |

(۳) فضائل القرآن لابن الضريس (۲۲۶) العليل لابن الجوزي (۱۵۱) ابن السني (۶۸۰) تفسير قرطبي (ج ۱۷ ص ۱۶۷) اس تفسیر کے محقق نے اس روایت کو ضعیف قرار دیا ہے۔ |

سورۃ الحشر کے بارے ضعیف روایات:

(۲۹): عن معقل بن یسارؓ عن النبی ﷺ قال: من قال حين یصبح ثلاث مرات: اعوذ بالله السميع العليم من الشيطان الرجيم، فقرا ثلاث آیات من آخر سورة الحشر وكل الله به سبعين الف ملك يصلون عليه حتى يمسی وان مات فی ذلك اليوم مات شهيدا ومن قالها حين يمسی كان بتلك المنزلة))

”حضرت معقل بن یسار رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: جس شخص نے صبح کے وقت تین مرتبہ یہ کلمات کہے: ”أَعُوذُ بِاللَّهِ السَّمِيعِ الْعَلِيمِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيمِ“، اس کے بعد سورۃ حشر کی آخری تین آیات کی تلاوت کی تو اللہ اس کے ساتھ ستر ہزار فرشتے مقرر فرمادیتے ہیں جو شام تک اس کے لیے رحمت کی دعا کرتے رہتے ہیں اور اس دن اگر اسے موت آجائے تو اس کی موت شہادت کی موت شمار ہوگی۔ اسی طرح جو شخص شام کو یہ پڑھے، اسے بھی یہی اجر ملتا ہے۔“^(۱)

سورۃ الملک کے بارے ضعیف روایات:

(۳۰): عن ابن عباسؓ قال ضَرَبَ بَعْضُ أَصْحَابِ النَّبِيِّ ﷺ حِجَابَهُ عَلَى قَبْرِ وَهُوَ لَا يَحْسِبُ أَنَّهُ قَبْرُهُ فَإِذَا فِيهِ إِنْسَانٌ يَقْرَأُ سُورَةَ ﴿تَبَارَكَ الَّذِي بِيَدِهِ الْمُلْكُ﴾ حَتَّى خَتَمَهَا فَأَتَى النَّبِيَّ ﷺ فَأَخْبَرَهُ فَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ: هِيَ الْمَانِعَةُ هِيَ الْمُنَجِّبَةُ تُنَجِّبُهُ مِنْ عَذَابِ اللَّهِ))

”حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کے کسی صحابی نے ایک قبر پر خیمہ لگایا، مگر اسے یہ معلوم نہ تھا کہ یہاں قبر ہے۔ اچانک اس جگہ (آواز آئی کہ) ایک شخص سورت ”تبارک الذی بیدہ الملک“ کی تلاوت کر رہا ہے حتیٰ کہ اس (صاحب قبر) نے پوری سورت پڑھی۔ پھر وہ صحابی اللہ کے رسول ﷺ کی خدمت میں آیا اور آپ ﷺ کو یہ واقعہ سنایا۔ آپ ﷺ نے فرمایا: یہ سورت (عذاب قبر سے) محفوظ رکھنے والی ہے۔ یہ سورت اللہ کے عذاب سے نجات دینے والی ہے۔“^(۲)

(۱) [ترمذی، کتاب فضائل القرآن، باب فی فضل قراءۃ آخر سورة الحشر (ح ۲۹۲۲) دارمی (ح ۳۴۲۵) اس کی

سند میں موجود خالد بن طہمان راوی کے خرابی حافظہ (اختلاط) کی وجہ سے یہ روایت ضعیف ہے۔ شعب الایمان (۱۲/

۴۹۲) الکامل (۳۱۷/۳) میں ہے ”اس روز مرنے والے کے لیے جنت واجب کردی جاتی ہے“ مگر یہ سند بھی ضعیف ہے |

(۲) [ترمذی، کتاب فضائل القرآن، باب ماجاء فی فضل سورة الملک (۲۸۹۰) اس روایت کی سند میں یحییٰ بن

عمر و نای راوی ضعیف ہے۔ نیز اس کی سند منقطع (مرسل) ہے]

(۳۱): عن جابر بن النبی ﷺ كَانَ لَا يَنَامُ حَتَّى يَقْرَأَ: ﴿الْم تَنْزِيلُ﴾ وَ ﴿تَبَارَكَ الَّذِي بِيَدِهِ الْمُلْكُ﴾ (.....)

”حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ جب تک ”الم تنزیل“ اور ”تبارک الذی“ (سورتیں) تلاوت نہ کرتے، سوتے نہیں تھے۔“ (۱)

(۳۲): ایک روایت میں ہے کہ ”آپ نے فرمایا کہ میری یہ خواہش ہے کہ ہر مسلمان کو سورۃ الملک یاد دہونی چاہیے۔“ (۲)

سورۃ الاعلیٰ کے بارے ضعیف روایات:

(۳۳): ایک روایت میں اللہ کے رسول ﷺ نے سورۃ اعلیٰ کو ان تمام سورتوں سے افضل قرار دیا جو تسبیح کے کلمات سے شروع ہوتی ہیں۔ مگر اس کی سند ضعیف ہے۔ (۳)

سورۃ الفجر، سورۃ الانشراح اور سورۃ الفیل کے بارے ضعیف روایات:

(۳۴): ایک روایت میں ہے کہ ”جس شخص نے نماز فجر میں سورۃ الفجر اور سورۃ الانشراح اور سورۃ الفیل کی تلاوت کی، وہ ہلاک نہ ہوگا۔“ (اور نہ آشوب چشم کا شکار ہوگا) (۴)

سورۃ الہیمة کے بارے ضعیف روایات:

(۳۵): ایک روایت میں ہے کہ ”جب کوئی شخص سورۃ الہیمة پڑھتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کی تلاوت سنتے ہیں اور کہتے ہیں: اے میرے بندے! خوش ہو جا، میری عزت کی قسم! میں تمہیں جنت میں ایسا مقام و مرتبہ عطا کروں گا کہ تو راضی ہو جائے گا۔“ (۵)

(۱) [ترمذی، کتاب فضائل القرآن، باب ماجاء فی فضل سورۃ الملک (ح- ۲۸۹۲)] اس روایت کی سند میں لیث نامی راوی ضعیف ہے |

(۲) [مستدرک حاکم (ج- ۱ ص ۵۶۵)] اس کی سند میں حفص بن عمر نامی راوی ضعیف ہے |

(۳) [فضائل القرآن لابی عبید (ص ۲۵۹)] اس کی سند میں ابن لہیعہ نامی ایک راوی ضعیف ہے۔ علاوہ ازیں اس کی سند بھی مرسل (منقطع) ہے۔ ۱-

(۴) [سلسلۃ الاحادیث الضعیفۃ و الموضوعۃ (ح- ۶۷)] سندہ ضعیف |

(۵) [معرفة الصحابة، لابی نعیم (ح- ۱۰۶۰)] اسد الغابۃ، لابن اثیر (ج- ۱ ص ۹۶) اس کی سند منقطع ہے۔ ابن اثیر نے ابن مندہ کے حوالے سے یہ بھی بیان کیا کہ یہ روایت مکرر (تحت ضعیف) ہے |

سورۃ الزلزال، العادیات، الحکاث، الکافرون، النصر اور الاخلاص کے بارے ضعیف روایات:

(۳۶): ایک روایت میں ہے کہ ”اللہ کے رسول ﷺ کے پاس ایک صحابی آیا، آپ نے اس سے پوچھا: کیا تمہاری شادی ہو چکی ہے؟ اس نے کہا: نہیں، اللہ کے رسول! اللہ کی قسم میرے پاس تو شادی کے لیے کچھ بھی نہیں ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: کیا تمہیں سورۃ اخلاص (قل هو اللہ) نہیں آتی؟ اس نے کہا: جی ہاں، آتی ہے۔ (تو آپ نے فرمایا) یہ تو قرآن کا ایک تہائی ہے۔ پھر آپ ﷺ نے فرمایا: کیا تمہیں سورۃ نصر (اذ جاء نصر اللہ) یاد نہیں؟ اس نے کہا: کیوں نہیں۔ تو آپ ﷺ نے فرمایا: یہ ایک چوتھائی قرآن کے برابر ہے۔ پھر آپ ﷺ نے فرمایا: کیا تمہیں سورۃ کافرون یاد نہیں؟ اس نے کہا: جی یاد ہے۔ تو آپ ﷺ نے فرمایا: یہ بھی ایک چوتھائی قرآن کے برابر ہے۔ پھر آپ ﷺ نے فرمایا: کیا تمہیں سورۃ زلزال یاد نہیں؟ اس نے کہا: جی یاد ہے تو آپ نے فرمایا: یہ بھی ایک چوتھائی قرآن کے برابر ہے۔ پھر آپ ﷺ نے اسے کہا: شادی کر لو، شادی کر لو۔“^(۱)

(۳۷): حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ اللہ کے رسول ﷺ نے ارشاد فرمایا: ”جس شخص نے سورۃ زلزال کی تلاوت کی، اسے نصف قرآن کے برابر ثواب ملے گا اور جس نے سورۃ کافرون اور سورۃ اخلاص کی تلاوت کی، اسے چوتھائی قرآن پر ہننے کے برابر ثواب ملے گا۔“^(۲)

(۳۸): حسن بصریؒ سے مروی ایک مرسل (ضعیف) روایت میں سورۃ عادیات اور سورۃ زلزال کو اُجر کے لحاظ سے نصف قرآن کے برابر قرار دیا گیا ہے۔^(۳)

(۳۹): ایک روایت میں ہے کہ اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا: ”کیا تم میں سے کوئی شخص یہ طاقت نہیں رکھتا کہ روزانہ ایک ہزار آیات کی تلاوت کرے؟ لوگوں نے (اسے مشکل سمجھتے ہوئے) کہا: کون ہے جو یہ طاقت رکھے؟ تو آپ ﷺ نے فرمایا: کیا تم یہ طاقت نہیں رکھتے کہ سورۃ تکاثر: ﴿الھٰکُمُ التَّکَاثُرُ.....﴾ پڑھ لیا کرو۔“^(۴)

(۱) [جامع ترمذی، کتاب فضائل القرآن، باب ماجاء فی اذا زلزلت (ح ۲۸۹۵) اس کی سند میں سلمہ بن وردان نامی راوی ضعیف (منکر الحدیث) ہے۔]

(۲) [جامع ترمذی، ایضاً (ح ۲۸۹۳) اس کی سند میں حسن بن سلمہ نامی راوی ضعیف (مجهول) ہے۔]

(۳) [فضائل القرآن، لأبی عیبة (ص ۲۶۳) یہ روایت منقطع ہونے کی وجہ سے ضعیف ہے]

(۴) [حاکم (ج ۱ ص ۵۶۶) شعب الایمان (ج ۲ ص ۴۹۸) اس کی سند میں عقبہ بن محمد بن عقبہ نامی راوی ضعیف ہے]

(۴۰) : عن انس[ؓ] عن النبي ﷺ قال: مَنْ قَرَأَ كُلَّ يَوْمٍ مَاتَتِي مَرَّةً: ﴿قُلْ هُوَ اللَّهُ أَحَدٌ﴾
مُحِيَّ عَنْهُ ذُنُوبٌ خَمْسِينَ سَنَةً إِلَّا أَنْ يَكُونَ عَلَيْهِ دَيْنٌ))

”حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس شخص نے روزانہ دو سو مرتبہ: ﴿قُلْ هُوَ اللَّهُ أَحَدٌ﴾ (یعنی سورہٴ اخلاص) کی تلاوت کی، اس کے پچاس سال کے گناہ معاف کر دیئے جائیں گے بشرطیکہ اس کے ذمہ کسی کا قرض نہ ہو۔“^(۱)

(۴۱) : عن انس عن النبي ﷺ قال: مَنْ أَرَادَ أَنْ يَنَامَ عَلَى فِرَاشِهِ فَنَامَ عَلَى يَمِينِهِ ثُمَّ قَرَأَ مِائَةَ مَرَّةٍ: ﴿قُلْ هُوَ اللَّهُ أَحَدٌ﴾... إِذَا كَانَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ يَقُولُ لَهُ الرَّبُّ تَبَارَكَ وَتَعَالَى: يَا عَبْدِي! أَذْخُلُ عَلَى يَمِينِكَ الْجَنَّةَ))

”حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو شخص اپنے بستر پر سونے کا ارادہ کرے تو وہ دائیں جانب لیٹ کر سو مرتبہ ﴿قُلْ هُوَ اللَّهُ أَحَدٌ﴾ (یعنی سورہٴ اخلاص) تلاوت کرے، تو قیامت کے روز اللہ تبارک و تعالیٰ اس سے کہے گا: اے میرے بندے! تو جنت میں دائیں جانب سے داخل ہو جا۔“^(۲)

(۴۲) : ایک روایت میں ہے کہ ”جو شخص مرض الموت کی حالت میں سورہٴ الاخلاص کی تلاوت کرے اور اسی حالت میں مر جائے تو اسے قبر کے فتنے اور قبر کے دبانے سے محفوظ کر دیا جائے گا۔ اور روز قیامت فرشتے اسے اپنی ہتھیلیوں پر اٹھا کر بل صراط پار کرادیں گے اور جنت میں پہنچادیں گے۔“^(۳)



(۱) [جامع ترمذی، کتاب فضائل القرآن، باب ماجاء فی سورہ الاخلاص (ح ۲۸۹۸) ضعیف ترمذی، للالبانی

(ح ۵۵۱) اس کی سندیں حاتم بن میمون نامی ایک راوی ضعیف ہے]

(۲) [ترمذی، ایضاً۔ یہ روایت بھی ضعیف ہے۔]

(۳) [یہ روایت بھی ضعیف ہے دیکھیے: سلسلۃ الاحادیث الضعیفۃ والموضوعۃ (ح ۳۰۱)]

تلاوت قرآن کے مسنون آداب

قرآن مجید اللہ کی کتاب ہے، جسے اللہ تعالیٰ نے اپنے آخری پیغمبر پر نازل کیا اور رہتی دنیا تک تمام لوگوں کے لیے باعث ہدایت اور معیارِ نجات قرار دے دیا۔ اس لیے جب بھی اس کتاب کی طرف قدم اٹھایا اور ہاتھ بڑھایا جائے تو یہی سوچ کر کہ یہ اللہ رب العزت کی آخری اور سچی کتاب ہدایت ہے۔ اس کی حیثیت عام انسانی تصنیفات جیسی نہیں ہے۔ اس لیے اسے پکڑتے، اٹھاتے اور پڑھتے ہوئے کوئی ایسا عمل نہ کیا جائے جو اس کے ادب و احترام کے منافی ہو۔

اس کتابِ عظیم کی تلاوت کے حوالے سے درج ذیل آداب کا خیال رکھنا چاہیے:

(۱)..... با وضو ہو کر تلاوت کی جائے،

(۲)..... تعویذ و تسمیہ پڑھ کر تلاوت کا آغاز کیا جائے،

(۳)..... صحت تلاوت اور حسن تلاوت [تجوید و قراءت] کا خیال رکھا جائے،

(۴)..... خشوع و خضوع [گریزاری] کا اہتمام کیا جائے،

(۵)..... سجدہ تلاوت کے موقع پر سجدہ کیا جائے،

(۶)..... تلاوت قرآن کو روزانہ کا معمول بنا لیا جائے،

(۷)..... تلاوت قرآن کے حوالے سے غیر مسنون آداب سے گریز کیا جائے،

آئندہ صفحات میں ہم قرآن مجید کے مذکورہ بالا آداب کے حوالے سے بالترتیب ضروری تفصیلات پیش کریں گے، ان شاء اللہ۔

[1]..... تلاوت قرآن اور مسئلہ طہارت

عام طور پر انسان یا طہارت کی حالت میں ہوتا ہے یا عدم طہارت کی۔ طہارت کی حالت میں وہ قرآن کی تلاوت کرے یا نماز پڑھے، اس میں تو کوئی اختلاف نہیں۔ البتہ عدم طہارت کی حالت میں ایسا کرنے میں فقہاء کا شروع سے اختلاف رہا ہے۔ آئندہ سطور میں اسی اختلاف اور اقرب الی الصواب موقف کی وضاحت کی ایک کوشش کی گئی ہے۔

عدم طہارت کی تین صورتیں:

یاد رہے کہ عدم طہارت کی بالعموم یہی تین صورتیں بنتی ہیں:

(۱)..... عدم وضو کی حالت (۲)..... جنابت کی حالت (۳)..... حیض و نفاس کی حالت۔

ان تینوں حالتوں میں دو طرح کا سوال پیدا ہوتا ہے ایک یہ کہ قرآن چھوئے بغیر زبانی طور پر قرآن کی تلاوت کی جاسکتی ہے یا نہیں؟ اور دوسرا سوال یہ ہے کہ ان حالتوں میں قرآن مجید کو چھونا جائز ہے یا نہیں؟ اب ہم ان سوالوں کا جواب دینے کے لیے بالترتیب مندرجہ بالا تینوں صورتوں کا ذکر کرتے ہیں:

(۱)..... عدم وضو کی حالت:

یعنی وہ حالت جب جنابت یا ماہواری کی حالت قائم ہوئے بغیر وضو ٹوٹا ہو، یعنی نیند سے یا ہوا خارج ہونے یا پیشاب پاخانہ وغیرہ کرنے سے۔ اس عدم وضو کی صورت میں قرآن مجید کو ہاتھ لگائے بغیر زبانی تلاوت کرنے کی ممانعت کی کوئی واضح دلیل قرآن و حدیث میں موجود نہیں ہے بلکہ اس حالت میں تلاوت قرآن مجید کے جواز کی دلیلیں موجود ہیں مثلاً ایک دلیل تو یہ ہے کہ حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے ایک مرتبہ اللہ کے رسول ﷺ کے ہاں رات گزاری، وہ فرماتے ہیں کہ

((اسْتَيْقَظَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ فَجَلَسَ يَمْسُحُ النَّوْمَ عَنْ وَجْهِهِ بِيَدِهِ ثُمَّ قَرَأَ الْعَشْرَ الْآيَاتِ الْخَوَاتِيمِ مِنْ سُورَةِ آلِ عِمْرَانَ ثُمَّ قَامَ إِلَى شَيْئٍ مُعَلَّقَةٍ فَتَوَضَّأَ مِنْهَا فَمَسَّحَتْ فَصَنَعَتْ مِثْلَ مَا صَنَعَ ثُمَّ دَخَبَتْ فَمَسَّحَتْ إِلَى جَنْبِهِ))

” (تقریباً آدھی) رات کا وقت تھا کہ اللہ کے رسول ﷺ نیند سے بیدار ہو کر بیٹھ گئے اور اپنے ہاتھ چہرے پر مل کر نیند دور کرنے لگے۔ پھر آپ ﷺ نے سورہ آل عمران کی آخری دس آیتوں کی تلاوت فرمائی۔ پھر آپ ﷺ (گھر میں) لٹکے ہوئے مشکیزے کی طرف بڑھے اور اس سے پانی لے کر وضو کیا اور بہت اچھی طرح آپ ﷺ نے وضو کیا پھر آپ نماز پڑھنے میں مشغول ہو گئے۔“^(۱)

اس حدیث سے واضح طور پر معلوم ہو رہا ہے کہ بے وضو حالت میں بھی قرآن کی تلاوت جائز ہے۔ اگر یہ ناجائز ہوتی تو آنحضرت ﷺ وضو سے پہلے سورہ آل عمران کی آیت تلاوت نہ فرماتے۔ پھر آپ ﷺ کا یہ عمل آپ ہی کے ساتھ خاص بھی نہیں تھا، ورنہ جب عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے بھی اسی طرح وضو سے پہلے سورہ آل عمران کی یہی آیات تلاوت فرمائی تھیں، تو آپ ﷺ انہیں بعد میں اس سے ضرور منع کر دیتے مگر آپ نے انہیں منع نہیں کیا۔ امام بخاری نے بھی اس حدیث سے یہی مسئلہ اخذ کیا ہے کہ عدم وضو کی حالت میں تلاوت قرآن جائز ہے، اسی لیے انہوں نے اس حدیث پر یہ عنوان قائم کیا ہے:

((باب قراءة القرآن بعد الحدث وغيره))

یعنی: ”بے وضو وغیرہ ہو جانے کی حالت میں تلاوت قرآن کا بیان“

اسی طرح حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ

((كَانَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ يَذْكُرُ اللَّهَ عَلَى كُلِّ أَحْيَانِهِ))

”اللہ کے رسول ﷺ ہر وقت اللہ کا ذکر کیا کرتے تھے۔“^(۲)

ظاہر ہے ہر وقت با وضو ہنا مشکل ہوتا ہے۔ انسان کسی وقت بھی بے وضو ہو سکتا ہے اور جب ہر وقت اللہ کا ذکر کیا جائے گا تو لازمی بات ہے کہ اس بے وضو حالت میں بھی اللہ کا ذکر ہوگا۔ اگر اس حالت میں اللہ کا ذکر جائز نہ ہوتا تو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا یہ فرماتیں کہ ”بے وضو حالت کے علاوہ ہر حال میں حضور اللہ کا ذکر فرماتے تھے۔“ مگر انہوں نے یہ الفاظ نہیں کہے۔

اس سے بھی یہی معلوم ہوتا ہے کہ بے وضو حالت میں جہاں اللہ کا ذکر کرنا درست ہے، وہاں تلاوت قرآن بھی جائز ہے۔

(۱) [صحیح بخاری: کتاب الوضوء، باب قراءة القرآن بعد الحدث وغيره (ح-۱۸۳) صحیح مسلم (ح-۱۲۷۴)]

(۲) [صحیح مسلم: کتاب الحيض: باب ذكر الله تعالى في حال الجنابة وغيره (ح-۳۷۲)]

(۲)..... حالت جنابت اور حالت حیض و نفاس میں تلاوت قرآن:

جنابت اور حیض و نفاس بھی بے وضوءگی (حدیث اکبر) کی حالتیں ہیں، تاہم ان میں فرق یہ ہے کہ ان سے طہارت کے لیے صرف وضوء نہیں بلکہ مسنون غسل کرنا ضروری ہے۔ جہاں تک ان حالتوں میں قرآن مجید کی تلاوت کا مسئلہ ہے تو اس سلسلہ میں واضح رہے کہ ان حالتوں کو بھی چونکہ بے وضوء والی حالت خیال کیا جائے گا، اس لیے جب بے وضوء (حدیث اصغر والی) حالت میں قرآن مجید کی تلاوت اور ذکر باری تعالیٰ جائز ہے، تو ان دونوں حالتوں میں بھی اسے جائز کہا جائے گا۔ بشرطیکہ ان دو حالتوں میں تلاوت قرآن کی الگ سے ممانعت کی کوئی دلیل موجود نہ ہو۔

جب ہم اس مسئلہ کا جائزہ لیتے ہوئے احادیث کا مطالعہ کرتے ہیں تو ہمیں اس سلسلہ میں ممانعت پر مبنی چند احادیث ضرور ملتی ہیں، مگر ان سب کی سندیں ضعیف ہیں مثلاً ایک حدیث کے الفاظ یہ ہیں:

((لَا تَقْرَأُ الْحَائِضُ وَلَا الْجُنُبُ شَيْئًا مِنَ الْقُرْآنِ))

”حائضہ اور جنبی قرآن مجید کی بالکل تلاوت نہ کریں۔“

یہ روایت ترمذی اور ابن ماجہ وغیرہ میں موجود ہے مگر اس کی سند محدثین کے اصولوں کے مطابق ضعیف ہے۔ اسی طرح کی ایک روایت سنن دارقطنی وغیرہ میں موجود ہے، جس کے الفاظ یہ ہیں:

((لَا يَقْرَأُ الْحَائِضُ وَلَا النِّفْسَاءُ مِنَ الْقُرْآنِ شَيْئًا))

”حیض اور نفاس والی عورت قرآن مجید کی بالکل تلاوت نہ کرے۔“

اس روایت کی بھی جتنی سندیں ہیں، وہ سب ضعیف ہیں جیسا کہ امام شوکانی نے نیل الاوطار (ج ۱ ص ۴۶) میں ذکر کیا ہے۔ اسی طرح کی ایک اور روایت میں ہے:

((عَنْ عَلِيٍّ قَالَ سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ يَقْرَأُ الْقُرْآنَ عَلَى كُلِّ حَالٍ مَا لَمْ يَكُنْ مُجْتَنِبًا))

”حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ اللہ کے رسول ﷺ ہمیں جنابت کے علاوہ ہر حالت میں قرآن مجید پڑھا دیا کرتے تھے۔“ (۱)

امام ترمذی نے ازراہ تسامیل اس حدیث پر صحت کا حکم لگا دیا ہے، لیکن امام شافعی، امام احمد اور شیخ البانی وغیرہ نے اس حدیث کو ضعیف قرار دیا ہے۔ اس کے علاوہ بھی اس سلسلہ میں جو روایات مروی ہیں، وہ سب

(۱) [جامع ترمذی: کتاب الطہارۃ، باب ماجاء فی الرجل یقرأ القرآن علی کل حال ما لم یکن جنباً (ح- ۱۴۶)]

سنداً کمزور ہیں۔^(۱)

لہذا جب یہ روایتیں صحیح نہیں ہیں تو پھر ہم حیض و نفاس اور جنابت کی حالت میں تلاوت قرآن کی ممانعت و حرمت کا فتویٰ نہیں دے سکتے بلکہ سابقہ عنوان کے تحت قائم کیے گئے دلائل کی بنیاد پر اس کے بھی جواز ہی کا فتویٰ دیا جائے گا۔ خود امام ترمذیؒ نے بھی مذکورہ بالا حدیث کو صحیح قرار دینے کے باوجود اس سے یہ مراد لیا ہے کہ حالت جنابت میں آنحضرت مصحف پکڑ کر ہمیں نہیں پڑھاتے تھے۔ علاوہ ازیں اس حدیث کے تحت چند کبار علماء کا بھی انہوں نے یہی فتویٰ درج کیا ہے، چنانچہ امام ترمذیؒ فرماتے ہیں کہ

”بے شمار صحابہ و تابعین کا بھی یہی موقف ہے، ان اہل علم کے بقول: ”انسان بے وضو حالت میں تلاوت تو کر سکتا ہے مگر طہارت کے بغیر قرآن مجید پکڑ کر تلاوت نہیں کرنی چاہیے“۔ امام ثوریؒ، امام شافعیؒ، امام احمدؒ اور امام اسحاقؒ کی بھی یہی رائے ہے۔“ [ترمذی، ایضاً]

اسی طرح امام بخاریؒ فرماتے ہیں کہ

”ابراہیم نخعیؒ حائضہ عورت کے لیے قرآن کی آیت کی تلاوت کر لینے میں کوئی حرج نہیں سمجھتے تھے۔ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما جنس کے لیے (مصحف چھوئے بغیر) تلاوت قرآن میں کوئی عیب نہیں سمجھتے تھے۔ اسی طرح ام عطیہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ ہمیں (اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے) حکم دیا جاتا کہ ہم حائضہ عورتوں کو بھی (عید گاہ کی طرف) لے کر نکلیں چنانچہ وہ حائضہ عورتیں مسلمانوں کی تکبیروں کی طرح تکبیریں کہتیں اور دعائیں مانگتی تھیں۔“^(۲)

(۳)..... بے وضو حالتوں میں قرآن کو چھونا:

یہ تو واضح ہو گیا کہ مذکورہ بالا تینوں حالتوں (یعنی جنابت، حیض و نفاس، اور بے وضوگی) میں زبانی طور پر قرآن مجید کی تلاوت جائز ہے، اب ہم اس پہلو پر غور کرتے ہیں کہ آیا ان تینوں حالتوں میں قرآن مجید کو چھونا بھی جائز ہے یا نہیں؟ اس سلسلہ میں بعض دلائل اس نوعیت کے ہیں کہ جن میں ہمیں یہ ملتا ہے کہ طاہر کے سوا کوئی اور قرآن کو نہ چھوئے مثلاً قرآن مجید میں ہے: ﴿لَا يَمَسُّهُ إِلَّا الْمُطَهَّرُونَ﴾

اس آیت میں لَا يَمَسُّ کے صیغہ کی وجہ سے اس کی تفسیر میں اختلاف ہے۔ یہ صیغہ نھی اور نہی دونوں معنی

(۱) دیکھیے: تمام المنہ از شیخ البانی (ص ۱۰۸، ۱۱۶، ۱۱۷) [

(۲) [صحیح بخاری، کتاب الحيض، باب تفضي الحائض المناسك كلها الا الطواف بالبيت، معلقاً]

کے لیے استعمال ہوتا ہے۔ اب یہاں نفی کے لیے ہے یا نفی کے لیے؟ اس میں دونوں طرح کی آراء موجود ہیں۔ بعض اہل علم کے نزدیک: ”یہ نفی کا صیغہ ہے اور اس آیت میں فرشتوں کی طرف اشارہ ہے جبکہ اس کے آخر میں (حرف) ہ کی ضمیر قرآن مجید کی بجائے لوح محفوظ کی طرف لوٹتی ہے اور اس آیت کا معنی یہ ہے کہ لوح محفوظ کو فرشتوں کے سوا کوئی نہیں چھوتتا۔“

جب کہ اسے نہی کا صیغہ قرار دینے والے اہل علم کی رائے یہ ہے کہ اس میں قرآن مجید کی طرف اشارہ کرتے ہوئے ہم انسانوں سے یہ کہا گیا ہے کہ ”اس قرآن کو طاہر لوگوں کے سوا کوئی اور نہ چھوئے۔“ اسی طرح ایک روایت میں ہے:

((لَا يَمَسُّ الْقُرْآنَ إِلَّا طَاهِرٌ))

”اس قرآن کو طاہر لوگوں کے سوا کوئی اور نہ چھوئے۔“^(۱)

اس روایت کی سند صحیح ہے اور اس میں مذکورہ بالا آیت کے مقابلہ میں واضح طور پر یہ کہا گیا ہے کہ ”طاہر کے سوا اور کوئی قرآن نہ چھوئے۔“ لیکن اس حدیث میں لفظ طاہر سے مراد کون ہے؟ اس میں بھی اہل علم کا اختلاف ہے۔ جمہور علماء کے نزدیک اس طاہر سے مراد ہر وہ مسلمان ہے جو ناپاک اور بے وضو نہ ہو۔ گویا ان کی رائے یہ ہے کہ بے وضو، جنسی اور حیض و نفاس والی عورت چونکہ طاہر نہیں ہیں، اس لیے ان کے لیے قرآن کو چھونا اور پکڑنا جائز نہیں۔

ان کے مقابلہ میں چند ایک علماء کی رائے یہ ہے کہ طاہر سے مراد اس حدیث میں مسلمان ہے اور مراد یہ ہے کہ مسلمان کے علاوہ کوئی اور (یعنی غیر مسلم) اس قرآن کو نہ چھوئے۔ لہذا مسلمان قرآن کو بے وضو حالتوں میں بھی چھوسکتا ہے کیونکہ بے وضو ہونے کے باوجود وہ نجس نہیں ہوتا، بلکہ طاہر ہی رہتا ہے۔ اس کی دلیل وہ یہ دیتے ہیں کہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہما ایک مرتبہ حالت جنابت میں اللہ کے رسول ﷺ سے ملے اور انہوں نے بغیر غسل کے آنحضرت ﷺ کے ساتھ بیٹھنا مکروہ سمجھا تو آپ ﷺ نے ان سے فرمایا:

((سُبْحَانَ اللَّهِ إِنَّ الْمُؤْمِنَ لَا يَنْجَسُ))

”سبحان اللہ! مومن نجس نہیں ہوتا۔“^(۲)

(۱) [موطا: کتاب النداء للصلاة: باب الامر بالوضوء لمن مس المصحف (ج ۱۹: ۴۱۹) ارواء الغلیل از البانی (۱۲۲)

سنن بیہقی (ج ۱ ص ۷۸)]

(۲) [صحیح بخاری: کتاب الغسل: باب عرق الحنبل وان المسلم لا ینجس (ج ۲۸۳) صحیح مسلم (۳۷۱)]

اس حدیث کی بنیاد پر معروف عرب عالم دین شیخ ناصر الدین البانی بھی اس رائے کے قائل تھے کہ مومن شخص ہر حال میں قرآن مجید کو چھوسکتا ہے۔^(۱)

رائح اور محتاط پہلو:

اس مسئلہ میں ہمیں جمہور اہل علم کی رائے ہی محتاط معلوم ہوتی ہے اور وہ یہ کہ ان تینوں حالتوں [یعنی (۱) عدم وضو کی حالت (۲) جنابت کی حالت (۳) حیض و نفاس کی حالت] میں قرآن مجید کو چھونے اور پکڑنے سے احتیاط کرنی چاہیے، البتہ ان حالتوں میں زبانی تلاوت میں کوئی حرج نہیں ہے۔ یاد رہے کہ اگر کسی ضرورت کی وجہ سے قرآن مجید کو چھونا پڑ جائے تو صاف پکڑے وغیرہ کی آڑ لے کر اسے چھوا جاسکتا ہے۔ کئی اہل علم نے اس طرح قرآن چھونے کی اجازت بھی دی ہے۔^(۲)

امام بخاریؒ نے اپنی صحیح بخاری میں روایت کیا ہے کہ

((وَكَانَ أَبُو وَائِلٍ يُرْسِلُ خَادِمَهُ وَهِيَ خَائِضٌ إِلَى أَبِي رَزِينٍ فَتَأْتِيهِ بِالْمُصْحَفِ فْتُمْسِكُهُ بِعَلَاقَتِهِ))

”حضرت ابو وائلؒ اپنی خادمہ (لوٹڈی) کو حیض کی حالت میں (بھی) محدث ابوزینؒ کے پاس بھیج دیتے، تاکہ وہ ان کے ہاں سے قرآن مجید (مصحف) لے آئے، چنانچہ وہ جزدان میں لپٹا ہوا قرآن مجید اپنے ہاتھ میں پکڑ کر لاتی تھی۔“

اگر شریعت میں اس کی گنجائش نہ ہوتی تو یہ اصحاب علم ہرگز ایسا نہ کرتے.....!



(۱) تمام المعنہ ازالالبانی (ص ۱۱۶)

(۲) شرح المہذب از نووی (ج ۲ ص ۳۷۲)

(۳) صحیح بخاری، کتاب الحيض، باب قراءة الرجل في حجر امرأته وهي حائض

[2]..... تلاوت قرآن اور تعوذ و تسمیہ

(۱)..... تعوذ یعنی اعوذ باللہ پڑھنا:

قرآن مجید کی تلاوت سے پہلے شیطان مردود کے حملوں سے بچنے کے لیے اللہ کی پناہ مانگنی چاہیے یعنی تعوذ پڑھنا چاہیے۔ اس بات کا حکم خود قرآن مجید میں اس طرح دیا گیا ہے:

﴿فَإِذَا قَرَأْتَ الْقُرْآنَ فَاسْتَعِذْ بِاللَّهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيمِ﴾ [سورة النحل: ۹۸]

”اور جب قرآن پڑھنے لگو تو شیطان مردود سے (بچاؤ کے لیے) اللہ تعالیٰ کی پناہ مانگ لیا کرو۔“
تعوذ کے کئی کلمات احادیث میں بیان ہوئے ہیں، زیادہ معروف اور مذکورہ بالا آیت سے قریب تر کلمات یہ ہیں:

((اَعُوذُ بِاللَّهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيمِ))

”میں شیطان مردود (کے شر) سے اللہ تعالیٰ کی پناہ چاہتا ہوں۔“^(۱)

بہت سی صحیح احادیث سے یہ بات معلوم ہوتی ہے کہ خود نبی کریم ﷺ بھی نماز میں دعائے افتتاح کے بعد جب سورۃ الفاتحہ شروع کرتے تو پہلے تعوذ پڑھتے۔

بعض اہل علم نے تلاوت قرآن سے پہلے تعوذ پڑھنے کی یہ حکمت بیان کی ہے کہ قرآن مجید کتاب ہدایت ہے اور شیطان نہیں چاہتا کہ انسان کو ہدایت ملے، چنانچہ جب انسان اس کتاب ہدایت کو پکڑتا ہے تو شیطان بھی اپنے داؤ پیچ لڑانا شروع کر دیتا ہے تاکہ انسان تلاوت قرآن سے جلد ہی اکتا جائے، اسے سمجھنے کی کوشش ہی نہ کرے اور اس سے ہدایت حاصل کرنے سے محروم رہے۔ اور اگر انسان ہدایت پالے تو اس پر عمل کرنے میں شیطان رکاوٹیں پیدا کرتا ہے۔ شیطان کی ان سازشوں اور کوششوں کو ناکام بنانے کے لیے ہمیں تعوذ کا حکم دیا گیا۔

جس طرح تلاوت قرآن کے آغاز میں تعوذ کا حکم ہے، اسی طرح دوران تلاوت اگر کسی وجہ سے انقطاع

(۱) مصنف عبدالرزاق، کتاب الصلوٰۃ، باب منیٰ يستعید (ح-۲۰۸۹)

ہو جائے تو دوبارہ تلاوت شروع کرنے سے پہلے پھر تعوذ پڑھ لینا چاہیے۔

(۲)..... تسمیہ یعنی بسم اللہ پڑھنا:

تلاوت قرآن سے پہلے تعوذ کے ساتھ تسمیہ (بسم اللہ) بھی پڑھنی چاہیے، تسمیہ کے کلمات یہ ہیں:

((بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ))

”شروع کرتا ہوں اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان، نہایت رحم کرنے والا ہے۔“

اس لیے کہ بسم اللہ سے شروع کیے جانے والے ہر اہم کام میں اللہ کی طرف سے برکت پیدا ہو جاتی ہے کیونکہ وہ اس ذات کے نام سے شروع کیا جاتا ہے جو تمام کائنات کی خالق و مالک ہے اور اسی کے ہاتھ میں ساری خیر و بھلائیاں ہیں اور جس کام کے شروع میں اللہ تبارک و تعالیٰ کا نام نہ لیا جائے، وہ برکت سے خالی ہو جاتا ہے اور شیطان کو بھی اس میں مداخلت کا سنہری موقع مل جاتا ہے۔

تلاوت قرآن خود ایک عظیم الشان کام ہے، لہذا اس کا آغاز تعوذ کے بعد بسم اللہ سے ہونا چاہیے۔ اگر تلاوت کا آغاز قرآن مجید کی کسی سورت سے ہو تو پھر بسم اللہ کا پڑھنا اور زیادہ اہمیت اختیار کر جاتا ہے کیونکہ قرآن مجید کی ایک سو چودہ سورتوں میں سے ایک سورہ بقرہ کے علاوہ باقی ایک سو تیرہ سورتوں کا آغاز بسم اللہ کے ساتھ ہے۔ اور اہل علم کی محتاط رائے کے مطابق ان سورتوں میں موجود بسم اللہ بجائے خود ایک آیت کی حیثیت رکھتی ہے۔



[3].....صحتِ تلاوت اور حسنِ تلاوت

[یعنی تجوید و قراءت کا اہتمام]

(۱).....صحتِ تلاوت:

تلاوتِ قرآن مجید کے آداب میں سے ایک اہم ترین ادب یہ بھی ہے کہ صحتِ تلاوت یعنی تجوید و قراءت کے اصولوں کا خیال رکھا جائے۔ جہاں حرف کو لمبا (مد) کرنے کی ضرورت ہے، وہاں اسے لمبا کیا جائے، جہاں تفسخیم کی ضرورت ہو وہاں تقسیم کا لحاظ کیا جائے، جہاں تشدید کا موقع ہو وہاں تشدید کا اہتمام کیا جائے، جہاں غنہ یا ادغام یا اختفاء یا اظہار یا قلقلہ وغیرہ کی ضرورت ہو وہاں ان چیزوں کا خیال کیا جائے اور جہاں ان چیزوں کی ضرورت نہ ہو وہاں بلا وجہ ان قواعد کا اجراء و اطلاق نہ کیا جائے۔

اسی طرح حروف کی ادائیگی کے سلسلہ میں صحتِ مخارج کا خیال کیا جائے اور ہر حرف کو اس کے اصل مخارج کے مطابق ادا کیا جائے یعنی جہاں 'ص' پڑھنا ہے وہاں 'س' کا تلفظ اختیار نہ کیا جائے۔ جہاں 'ز' پڑھنا ہے وہاں 'ذ' کا تلفظ پیدا نہ کیا جائے۔ جہاں 'ح' کا تلفظ ہو وہاں 'ه' نہ پڑھی جائے۔

صحتِ تلاوت میں یہ بات بھی شامل ہے کہ اعراب و حرکات کا بھی پورا خیال کیا جائے۔ جہاں زبر ہے وہاں زیر نہ پڑھی جائے، جہاں زیر ہے وہاں پیش نہ پڑھی جائے۔ بلکہ ہر حرف اور ہر لفظ کے جو اصل اعراب و حرکات ہیں، انہی کے مطابق اسے پڑھا جائے۔

صحتِ تلاوت میں یہ بھی شامل ہے کہ قرآن مجید کو ٹھہر ٹھہر کر پڑھا جائے اور اس قدر تیزی سے نہ پڑھا جائے کہ الفاظ ہی پورے ادا نہ ہو پائیں۔

(۲).....صحتِ تلاوت کی ضرورت و اہمیت:

قرآن مجید کی تلاوت کے موقع پر صحتِ تلاوت کا لحاظ رکھنا بڑا ضروری ہے، ورنہ خدشہ ہے کہ انسان کو تلاوتِ قرآن سے اجر و ثواب کی بجائے الٹا گناہ ملے بلکہ غیر شعوری طور پر انسان کفر کا مرتکب بھی ٹھہر سکتا ہے۔ اس چیز کو سمجھنے کے لیے ذرا ایک مثال پر غور کیجیے:

سورۃ الفاتحہ کے آغاز میں ہے:

﴿ الْحَمْدُ لِلَّهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ ﴾

یعنی ”تمام تعریفیں اللہ رب العالمین کے لیے ہیں“۔ اب اگر کوئی شخص الحمد کو الہمد پڑھ بیٹھے یعنی ’ح‘ کی جگہ ’ھ‘ پڑھ لے تو نعوذ باللہ اس آیت کا معنی یہ بن جاتا ہے:

”ہر قسم کی موت اللہ رب العالمین کے لیے ہے۔“ (نعوذ باللہ من ذلک!)

یعنی ایک لفظ کے تلفظ کے بدلنے سے معنی میں کتنی بڑی تبدیلی واقع ہوگئی ہے اور یاد رہے کہ جو شخص ’ح‘ کا تلفظ صحیح طور پر ادا نہیں کرتا، وہ اسے الحمد کی بجائے الہمد ہی پڑھے گا.....!

اب خود ہی فیصلہ کیجیے، کیا تلاوت قرآن کے لیے صحت بخارج کا اہتمام ضروری نہیں!؟

اسی طرح سورۃ الفاتحہ کی ایک اور آیت ہے:

﴿ اهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيمَ صِرَاطَ الَّذِينَ أَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ ﴾

”ہمیں سیدھا راستہ دکھا۔ اُن لوگوں کا راستہ جن پر تو نے انعام کیا ہے۔“

أَنْعَمْتَ سے اللہ تعالیٰ کی طرف خطاب ہے کہ ”جن پر تو نے انعام کیا۔“ اگر اس لفظ کو أَنْعَمْتُ پڑھا

جائے یعنی ت پر زبر کی بجائے پیش پڑھی جائے تو اس کا مطلب یہ ہوگا کہ ”جن پر میں نے انعام کیا ہے۔“

اب ایک حرکت کی تبدیلی سے معنی میں اتنی بڑی تبدیلی واقع ہوگئی ہے کہ اگر انسان جان بوجھ کر یہ غلطی

کرے تو کافر قرار پائے.....!

اسی طرح اگر أَنْعَمْتُ کی ت کو لمبا کر کے پڑھا جائے تو یہ أَنْعَمْنَا بن جائے گا اور اس کا معنی یہ بنے گا:

”جن پر تم دونوں نے انعام کیا۔“ اب یہاں ضمیر تو اللہ کی طرف لوٹتی ہے جو وحدہ لا شریک ہے مگر ت کو کھینچ

کر پڑھنے سے یہاں تشبیہ کا معنی پیدا ہو جاتا ہے جو اسلامی عقیدہ توحید کے سراسر منافی ہے کیونکہ اللہ ایک

ہے، دونہیں.....!

یہ دو تین مثالیں ہیں، اسی پر پورے قرآن مجید کو قیاس کر لیجیے اور سوچیے کیا ان مثالوں سے ہمیں یہ سبق نہیں

ملتا کہ ہم قرآن مجید کو صحت بخارج کے ساتھ پڑھنا سیکھیں تاکہ ہم سے کوئی غلطی سرزد نہ ہو۔ مگر افسوس کا

مقام ہے کہ بے شمار کلمہ گو مسلمان یا تو قرآن مجید پڑھنا ہی نہیں جانتے اور اگر پڑھنا جانتے ہیں تو اس کی

تلاوت کے اصول نہیں سمجھتے۔ اور الفاظ و کلمات کی ادائیگی صحیح طور پر نہیں کر سکتے۔ اسی طرح عورتوں میں اس

چیز کی شرح مردوں کے مقابلے میں کافی زیادہ ہے، خواہ وہ دیہی علاقوں سے تعلق رکھتی ہوں یا شہری علاقوں سے۔

۳..... حسن تلاوت و قراءت:

صحت تلاوت کا معنی و مفہوم تو پیچھے واضح ہو چکا، اب حسن تلاوت کا معنی و مفہوم اور اس کی ضرورت و اہمیت بھی سمجھ لیجیے۔

تلاوت قرآن کے سلسلہ میں اصل چیز صحت تلاوت ہے جب کہ حسن تلاوت ایک اضافی چیز ہے اور حسن تلاوت یہ ہے کہ صحت تلاوت کا خیال رکھتے ہوئے زیادہ سے زیادہ خوبصورت اور دلکش انداز سے قرآن مجید کی تلاوت کی جائے، تاکہ آواز میں سوز اور دل میں خوف پیدا ہو، آنکھوں سے آنسو جاری ہوں اور بدن پر رقت طاری ہو۔ اور تلاوت کرنے والا خود بھی قرآن سے اثر قبول کر رہا ہو اور دوسروں پر بھی اثر انداز ہو رہا ہو۔ ایسی صورت میں حسن قراءت کو بہت پسند کیا گیا ہے لیکن اگر خوف خدا سے غافل ہو کر تلاوت کی جائے تو پھر حسن صوت کا بھی کوئی فائدہ نہیں۔ قرآن مجید کو گویوں کی طرح گا کر پڑھنا اسی لیے ناپسندیدہ ہے کہ اس طرح تلاوت قرآن سے خوف و خشیت کے جذبات پیدا نہیں ہوتے۔

۴..... حسن قراءت کی اہمیت:

حسن تلاوت و قراءت کی اہمیت کے سلسلہ میں اب چند احادیث ملاحظہ فرمائیں:

(۱): ((عن براء بن عازب قال قال رسول الله ﷺ: زَيَّنُوا الْقُرْآنَ بِأَصْوَاتِكُمْ))

”حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: قرآن مجید کو اپنی (اچھی) آوازوں سے مزین کرو۔“ (۱)

یعنی خوبصورت اور خوش کن آواز کے ساتھ قرآن کی تلاوت کرو۔ یہ ایک عام حکم ہے اور ظاہر ہے ہر شخص کی خوش آوازی اور خوش الحانی دوسرے سے مختلف ہوتی ہے۔ صحت تلاوت کے ساتھ جتنا خوش الحانی کا اہتمام ممکن ہو، اتنا ہی بہتر ہے مگر ایسی خوش الحانی کا کوئی فائدہ نہیں جو صحت تلاوت سے خالی ہو۔ یعنی تجوید [حسن قراءت] کے اصول و قواعد کے یکسر منافی ہو۔

(۱) [مسند احمد (ج ۴ ص ۲۸۵) ابو داؤد، کتاب القراءۃ، باب استحباب الترتیل فی القراءۃ (ح ۱۴۶۸) ابن

ماجہ (ح ۱۳۴۲) دارمی (ح ۳۵۰۰)]

(۲): ((عن ابی ہریرۃ قال قال رسول اللہ ﷺ: لَيْسَ مِنَّا مَنْ لَمْ يَتَغَنَّ بِالْقُرْآنِ))

”حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آنحضرت ﷺ نے ارشاد فرمایا: وہ شخص ہم میں سے نہیں جو قرآن مجید کو خوش الحانی (آوازی) سے نہ پڑھے۔“^(۱)

مطلب یہ کہ جو شخص قرآن مجید کو خوش الحانی سے پڑھنے کی استطاعت رکھتا ہو مگر اس کے باوجود خوش آوازی اختیار نہ کرے تو یہ انتہائی ناپسندیدہ اور بری بات ہے، اس لیے کہ اس سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ ایسے آدمی کو قرآن مجید سے محبت نہیں، ورنہ یہ ضرور خوش الحانی کا مظاہرہ کرتا۔

(۳): ابن ابی ملیکہ نے عبید اللہ بن ابی یزید کے حوالے سے روایت کیا کہ وہ فرماتے ہیں کہ ”ایک روز ابوالباہہ رضی اللہ عنہ ہمارے پاس سے گزرے، ہم بھی ان کے ساتھ چل دیے یہاں تک کہ وہ اپنے گھر میں داخل ہو گئے، ہم بھی ان کے ساتھ ان کے گھر میں داخل ہو گئے۔ دیکھا کہ وہاں ایک شکستہ حال آدمی بیٹھا ہے، وہ کہنے لگا کہ میں نے اللہ کے رسول ﷺ سے یہ حدیث سنی ہے کہ ”وہ شخص ہم میں سے نہیں جو قرآن مجید کو خوش الحانی سے نہیں پڑھتا۔“^(۲)

اس حدیث کے ایک راوی عبد الجبار بن ورد کہتے ہیں کہ میں نے ابن ابی ملیکہ سے کہا: اے ابو محمد! اگر کوئی شخص خوش آواز نہ ہو تو وہ کیا کرے؟ ابن ابی ملیکہ نے جواب دیا کہ ”اسے چاہیے کہ جہاں تک ہو سکے، خوش الحانی پیدا کرنے کی کوشش کرے۔“

(۵)..... نبی کریم اور حسن قراءت:

(۱): ((عن البراء بن عازب قال سَمِعْتُ النَّبِيَّ ﷺ يَقْرَأُ ﴿وَالَّذِينَ وَالزَّيْتُونَ﴾ فِي الْعِشَاءِ وَمَا سَمِعْتُ أَحَدًا أَحْسَنَ صَوْتًا مِنْهُ أَوْ قِرَاءَةً))

”حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے اللہ کے رسول ﷺ کو نماز عشاء میں سورۃ التین کی تلاوت فرماتے سنا ہے اور میں کہہ سکتا ہوں کہ آپ ﷺ تمام لوگوں سے بڑھ کر خوش آوازی سے تلاوت کرنے والے تھے۔“^(۳) یعنی آپ سب سے زیادہ خوش آواز اور خوش الحان تھے۔

(۱) [صحیح بخاری، کتاب التوحید، باب قول اللہ تعالیٰ: واسروا قولکم اواجہروا بہ (ح- ۷۵۲۷)]

(۲) [ابو داؤد، کتاب الوتر، باب استحباب الترتیل فی القراءۃ (ح- ۱۴۶۸)]

(۳) [صحیح بخاری، کتاب الاذان، باب القراءۃ فی العشاء (ح- ۷۶۹)]

(۲): ((عن ابی ہریرۃ قال قال رسول اللہ ﷺ: مَا أذِنَ اللَّهُ لِشَيْءٍ مَّا أَذِنَ لِنَبِيِّيَ بِتَعْنِي بِالْقُرْآنِ))
 ”حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ آنحضرت ﷺ نے ارشاد فرمایا: اللہ تعالیٰ کسی چیز کو اتنی توجہ سے نہیں سنتا جتنی توجہ سے وہ اپنے نبی کی آواز کو (اس وقت) سنتا ہے جب کہ وہ خوش الحانی کے ساتھ قرآن مجید پڑھ رہا ہو۔“^(۱)

یعنی اللہ تعالیٰ نہ صرف یہ کہ خوش الحانی کے ساتھ تلاوت قرآن کو پسند فرماتے ہیں بلکہ جب اللہ کے نبی خوش الحانی سے تلاوت کرتے تو اللہ تعالیٰ بھی توجہ سے ان کی تلاوت سنتے۔

(۳): حضرت جبیر بن مطعم رضی اللہ عنہما، حالتِ شرک میں تھے اور جنگ بدر میں قیدی بنا لیے گئے، وہ اس دور کی ایک بات بیان کرتے ہیں کہ ”میں نے اللہ کے رسول ﷺ کو نماز مغرب میں سورۃ الطور کی تلاوت کرتے سنا۔ جب آپ اس آیت پر پہنچے: ﴿أَمْ خُلِقُوا مِنْ غَيْرِ شَيْءٍ أَمْ هُمْ الْخَالِقُونَ﴾ [وہ کسی اور چیز سے پیدا کیے گئے ہیں یا وہ خود ہی پیدا کرنے والے ہیں؟] تو مجھے یوں لگا کہ میرا دل قابو سے باہر ہو گیا ہے۔ (صحیح بخاری کی روایت نمبر ۴۰۲۳ میں یہ بھی ہے کہ حضرت جبیر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں) اور یہی وہ پہلا موقع تھا کہ جب اسلام نے میرے دل میں جگہ پکڑی تھی۔“^(۲)

(۴): ((عن أم سلمة قالت كان رسول الله ﷺ يقطع قراءة آية يقول: الْحَمْدُ لِلَّهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ ثُمَّ يَقِفُ (ثُمَّ يَقُولُ) الرَّحْمَنُ الرَّحِيمُ ثُمَّ يَقِفُ))

”حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ اللہ کے رسول ﷺ اپنی تلاوت میں ایک ایک فقرے کو الگ الگ کر کے پڑھتے تھے، چنانچہ آپ ﷺ الحمد للہ رب العالمین پڑھتے پھر وقف کرتے۔ پھر الرحمن الرحیم پڑھتے اور پھر وقف فرماتے۔“^(۳)

(۵): ((عَنْ قَتَادَةَ قَالَ سُئِلَ أَنَسٌ كَيْفَ كَانَتْ قِرَاءَةُ النَّبِيِّ ﷺ؟ فَقَالَ: كَانَتْ مَدًّا مَدًّا ثُمَّ قَرَأَ بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ يَمُدُّ بِسْمِ اللَّهِ وَيَمُدُّ بِالرَّحْمَنِ وَيَمُدُّ بِالرَّحِيمِ))

(۱) [صحیح بخاری، کتاب فضائل القرآن، باب من لم يتغن بالقرآن (ح ۵۰۲۴) صحیح مسلم، کتاب صلاۃ

المسافرین، باب استحباب تحسین الصوت بالقرآن (ح ۷۹۲)]

(۲) [صحیح بخاری، کتاب التفسیر، تفسیر سورۃ الطور (ح ۴۸۵۴) صحیح مسلم (ح ۱۰۲۳)]

(۳) [جامع ترمذی، کتاب القراءات، باب فی فاتحة الكتاب (ح ۲۹۲۷) ابو دائود (ح ۴۰۰۱) احمد (ح ۱۶/

۳۰۲) ابن خزیمہ (ح ۴۹۳)]

”حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے پوچھا گیا کہ نبی ﷺ کی قراءت کا طریقہ کیا تھا؟ انہوں نے جواب میں فرمایا کہ آپ ﷺ الفاظ کو کھینچ کھینچ کر (یعنی حسن قراءت کا لحاظ رکھ کر) پڑھتے تھے، پھر انہوں نے خود بسم اللہ الرحمن الرحیم پڑھ کر سنائی اور ایک ایک لفظ کو کھینچ کر ادا کیا یعنی بسم اللہ کو کھینچ کر پڑھا پھر الرحمن کو کھینچ کر پڑھا پھر الرحیم کو۔“^(۱)

ان دونوں احادیث سے معلوم ہوا کہ اللہ کے رسول ﷺ بھی تلاوت قرآن کے وقت خوش الحانی اور حسن قراءت کا اہتمام کرتے تھے۔ یہی بات درج ذیل روایت میں اس طرح بھی بیان کی گئی ہے:

(۶): حضرت عبداللہ بن مغفل رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے (فتح مکہ کے موقع پر) نبی کریم ﷺ کو دیکھا کہ آپ اپنی اونٹنی پر سوار تھے اور اسی حالت میں سورہ فتح (کی بعض آیات) کی تلاوت فرما رہے تھے۔ آپ بڑے آرام کے ساتھ تلاوت فرما رہے تھے اور اپنی آواز کو بار بار دہراتے تھے۔ (یعنی خوبصورتی پیدا کرنے کے لیے آواز میں اتار چڑھاؤ کرتے تھے۔)^(۲)

(۶)..... صحابہ کرام اور حسن قراءت:

(۱): ((عن عبد الله بن مسعود قال قال لي رسول الله ﷺ: اِقْرَأْ عَلَيَّ، قُلْتُ اَقْرَأْ عَلَيَّكَ وَعَلَيْكَ اَنْزِلَ؟ قَالَ: اِنِّي اُحِبُّ اَنْ اَسْمَعَهُ مِنْ غَيْرِي فَقَرَأْتُ عَلَيْهِ سُورَةَ النَّسَاءِ حَتَّى بَلَغْتُ (الى هذه الآية) ﴿فَكَيْفَ اِذَا جِئْنَا مِنْ كُلِّ اُمَّةٍ بِشَهِيدٍ وَجِئْنَا بِكَ عَلَى هَؤُلَاءِ شَهِيدًا﴾ قَالَ اَمْسِكْ (حَسْبُكَ الْآنَ) فَالْتَفَتَ اِلَيْهِ فَاِذَا عَيْنَاهُ تَدْرِفَانِ))^(۳)

”حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ جب کہ رسول اللہ ﷺ منبر پر تشریف فرما تھے، تو مجھ سے مخاطب ہو کر فرمایا: ”مجھے (قرآن) پڑھ کر سناؤ۔“ میں نے عرض کیا: ”کیا میں آپ ﷺ کو (قرآن) پڑھ کر سناؤں جبکہ آپ ﷺ ہی پر تو یہ قرآن نازل ہوا ہے؟“ لیکن آنحضرت ﷺ نے فرمایا: ”میں چاہتا ہوں کہ قرآن کسی دوسرے شخص سے سنوں۔“ چنانچہ میں نے سورہ نساء کی

(۱) [صحیح بخاری، کتاب فضائل القرآن: باب مد القراءۃ (ح- ۵۴۰۶)]

(۲) [صحیح بخاری، کتاب المغازی، باب ابن رکز النبی الراية يوم الفتح (ح- ۴۲۸)] کتاب فضائل القرآن، باب

الترجیع (ح- ۵۰۴۷) صحیح مسلم (ح- ۷۹۴)

(۳) [صحیح بخاری، کتاب التفسیر، تفسیر سورۃ النساء (ح- ۴۵۸۲- ۵۰۴۹ تا ۵۰۵۶) صحیح مسلم،

کتاب صلاۃ المسافرین، باب فضل استماع القرآن (ح- ۸۰۰)]

تلاوت شروع کر دی حتیٰ کہ میں اس آیت پر پہنچا:

﴿ فَكَيْفَ إِذَا جِئْنَا مِنْ كُلِّ أُمَّةٍ بِشَهِيدٍ وَجِئْنَا بِكَ عَلَىٰ هَؤُلَاءِ شَهِيدًا ﴾

”اس وقت ان لوگوں کی کیا کیفیت ہوگی جبکہ ہم ہر امت پر ایک گواہ لائیں گے اور اے نبی! ہم آپ کو اس امت پر گواہ بنا کر کھڑا کریں گے۔“

جب میں اس آیت پر پہنچا تو آپ ﷺ نے فرمایا: ”بس کافی ہے۔“ اچانک میری نگاہ حضور ﷺ کے چہرہ مبارک پر پڑی تو کیا دیکھتا ہوں کہ آپ کی آنکھوں سے آنسو ٹپک رہے ہیں۔“

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہما کا شمار قراء صحابہ میں ہوتا ہے۔ آپ کی خوش آوازی کی وجہ سے آنحضرت ﷺ نے آپ سے قرآن مجید کی تلاوت سننا پسند فرمایا اور پسند ہی نہیں بلکہ تلاوت قرآن سے اتنا متاثر بھی ہوئے کہ آپ کی آنکھوں سے آنسو جاری ہو گئے.....!

(۲): ایک رات اللہ کے رسول ﷺ نے حضرت ابوموسیٰ کی قراءت سنی تو صبح کے وقت انہیں بتایا کہ

((لَوْ رَأَيْتَنِي وَأَنَا أَسْتَمِعُ لِقِرَاءَةِ تَبِكَ الْبَارِحَةَ لَقَدْ أُوتِيتُ مِزْمَارًا مِنْ مِزَامِيرِ آلِ دَاوُدَ))

”کاش! تمہیں علم ہوتا جب میں کل رات تمہاری قراءت سن رہا تھا (تو تمہیں خوشی ہوتی) تمہیں تو لحن آل داؤد سے نوازا گیا ہے۔“^(۱)

ایک اور روایت میں یہ وضاحت بھی ہے کہ آنحضرت ﷺ کی یہ بات سن کر حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ عنہما نے عرض کیا:

((أَمَا وَاللَّهِ إِنْ لَوْ عَلِمْتُ أَنَّكَ تَسْمَعُ قِرَاءَةَ نَبِيِّ لَحَبَّرْتُهَا لَكَ تَحْبِيرًا))

”اللہ کی قسم! اگر مجھے معلوم ہوتا کہ آپ میری قراءت سن رہے ہیں تو میں آپ کے لیے اپنی قراءت کو اور زیادہ خوش الحان بنانے کی کوشش کرتا۔“^(۲)

حضرت داؤد بڑے خوش الحان تھے، اس لیے حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ عنہما کی خوش الحانی کو آپ نے لحن آل داؤد سے مشابہت دی۔ بعض اہل علم کے بقول یہاں لفظ آل زائد ہے، مراد لحن داؤدی ہے نہ کہ لحن آل داؤدی۔

(۱) [صحیح مسلم، کتاب صلاة المسافرين، باب تحمسين الصوت بالقراءة (۷۹۳)]

(۲) [صحیح ابن حبان (۷۱۹۷) مستدرک حاکم (ج ۳ ص ۶۶) فضائل القرآن لابن کثیر (ص ۳۵)]

(۳) : حضرت اُسید بن حضیر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ ایک رات وہ سورہ بقرہ کی تلاوت کر رہے تھے اور ان کا گھوڑا ان کے پاس ہی بندھا ہوا تھا۔ اتنے میں گھوڑا بدکنے لگا، انہوں نے تلاوت بند کر دی تو گھوڑا ابھی رک گیا۔ پھر انہوں نے تلاوت شروع کی تو گھوڑا پھر بدکنے لگا۔ اس مرتبہ بھی جب انہوں نے تلاوت بند کی تو گھوڑا ابھی خاموش ہو گیا۔ تیسری مرتبہ انہوں نے جب تلاوت شروع کی تو گھوڑا پھر بدکنے شروع ہو گیا۔ ان کے بیٹے یحییٰ چونکہ گھوڑے کے قریب ہی (لیٹے) تھے اس لیے اس خوف سے کہ کہیں گھوڑا ان کے بیٹے کو تکلیف نہ پہنچائے، انہوں نے تلاوت بند کر دی اور بچے کو وہاں سے ہٹا دیا۔ پھر اوپر نظر اٹھائی تو کچھ نہ دکھائی دیا۔ (ایک روایت کے مطابق اس سے پہلے انہیں اوپر آسمان پر ایک روشن چھتری نظر آئی تھی) صبح کے وقت یہ واقعہ انہوں نے نبی اکرمؐ سے بیان کیا تو آپ ﷺ نے فرمایا:

”ابن حضیر! تم پڑھتے رہتے، تلاوت بند نہ کرتے! (تو بہتر تھا)۔ انہوں نے عرض کیا: یا رسول اللہ! مجھے ڈر لگا کہ کہیں گھوڑا میرے بیٹے یحییٰ کو نہ کچل ڈالے کیونکہ وہ گھوڑے کے بالکل قریب پڑا تھا۔ میں نے سر اوپر اٹھایا اور پھر یحییٰ کی طرف گیا۔ پھر میں نے سر آسمان کی طرف اٹھایا تو ایک چھتری نما چیز نظر آئی جس میں روشن چراغ تھے۔ پھر جب میں دوبارہ باہر آیا تو میں نے اس چیز کو نہیں دیکھا۔ آنحضرت ﷺ نے فرمایا: تمہیں معلوم ہے کہ وہ کیا چیز تھی؟ اُسید رضی اللہ عنہما نے عرض کیا نہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ وہ فرشتے تھے جو تمہاری آواز سننے کے لیے قریب ہو رہے تھے۔ اگر تم رات بھر تلاوت کرتے رہتے تو صبح تک اور لوگ بھی انہیں دیکھتے کیونکہ یہ (وہ فرشتے تھے جو) لوگوں سے چھپتے نہیں۔“^(۱)

یعنی حضرت اُسید رضی اللہ عنہما اتنے سوز، ترنم اور خوش الحانی کے ساتھ تلاوت کر رہے تھے کہ فرشتے ان کی تلاوت سننے کے لیے اتر آئے.....!!

۷..... حسنِ قراءت اور قواعدِ موسیقی:

گزشتہ مباحث سے معلوم ہوا کہ تلاوتِ قرآن میں حسن پیدا کرنے کو پسند کیا گیا ہے۔ نبی کریم ﷺ اور آپ کے صحابہ رضی اللہ عنہم بھی حسنِ قراءت کا اہتمام کرتے تھے۔ بعد کے ادوار میں جہاں تجوید و قراءت کے

(۱) [صحیح بخاری، کتاب الفضائل، باب نزول السکینة والملائكة عند قراءة القرآن (ح- ۵۰۱۸) صحیح

مسلم، کتاب صلاة المسافرين، باب نزول السکینة لقراءة القرآن (ح- ۷۹۶)]

أصول مرتب ہوئے، وہاں قواعد موسیقی سے مد لینے کا سوال بھی سامنے آیا۔ بعض اہل علم نے قواعد موسیقی سے مد لینا علی الاطلاق حرام قرار دیا اور اس سلسلہ میں بعض ضعیف روایات سے استدلال کیا مثلاً ایک روایت یہ ہے:

((عن حذيفة قال قال رسول الله ﷺ: اقْرَأُوا الْقُرْآنَ بِلُحُونِ الْعَرَبِ وَأَصْوَاتِهَا، وَإِيَّاكُمْ وَلُحُونِ أَهْلِ الْعِشْقِ وَلُحُونِ أَهْلِ الْكِنَانِ وَسَبْجِيئِي بَعْدِي قَوْمٌ يَرْجِعُونَ بِالْقُرْآنِ تَرْجِيعَ الْغَنَاءِ وَالنَّوْحِ لَا يَجَاوِزُ حَنَاجِرَهُمْ مَفْتُونَةٌ قُلُوبُهُمْ وَقُلُوبُ الَّذِينَ يُعْجِبُهُمْ شَأْنُهُمْ))

”حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: قرآن کو عربی لہجے اور عربی آوازوں میں پڑھو اور دیکھو، خبردار! اہل عشق اور اہل کتاب (یہود و نصاریٰ) کے سے لہجے اختیار نہ کرو اور سنو! عنقریب میرے بعد ایسے لوگ آئیں گے جو قرآن کو گا گا کر یا نوحے کے انداز میں پڑھیں گے جب کہ قرآن ان کے حلق سے نیچے نہیں اترے گا۔ ان کے دل بھی فتنے میں پڑے ہوں گے اور ان لوگوں کے بھی جو ان کو پسند کرنے والے ہوں گے۔“^(۱)

یہ روایت الفاظ کی کمی بیشی اور جزوی تقدیم و تاخیر کے ساتھ کئی سندوں سے مروی ہے مگر اس کی کوئی سند بھی ضعیف سے خالی نہیں۔ اس لیے اس روایت سے استدلال محل نظر ہے۔ اس کے علاوہ اس نقطہ نظر کی تائید میں کوئی اور مضبوط دلیل موجود نہیں۔ جب کہ دوسری طرف بعض اہل علم نے کچھ شرائط کے ساتھ قواعد موسیقی سے استفادہ کو درست قرار دیا اور وہ شرائط یہ ہیں:

(۱)..... قواعد موسیقی سے مد لینا اس وقت درست ہے جب اس سے مسلمہ قواعد تجوید میں فرق واقع نہ ہو اور تلفظ کی ادائیگی میں لحن جلی (بڑی غلطی) یا لحن خفی (چھوٹی غلطی) کا ارتکاب نہ ہو۔

(۲)..... قواعد موسیقی کا اہتمام کرتے ہوئے ایسا لب و لہجہ اختیار نہ کیا جائے جو قرآن کی عظمت و وقار اور خشوع و خضوع کے منافی ہو۔ کیونکہ قرآن لہو و لعب کا ذریعہ نہیں بلکہ یہ کتاب ہدایت و نصیحت ہے۔

(۳)..... قواعد موسیقی کا لحاظ کرتے ہوئے اگر تکلف و تصنع سے کام لینا پڑے تو اس حد تک درست ہے جو غیر فطری نہ ہو لیکن اگر اس میں اتنی مبالغہ آرائی پائی جائے کہ رگیں پھول جائیں، آنکھیں باہر کو آ جائیں، یا تلاوت کرتے قاری بے ہوش ہو جائے تو ظاہر ہے یہ طریقہ درست نہ ہوگا۔

(۱) [شعب الایمان، باب فی تعظیم القرآن (ح ۲۶۴۹)]

[4]..... خشوع و خضوع کا لحاظ

تلاوت قرآن ایک عبادت ہے اور عبادت میں خشوع و خضوع اور عاجزی و انکساری کا لحاظ رکھنا بہت اہم ہے۔ اس لیے تلاوت قرآن کے وقت خشوع و خضوع کا بھرپور مظاہرہ کرنا چاہیے۔ آئندہ سطور میں ہم ایسے اہم نکات کی نشاندہی کر رہے ہیں جو خشوع و خضوع میں معاون ثابت ہوتے ہیں:

(۱)..... دنیوی مصروفیت و مشغولیت آڑے نہ ہو:

تلاوت اس وقت کی جائے جب کوئی اور دنیوی مصروفیت و مشغولیت آڑے نہ ہو، ورنہ تلاوت کرنے والے کے خشوع و خضوع میں خلل واقع ہوگا۔ لیکن اگر کوئی مشغولیت ایسی ہو جو تلاوت میں خلل پیدا نہ کرے تو پھر وقت سے فائدہ اٹھاتے ہوئے اس مشغولیت کے دوران بھی تلاوت کی جاسکتی ہے مثلاً سفر کے دوران اگر تلاوت کا موقع مل جائے تو سواری پر بھی تلاوت کی جاسکتی ہے خود نبی کریم ﷺ کے بارے روایات میں آتا ہے کہ آپ اپنی سواری پر بھی قرآن کی تلاوت فرمایا کرتے تھے۔^(۱)

(۲)..... یکسوئی اور ہوش و حواس قائم ہوں:

تلاوت قرآن کے وقت پوری یکسوئی ہونی چاہیے اور ہوش و حواس کے ساتھ تلاوت کرنی چاہیے۔ ایسا نہ ہو کہ پڑھنے والے کو یہ پتہ ہی نہ ہو کہ وہ کیا پڑھ رہا ہے۔ یہ چیز خشوع و خضوع کے بھی منافی ہے اور اس میں یہ خدشہ بھی ہے کہ تلاوت کرنے والا تلاوت میں کوئی بڑی غلطی کر جائے گا۔ نماز میں بھی قرآن کی تلاوت کی جاتی اور دعائیں مانگی جاتی ہیں، اس لیے ہر ایسی حالت میں نماز پڑھنے سے بھی منع کیا گیا ہے جس میں انسان کے ہوش و حواس قائم نہ ہوں۔ اسی اصول کو تلاوت قرآن کے وقت بھی مد نظر رکھنا چاہیے۔

(۳)..... قرآن مجید کو سمجھ کر پڑھا جائے اور دعائیں مانگی جائیں:

قرآن مجید کو سمجھ کر پڑھنا چاہیے، اس سے خشوع و خضوع میں اضافہ ہوتا ہے۔ نبی کریم ﷺ اور آپ کے

(۱) [صحیح بخاری، کتاب المغازی، باب ابن رکن النبی الراية يوم الفتح (ح- ۴۲۸) کتاب فضائل القرآن، باب

الترجیع (ح- ۵۰۴۷) صحیح مسلم (ح- ۷۹۴)]

صحابہ چونکہ قرآن مجید سمجھ کر پڑھتے تھے، اس لیے تلاوت کے دوران وہ بہت زیادہ خشوع و خضوع کا اظہار کرتے تھے۔ حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ اللہ کے رسول ﷺ (دورانِ تلاوت) جب خوف (اور عذاب وغیرہ) کی آیت سے گزرتے تو تعوذ (اعوذ باللہ) پڑھتے (یعنی اللہ سے پناہ مانگتے) اور جب کسی رحمت (نعمت، جنت وغیرہ) کی آیت سے گزرتے تو اللہ سے (اس کی رحمت) کا سوال کرتے اور جب کسی ایسی آیت سے گزرتے جس میں اللہ تعالیٰ کی پاکیزگی اور بزرگی کا بیان ہوتا تو وہاں آپ اللہ کی پاکیزگی بیان کرتے (اور سبحان اللہ کہتے)۔^(۱)

(۴)..... خشیتِ الہی کا اظہار کیا جائے:

تلاوت کرنے والے کو دورانِ تلاوت خشیتِ الہی کا اظہار کرنا چاہیے اور یہ اسی وقت ممکن ہے جب قرآن مجید کو سمجھ کر پڑھا جائے۔ آنحضرت ﷺ کے بارے احادیث میں آتا ہے کہ آپ دورانِ تلاوت اگر کسی خوف اور عذاب کی آیت سے گزرتے تو اللہ سے پناہ مانگتے۔ حضرت ابو ذر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک مرتبہ اللہ کے رسول ﷺ نے نمازِ تہجد میں جب قرآن مجید کی یہ آیت تلاوت فرمائی:

﴿إِنْ تَعَذَّبْتَهُمْ فَإِنَّهُمْ عِبَادُكَ وَإِنْ تَغْفِرْ لَهُمْ فَإِنَّكَ أَنْتَ الْعَزِيزُ الْحَكِيمُ﴾ [سورۃ

المائدہ: ۱۱۸]

”اگر تو انہیں عذاب دینا چاہے تو یہ تیرے (ہی) بندے ہیں اور اگر تو انہیں معاف فرما دے تو یقیناً تو زبردست اور حکمت والا ہے۔“

تو آپ پر ایسی رقت طاری ہوئی کہ آپ اسی آیت کو بار بار دہراتے رہے حتیٰ کہ صبح صادق ہو گئی۔^(۲) دورانِ تلاوت خشیتِ الہی کے اظہار کا ایک طریقہ یہ بھی ہے کہ تلاوت کرنے والے کی آنکھوں سے آنسو جاری ہو جائیں۔ درج ذیل آیات میں اس حقیقت کی طرف اس طرح اشارہ کیا گیا ہے:

﴿إِنَّ الَّذِينَ أُوتُوا الْعِلْمَ مِنْ قَبْلِهِ إِذَا يُتْلَىٰ عَلَيْهِمْ يَخِرُّونَ لِلْأَذْقَانِ سُجَّدًا وَيَقُولُونَ سُبْحٰنَ

(۱) [صحیح الجامع الصغیر (ج ۸ ص ۴۶۵)]

(۲) [سنن ابن ماجہ، کتاب اقامۃ الصلاۃ، باب ماجاء فی القراءۃ فی صلاۃ اللیل (ج ۱ ص ۱۳۵۰) سنن نسائی

(ج ۱ ص ۱۰۰۹) مستند احمد (ج ۵ ص ۱۴۹)]

رَبَّنَا إِنَّ سَكَانَ وَعَمَلًا رَبَّنَا لَمَفْعُولًا وَيَخِرُّونَ لِلْأَذْقَانِ يَبْكُونَ وَيَزِيدُهُمْ خُشُوعًا ﴿سورة الاسراء: ۱۰۷ تا ۱۰۹﴾

”جن لوگوں کو اس سے پہلے علم دیا گیا ہے، ان کے پاس تو جب بھی اس (قرآن) کی تلاوت کی جاتی ہے تو وہ ٹھوڑیوں کے بل سجدہ میں گر پڑتے ہیں اور کہتے ہیں کہ ہمارا رب پاک ہے، ہمارے رب کا وعدہ یقیناً پورا ہو کر رہنے والا ہے۔ وہ اپنی ٹھوڑیوں کے بل روتے ہوئے سجدہ میں گر پڑتے ہیں اور یہ قرآن ان کی عاجزی اور خشوع و خضوع میں اور اضافہ کر دیتا ہے۔“

(۵)..... قرآن مجید کا ادب و احترام اور عظمت و وقار ذہن میں رہنا چاہیے:

تلاوت کے وقت قرآن مجید کا ادب و احترام اور عظمت و وقار ذہن میں رہنا چاہیے۔ اس کا فائدہ یہ ہے کہ اس طرح خشوع و خضوع میں اضافہ ہوتا ہے۔ یہ اسی وقت ممکن ہے جب انسان یہ سمجھے کہ قرآن مجید اللہ کی کتاب اور اس کا کلام ہے اور دورانِ تلاوت وہ اللہ سے ہم کلام ہو رہا ہے۔ لیکن اگر انسان قرآن مجید کو بھی عام کتابوں کی طرح سمجھ کر پڑھے تو پھر اس کے دل میں نہ اس کی عظمت و وقار کے جذبات پیدا ہو سکتے ہیں اور نہ ہی اس پر خشوع و خضوع کے اثرات دیکھے جاسکتے ہیں۔

(۶)..... دورانِ تلاوت دنیوی باتوں سے پرہیز کیا جائے:

دورانِ تلاوت دنیوی باتوں سے پرہیز کرنا چاہیے۔ اگر کوئی ضرورت ہو تو تلاوت روک کر بات چیت کی جاسکتی ہے اور اس کے بعد دوبارہ تلاوت شروع کرنے سے پہلے تعوذ و تسمیہ پڑھ لینا چاہیے۔ لیکن اگر بالفرض دورانِ تلاوت بار بار سلسلہ گفتگو جاری رہے، تو ظاہر ہے اس طرح کرنے سے خشوع و خضوع متاثر ہوتا ہے۔

اگر دورانِ تلاوت ضروری بات کی جاسکتی ہے تو پھر سلام کا جواب بھی دیا جاسکتا ہے۔ بعض فقہاء اس بات کو مکروہ سمجھتے ہیں کہ تلاوت قرآن میں مشغول شخص کو سلام کہا جائے مگر ہمارے خیال میں یہ عمل مکروہ نہیں۔ اول تو اس لیے کہ بہت سی صحیح احادیث میں اس بات کا حکم دیا گیا ہے کہ جب بھی کسی مسلمان سے ملاقات کرو، تو اسے سلام کہو۔ دوم اس لیے کہ بعض صحیح احادیث سے یہ بھی ثابت ہے کہ نماز پڑھنے والے کو بھی سلام کہا جاسکتا ہے اور وہ دورانِ نماز سلام کا جواب اشارے سے دے سکتا ہے۔ اگر نماز پڑھنے والے کو سلام

کہا جاسکتا ہے تو پھر قرآن کی تلاوت کرنے والے کو بالاولیٰ سلام کہا جاسکتا ہے۔ اور تلاوت قرآن چونکہ نماز کے حکم میں نہیں، اس لیے دوران تلاوت اشارے کی بجائے الفاظ کے ساتھ جواب دیا جائے گا۔ علاوہ ازیں ایسی کوئی صحیح حدیث بھی موجود نہیں جس میں تلاوت کرنے والے کو سلام کہنے سے روکا گیا ہو۔

(۷)..... پرسکون ماحول کا اہتمام رکھا جائے:

تلاوت کرنے والے کو اس بات کا خیال رکھنا چاہیے کہ تلاوت کے لیے ایسے وقت اور ایسی جگہ کا انتخاب کیا جائے، جہاں بات چیت اور شور و غوغا نہ ہو، یا وہاں سے لوگوں کی آمد و رفت نہ ہو رہی ہو یا کوئی اور ایسی صورت نہ ہو جو خلل پیدا کر سکتی ہے۔

(۸)..... تلاوت کرنے والے کی تلاوت کو غور سے سننا چاہیے:

اگر کوئی شخص قرآن مجید کی تلاوت کر رہا ہو تو اس کی تلاوت کو غور سے سننا چاہیے اور اس کے پاس بات چیت یا شور و غوغا نہیں کرنا چاہیے تاکہ تلاوت کرنے والے کے خشوع میں خلل پیدا نہ ہو۔ عہد نبویؐ میں کفار و مشرکین یہ کام کرتے کہ جب قرآن مجید پڑھا جاتا تو وہ شور و غوغا برپا کرتے، چنانچہ ان لوگوں کی مذمت کرتے اور مسلمانوں کو آدب سکھاتے ہوئے قرآن مجید میں یہ بات کہی گئی کہ

﴿وَإِذَا قُرِئَ الْقُرْآنُ فَاسْتَمِعُوا لَهُ وَأَنْصِتُوا﴾ [سورة الاعراف: ۲۰۴]

”جب قرآن پڑھا جائے تو اسے پورے غور سے سنا اور خاموش رہو۔“

اگر کسی قاری کی کیسٹ لگی ہو تو اس وقت بھی خاموشی کے ساتھ اس کی تلاوت کی طرف توجہ کرنی چاہیے، ورنہ کیسٹ بند کر دینی چاہیے۔

(۹)..... تلاوت کے دوران دوسروں کے آرام کا بھی خیال رکھنا چاہیے:

جس طرح تلاوت کے دوران خشوع و خضوع کا ماحول پیدا کرنے کے لیے مختلف باتوں کا خیال کیا جاتا ہے، اسی طرح دوران تلاوت اس بات کا بھی خیال کرنا چاہیے کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ تلاوت کرنے والا تو اپنے خشوع و خضوع کا بھر پورا اہتمام کر لے مگر اس کی تلاوت سے دوسرے لوگوں کو آذیت اور تکلیف پہنچ رہی ہو مثلاً اگر قریب ہی کوئی شخص سویا ہوا یا بیمار پڑا کر رہا ہو اور آپ اس کے پاس اونچی آواز سے تلاوت شروع کر دیں تو ظاہر ہے اس سے اسے آذیت ہوگی اور ہو سکتا ہے وہ آپ کو اور آپ کے اس فعل کو برا بھلا کہنا

شروع کر دے۔ اسی لیے نبی کریم ﷺ نے ہر ایسی صورت میں تلاوت قرآن سے منع فرمایا ہے، جس سے دوسرے کو اذیت پہنچتی ہو مثلاً ایک دلیل ملاحظہ فرمائیں:

حضرت ابوسعید رضی اللہ عنہ سے مروی ایک روایت میں ہے کہ ایک مرتبہ اللہ کے رسول ﷺ نے مسجد میں اعتکاف فرمایا تو دیکھا کہ لوگ اونچی اونچی تلاوت کر رہے ہیں، آپ نے اپنا پردہ پیچھے ہٹایا اور فرمایا:

((أَلَا إِنَّ كُلَّكُمْ مُنَاجٍ رَبَّهُ فَلَا يُؤْذِنُ بَعْضُكُمْ بَعْضًا وَلَا يَرْفَعُ بَعْضُكُمْ عَلَى بَعْضٍ فِي الْقِرَاءَةِ))

”آگاہ رہو! تم میں سے ہر شخص اپنے رب سے سرگوشی کر رہا ہے، اس لیے تم ایک دوسرے کو اذیت نہ دو اور تلاوت قرآن میں اپنی آواز ایک دوسرے سے اونچی کرنے کی کوشش نہ کرو۔“^(۱)

اگر صحت مند آدمی کو تلاوت قرآن کے ذریعے اذیت دینے سے منع کیا گیا ہے تو کسی بیمار کو اذیت دینا تو بالاولیٰ منع ہونا چاہیے۔ افسوس کہ ہماری مساجد میں اس بات کا اہتمام نہیں کیا جاتا۔ رمضان المبارک میں تو بالخصوص اس بات کو نظر انداز کر دیا جاتا ہے کہ محلے میں کتنے چھوٹے بڑے بیمار ہوں گے اور کتنے تھکے ماندہ ہوں گے، چنانچہ ساری ساری رات لاؤڈ سپیکر میں تلاوت اور تقاریر کا سلسلہ جاری رہتا ہے۔ یہ رویہ قطعی غلط ہے۔ سپیکر کا اہتمام ان لوگوں تک محدود رہنا چاہیے جو اس مقصد کے لیے مسجد میں حاضر ہوں۔ باہر کے لوگوں تک آواز پہنچا کر ہم جو مقصد حاصل کرنا چاہتے ہیں، اس کے مقابلے میں بیماروں کو اذیت میں مبتلا کرنا زیادہ فبیح ہے۔



(۱) [سنن ابو داؤد، کتاب التطوع، باب فی صلاة اللیل (ح ۱۳۲۸) صحیح الجامع الصغیر (ح ۲۶۳۶)]

[5].....سجدہ تلاوت

قرآن مجید کی بعض آیات ایسی ہیں جنہیں پڑھنے کے ساتھ سجدہ کرنا مستحب ہے۔ اس سجدہ کو سجدہ تلاوت کہا جاتا ہے۔ فقہائے احناف اسے واجب جبکہ جمہور فقہاء اسے سنت (مستحب) کہتے ہیں اور یہی رائے زیادہ قوی ہے۔ جن مقامات پر یہ سجدہ کیا جاتا ہے وہ حسب ترتیب درج ذیل ہیں:

- (۱) سورۃ الاعراف، آیت: ۲۰۶۔ (۲) سورۃ الرعد، آیت: ۱۵۔ (۳) سورۃ النحل، آیت: ۵۰۔ (۴) سورۃ الاسراء، آیت: ۱۰۹۔ (۵) سورۃ مریم، آیت: ۵۸۔ (۶) سورۃ الحج، آیت: ۱۸۔ (۷) سورۃ الفرقان، آیت: ۶۰۔ (۸) سورۃ النمل، آیت: ۲۶۔ (۹) سورۃ السجدہ، آیت: ۱۵۔ (۱۰) سورۃ ص، آیت: ۲۳۔ (۱۱) سورۃ حم السجدہ، آیت: ۳۸۔ (۱۲) سورۃ القمر، آیت: ۶۲۔ (۱۳) سورۃ الانشقاق، آیت: ۲۱۔ (۱۴) سورۃ العلق، آیت: ۱۹۔

یہ ایسے مقامات ہیں جہاں اسلوب بیان اگرچہ خود ہی اس بات کا متقاضی ہے کہ تلاوت کرنے والا اللہ کے حضور سجدہ ریز ہو جائے مگر اس کے باوجود ان مقامات پر سجدہ محض اسلوب بیان کی بنیاد پر نہیں کیا جاتا بلکہ ان احادیث کی بنیاد پر کیا جاتا ہے جن میں یہ صراحت ہے کہ اللہ کے رسول ﷺ نے ان مقامات پر سجدہ تلاوت کیا ہے۔ البتہ سورۃ الحج کی آیت ۷۸ کا سجدہ تلاوت سنت ہے یا نہیں، اس میں اہل علم کا اختلاف ہے۔

سجدہ تلاوت مستحب ہے:

آئندہ سطور میں وہ احادیث ملاحظہ فرمائیں جن سے معلوم ہوتا ہے کہ سجدہ تلاوت مستحب ہے، واجب نہیں:

(۱): ((عَنْ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ كَانَ يَقْرَأُ الْقُرْآنَ فَيَقْرَأُ سُورَةَ فِيهَا سَجْدَةٌ فَيَسْجُدُ وَتَسْجُدُ مَعَهُ))^(۱)

”حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ اللہ کے رسول ﷺ قرآن مجید کی تلاوت فرماتے تو

(۱) [صحیح مسلم، کتاب المساجد، باب سجود التلاوة (ح-۵۷۵)]

جب آپ کوئی ایسی سورت پڑھتے جس میں سجدہ کی آیت ہوتی تو آپ ﷺ وہاں سجدہ کرتے اور ہم بھی آپ کے ساتھ سجدہ کرتے۔“

(۲): ((عَنْ عَبْدِ اللَّهِ قَالَ قَرَأَ النَّبِيُّ ﷺ بِمَكَّةَ فَسَجَدَ فِيهَا وَسَجَدَ مَنْ مَعَهُ))

”حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے مکہ مکرمہ میں سورۃ النجم کی تلاوت فرمائی تو (آیت سجدہ پر پہنچ کر) سجدہ کیا اور جو لوگ آپ کے پاس تھے، انہوں نے بھی سجدہ کیا۔“^(۱) یہ دونوں روایات سجدہ کرنے پر دلالت کرتی ہیں جبکہ اگلی دونوں روایات سجدہ نہ کرنے کے جواز پر مبنی ہیں۔

(۳): ((عَنْ زَيْدِ بْنِ ثَابِتٍ قَالَ قَرَأْتُ عَلَى النَّبِيِّ ﷺ وَالنَّجْمَ فَلَمْ يَسْجُدْ فِيهَا))

”حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے اللہ کے رسول ﷺ کو سورۃ النجم سنائی اور (آیت سجدہ پر پہنچ کر آپ اور میں نے) سجدہ نہیں کیا۔“^(۲)

(۴): ”حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ایک مرتبہ جمعہ کے روز منبر پر سورۃ النحل کی تلاوت فرمائی اور جب سجدہ والی آیت پر پہنچے تو منبر سے نیچے اتر کر سجدہ کیا اور لوگوں نے بھی ان کے ساتھ سجدہ کیا۔ اگلے جمعہ انہوں نے پھر یہی سورت تلاوت فرمائی اور جب سجدہ والی آیت پر پہنچے تو فرمایا: لوگو! ہم سجدے والی آیات سے گزرتے ہیں، جو کوئی وہاں سجدہ کر لے وہ درست کرتا ہے اور جو سجدہ نہ کرے، اس پر بھی کوئی گناہ نہیں۔ چنانچہ اس مرتبہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے سجدہ تلاوت نہ کیا۔“^(۳)

سجدہ تلاوت کی فضیلت:

((عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ: إِذَا قَرَأَ ابْنُ آدَمَ السُّجْدَةَ فَسَجَدَ اعْتَزَلَ الشَّيْطَانُ يَبْكِي يَقُولُ يَا وَيْلَهُ [يَا وَيْلَى] أُمِرَ ابْنُ آدَمَ بالسُّجُودِ فَسَجَدَ فَلَهُ الْجَنَّةُ وَأُمِرْتُ بالسُّجُودِ فَأَيْتُ فَلِيَ النَّارُ))

”حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا: جب ابن آدم سجدہ والی آیت کی تلاوت کرے اور اس پر سجدہ کرے تو شیطان روتے ہوئے پیچھے ہٹ جاتا ہے اور کہتا ہے

(۱) [صحیح بخاری، کتاب سجود القرآن، باب ماجاء فی سجود القرآن و سنتھا (ح ۱۰۶۷)]

(۲) [صحیح بخاری، کتاب سجود القرآن، باب من قرأ السجدة ولم يسجد (ح ۱۰۷۳)]

(۳) [صحیح بخاری، کتاب سجود القرآن، باب من رأى ان الله عزوجل لم يوجب السجود (ح ۱۰۷۸)]

ہائے میری ہلاکت! ابن آدم کو سجدے کا حکم ملا اور اس نے سجدہ کیا تو اس کے لیے جنت ہے جب کہ مجھے سجدے کا حکم ملا اور میں نے سجدے سے انکار کر دیا تو میرے لیے جہنم کی آگ ہے۔“^(۱)

سجدہ تلاوت کے لیے وضو اور قبلہ رخ ہونا مستحب ہے:

سجدہ تلاوت کے لیے وضو اور قبلہ رخ ہونا ضروری نہیں، البتہ یہ دنوں چیزیں مستحب ہیں۔ اس کی دلیل یہ ہے کہ بعض روایات سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ نبی کریم ﷺ نے سجدہ والی آیت تلاوت کرتے ہوئے سجدہ تلاوت کیا تو آپ کے پاس موجود لوگوں نے بھی فوراً سجدہ کیا۔ اب ظاہر ہے آپ کے پاس موجود ہر شخص با وضو نہیں تھا مگر اس کے باوجود سجدہ سب نے کیا۔ علاوہ ازیں فوراً سجدہ کرنے میں ہر شخص کے لیے قبلہ رخ ہونے کا اہتمام بھی ممکن نہیں ہوتا، اس لیے لامحالہ جو جس رخ پر بیٹھا ہوگا، وہ ادھر ہی سجدہ ریز ہو گیا ہوگا۔ پھر یہ بھی حقیقت ہے کہ اس سلسلہ میں وضو اور قبلہ رخ ہونے کو آپ نے لازم بھی نہیں کیا۔ البتہ نماز کے لیے وضو اور قبلہ رخ ہونا شرط ہے مگر سجدہ تلاوت سے متعلقہ واقعات ہمیشہ حالت نماز میں پیش نہیں آئے بلکہ نماز کے علاوہ بھی پیش آئے ہیں۔ بطور مثال ایک حدیث ملاحظہ فرمائیں:

((عَنْ ابْنِ عُمَرَ قَالَ كَانَ النَّبِيُّ ﷺ يَقْرَأُ السُّجْدَةَ وَنَحْنُ عِنْدَهُ قَيْسُجِدُ وَنَسْجِدُ مَعَهُ فَنَزِدِحُمْ حَتَّى مَا يَجِدُ أَحَدًا لِحَبِثَتِهِ مَوْضِعًا يَسْجُدُ عَلَيْهِ))

”حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ اللہ کے رسول ﷺ آیت سجدہ کی تلاوت فرماتے اور سجدہ کرتے تو ہم بھی آپ کے ساتھ سجدہ کرتے اور ہمارا اس قدر ہجوم ہوتا کہ ہم میں سے بعض کو سجدہ کرنے کے لیے جگہ نہ مل پاتی۔“^(۲)

اس حدیث سے صاف ظاہر ہے کہ یہ کسی مجلس کا واقعہ ہے نماز سے متعلقہ واقعہ نہیں ہے بلکہ صحیح مسلم کی ایک روایت میں حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے اس بات کی صراحت کی ہے کہ یہ نماز کا موقع نہیں تھا۔^(۳) اسی طرح بخاری کی ایک روایت میں ہے کہ ابن عمر رضی اللہ عنہما بغیر وضو کے سجدہ تلاوت کر لیا کرتے تھے۔^(۴)

(۱) [صحیح مسلم، کتاب الایمان، باب بیان اطلاق اسم الکفر علی من ترک الصلاة (ح ۸۱)]

(۲) [صحیح بخاری، کتاب سجدو القرآن، باب ازدحام الناس اذا قرأ الامام السجدة (ح ۱۰۷۶)]

(۳) [صحیح مسلم، کتاب المساجد، باب سجدو التلاوة (ح ۵۷۵)]

(۴) [صحیح بخاری، کتاب سجدو القرآن، باب سجدو المسلمین مع المشرکین (ح ۱۰۷۱)]

سجدہ تلاوت کی دعا:

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ اللہ کے رسول ﷺ نماز تہجد میں جب سجدہ تلاوت والی آیات پڑھ کر تے تو یہ دعا پڑھتے:

((سَجَدَ وَجْهِي لِلَّذِي خَلَقَهُ وَشَقَّ سَمْعَهُ وَبَصَرَهُ بِحَوْلِهِ وَقُوَّتِهِ فَتَبَارَكَ اللَّهُ أَحْسَنُ الْخَالِقِينَ))

”میرے چہرے نے اس ذات کو سجدہ کیا جس نے اسے پیدا کیا ہے، اور اپنی قدرت و طاقت سے اس کے کان اور آنکھیں بنائیں، پس وہ اللہ بہت بابرکت اور سب سے بہتر تخلیق کرنے والا ہے۔“^(۱)

سجدہ تلاوت کے وقت تکبیر اور تسلیم:

ایک روایت میں ہے کہ اللہ کے رسول ﷺ جب سجدہ تلاوت کے لیے جھکتے تو تکبیر کہتے ہوئے جھکتے۔ مگر علامہ البانی وغیرہ نے اسے ضعیف قرار دیا ہے۔^(۲)

اس لیے سجدہ تلاوت کے لیے تکبیر کہنا ضروری قرار نہیں دیا جاسکتا۔ اسی طرح سجدہ تلاوت سے اٹھتے وقت تکبیر کہنا یا آخر میں سلام کہنا کسی روایت سے ثابت نہیں۔ البتہ حالت نماز میں اگر سجدہ تلاوت کا موقع آجائے تو امام کو چاہیے کہ وہ تکبیر کہہ کر سجدہ کرے۔ یہ جواز ان احادیث کی بنیاد پر ہے جن میں ہے کہ اللہ کے رسول ﷺ حالت نماز میں رکوع اور سجدہ کرتے ہوئے تکبیر کہتے تھے اور اس کی دوسری وجہ یہ ہے کہ اس طرح مقتدیوں کو علم ہو جائے گا کہ امام نے سجدہ تلاوت کے لیے تکبیر کہی ہے۔ اگر امام بغیر تکبیر کہے سجدہ میں چلا جائے تو بہت سے مقتدیوں کو علم ہی نہ ہوگا کہ امام کے ساتھ کیا ہوا ہے اور ظاہر ہے اس طرح ان کی نماز میں خلل واقع ہوگا۔ ورنہ امام کو چاہیے کہ وہ نماز کے آغاز ہی میں بتا دے کہ فلاں رکعت میں سجدہ تلاوت کیا جائے گا۔



(۱) [سنن ابو داؤد، کتاب الصلاة، باب ما یقول اذا سجد (ح ۱۴۱۴) جامع ترمذی (ح ۵۸۰) واضح رہے کہ یہ جملہ:

((فَتَبَارَكَ اللَّهُ أَحْسَنُ الْخَالِقِينَ)) مستدرک حاکم (ج ۱ ص ۲۷۱) میں ہے۔]

(۲) [ضعیف ابو داؤد، کتاب الصلاة، باب فی الرجل یسمع السجدة..... (ح ۳۰۶)]

[6].....روزانہ کا معمول اور طریقہ تلاوت

(۱).....تلاوت قرآن کو روزانہ کا معمول بنانا چاہیے:

تلاوت قرآن مجید کے آداب میں سے ایک ادب یہ بھی ہے کہ تلاوت کو روزانہ کا معمول بنا لیا جائے۔ ایسا نہیں ہونا چاہیے کہ ہفتہ کے ایک دن تو کئی پارے تلاوت کر لیے جائیں اور پھر باقی دنوں قرآن کو ہاتھ ہی نہ لگایا جائے۔ یا سال میں ایک مرتبہ رمضان المبارک کے مہینے میں کئی قرآن پڑھے جائیں مگر سال کے باقی مہینوں میں قرآن کی طرف رجوع کے لیے وقت ہی نہ نکالا جائے۔ بلکہ کوشش یہ ہونی چاہیے کہ روزانہ قرآن مجید کی تلاوت کی جائے خواہ چند آیات ہی روز پڑھی جائیں۔ ایک حدیث میں ہے کہ اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا:

”اللہ تعالیٰ کو وہ عمل زیادہ پسند ہے جو دوام (پہنچائی) کے ساتھ کیا جائے، خواہ وہ تھوڑا ہی کیوں نہ ہو۔“ (۱)

(۲).....صحابہ اور سلف صالحین کا معمول:

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم قرآن مجید سے بے پناہ محبت رکھتے تھے، ان کی عادت یہ تھی کہ جب موقع ملتا قرآن مجید کی تلاوت کرتے۔ حتیٰ کہ بہت سے صحابہ نے قرآن مجید حفظ کر لیا تھا اور رات کو نماز تہجد میں کھڑے ہو کر وہ قرآن کی تلاوت کیا کرتے تھے۔ ایک مرتبہ حضرت ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ، اور حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ کی ملاقات ہوئی (ان دونوں صحابیوں کو اللہ کے رسول ﷺ نے یمن کے دو مختلف حصوں کا گورنر مقرر فرمایا تھا) تو حضرت معاذ رضی اللہ عنہ نے حضرت ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ سے پوچھا کہ تلاوت قرآن کے لیے آپ کا کیا معمول ہے؟ حضرت ابو موسیٰ نے جواب دیا کہ میں تو بیٹھے، کھڑے اور سواری پر ہر وقت تھوڑا تھوڑا قرآن پڑھتا رہتا ہوں۔ (تاکہ اپنی روز کی منزل پوری کر سکوں) پھر حضرت ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ نے پوچھا کہ آپ کا کیا معمول ہے تو حضرت معاذ رضی اللہ عنہ نے جواب دیا کہ میں رات کے پہلے حصہ میں سو جاتا ہوں، پھر کچھ نیند پوری کرنے کے بعد اٹھتا ہوں اور جتنا اللہ کی طرف سے میرے لیے مقدر ہوتا ہے قرآن پڑھتا ہوں۔ میں تلاوت

(۱) [صحيح بخارى، كتاب اللباس، باب الحلوس على الحصى (ح- ۵۸۶۱)]

قرآن کے لیے اٹھنے کو جس طرح باعثِ اجز سمجھتا ہوں، اسی طرح رات کے آرام کو بھی باعثِ اجز سمجھتا ہوں۔^(۱)

اکثر و بیشتر صحابہ کا یہ معمول تھا کہ وہ سات دنوں میں قرآن مجید ختم کر لیا کرتے تھے، چنانچہ حضرت طاؤسؓ فرماتے ہیں کہ میں نے اللہ کے رسول ﷺ کے (کئی) صحابہ سے پوچھا کہ آپ لوگ کس معمول سے قرآن کی تلاوت مکمل کرتے ہیں؟ تو انہوں نے جواب دیا کہ پہلے دن تین سورتیں پڑھتے ہیں، دوسرے دن پانچ، تیسرے دن سات، چوتھے دن نو، پانچویں دن گیارہ، چھٹے دن تیرہ اور ساتویں دن (باقی کا) آخری حصہ پڑھتے ہیں۔ [یعنی اس طرح سات دنوں میں قرآن مکمل کر لیتے ہیں]^(۲)

۳..... کتنے دنوں میں قرآن مجید ختم کیا جائے؟

حضرت عبداللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ، بکثرت عبادت کیا کرتے تھے اور ہر رات ایک قرآن مجید ختم کیا کرتے تھے حتیٰ کہ بکثرت عبادت کی وجہ سے بیوی کا حق زوجیت بھی ادا نہ کر پاتے چنانچہ حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ، خود ہی روایت کرتے ہیں کہ

”میرے والد حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ نے ایک شریف خاندان کی عورت سے میرا نکاح کر دیا اور ہمیشہ خبر گیری کرتے اور اس عورت سے اس کے خاوند (یعنی میرے) بارے میں پوچھتے رہتے تھے۔ میری بیوی کہتی کہ عبداللہ بہت اچھا آدمی ہے البتہ جب سے میں ان کے نکاح میں آئی ہوں انہوں نے اب تک میرے بستر پر قدم بھی نہیں رکھا اور نہ میرے کپڑے میں کبھی ہاتھ ڈالا۔ (مراد ہمبستری تھی) جب اسی طرح کئی روز گزر گئے تو میرے والد محترم نے مجبور ہو کر اس کا تذکرہ نبی اکرمؐ سے کیا۔ آپؐ نے فرمایا کہ عبداللہ کو مجھ سے ملوؤ۔ چنانچہ میں آنحضرتؐ سے ملا تو آپؐ نے دریافت فرمایا کہ روزہ کس طرح رکھتے ہو؟ میں نے عرض کیا کہ روزانہ ہی رکھتا ہوں۔ پھر آپؐ نے پوچھا کہ قرآن مجید کس طرح ختم کرتے ہو؟ میں نے کہا کہ ہر رات۔ اس پر آنحضرتؐ نے فرمایا کہ ہر مہینے میں تین دن روزہ رکھا کرو اور پورے مہینے میں ایک قرآن ختم کیا کرو۔ عبداللہ فرماتے ہیں کہ میں نے کہا: اے اللہ کے رسول! میں

(۱) صحیح بخاری، کتاب المغازی، باب بعث ابی موسیٰ ومعاذالی الیمن (ح ۴۳۴۱)

(۲) سنن ابن ماجہ، کتاب اقامۃ الصلاۃ، باب فی کم ینسحب یختم القرآن (ح ۱۱۰۵)

اس سے زیادہ طاقت رکھتا ہوں۔ آپ نے فرمایا کہ پھر دو دن چھوڑ کر ہر تیسرے دن روزہ رکھو۔ میں نے عرض کیا کہ میں اس سے بھی زیادہ طاقت رکھتا ہوں تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ پھر وہ روزہ رکھو جو سب سے افضل ہے یعنی حضرت داؤد علیہ السلام کا روزہ اور وہ اس طرح کہ ایک دن روزہ رکھو اور ایک دن ناغہ کرو اور قرآن مجید سات دن میں ختم کرو۔ (بعض روایات میں ۵ اور بعض روایات میں ۳ دن میں قرآن ختم کرنے کا ذکر ہے، یعنی آخری حد تین دن ہے۔) (۱)

راوی کا بیان ہے کہ حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ، بڑھاپے میں بھی اس پر عمل کرتے رہے اور کہا کرتے تھے کہ کاش! میں اللہ کے رسول ﷺ کی رخصت (یعنی ایک ماہ میں قرآن ختم کرنے اور ایک ماہ میں تین روزے رکھنے) کو قبول کر لیتا مگر آپ سے وعدہ کر لینے کے بعد حضرت عبداللہ مشقت کے باوجود اس پر عمل کرتے رہے۔ (۲)

بعض روایات میں ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے انہیں فرمایا کہ ”تمہارے جسم کا بھی تم پر حق ہے، تمہاری آنکھوں کا بھی تم پر حق ہے اور تمہاری بیوی کا بھی تم پر حق ہے۔“ (۳)

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ مستحب یہ ہے کہ سات دنوں میں قرآن مجید ختم کیا جائے اور عام طور پر صحابہ کا یہی معمول تھا۔ لیکن اگر کوئی شخص زیادہ استطاعت رکھتا ہو اور دیگر مشاغل و ذمہ داریوں سے بھی مستغنی ہو تو وہ تین دنوں میں بھی قرآن مجید ختم کر سکتا ہے مگر تین سے کم دنوں میں قرآن کریم ختم کرنے کو اللہ کے رسول ﷺ نے سخت ناپسند کیا ہے چنانچہ حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ ہی سے مروی ایک حدیث میں ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

((لَمْ يَفْقَهُ مَنْ قَرَأَ الْقُرْآنَ فِيْ اَقَلِّ مِنْ ثَلَاثٍ))

”اس شخص نے قرآن مجید کو سمجھا ہی نہیں جس نے اسے تین شب و روز سے کم میں ختم کیا۔“ (۴)

(۴)..... جب طبیعت نہ چاہے تو تلاوت نہیں کرنی چاہیے:

قرآن مجید کی تلاوت اس وقت کرنی چاہیے جس وقت طبیعت پوری طرح آمادہ ہو اور اگر آکٹا ہٹ یا

(۱) [صحیح بخاری: کتاب فضائل القرآن باب فی کم یقرأ القرآن (۵۰۵۲)] (۲) [ایضاً]

(۳) [صحیح بخاری (۵۱۹۹) صحیح مسلم (۱۱۵۹)]

(۴) [ترمذی، کتاب القراءات (باب ۱۳ - ح ۲۹۴۹) ابو داؤد، کتاب شہر رمضان، باب تعریب القرآن (۱۳۹۴)]

تھکاؤٹ وغیرہ کا مسئلہ ہو تو پھر زبردستی تلاوت کی کوشش نہیں کرنی چاہیے جیسا کہ درج ذیل حدیث سے معلوم ہوتا ہے:

((عن جندب بن عبدالله عن النبي ﷺ: اقْرَأْهُ وَالْقُرْآنَ مَا اتَّلَفْتَ قُلُوبُكُمْ فَإِذَا اخْتَلَفْتُمْ فَقُومُوا عَنْهُ))

”حضرت جندب بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: قرآن اس وقت تک پڑھو جب تک تمہارا دل اس میں لگا رہے۔ جب دل نہ لگ رہا ہو تو پھر اسے پڑھنا چھوڑ دو۔“^(۱)

۵)..... تلاوت اونچی کی جائے یا آہستہ، دونوں طرح درست ہے:

قرآن مجید کی تلاوت اونچی آواز سے کی جائے یا آہستہ، دونوں طرح درست ہے، چنانچہ ایک روایت میں ہے کہ حضرت غضیف بن حارث بیان کرتے ہیں کہ میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس آیا اور ان سے پوچھا:

((أَرَأَيْتَ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ كَانَ يَجْهَرُ بِالْقُرْآنِ أَوْ يُخَفِّفُ [يُخَفِّفُ] بِهِ؟ قَالَتْ زُبَيْمًا جَهَرَ بِهِ وَزُبَيْمًا خَفَّتْ، قُلْتُ: اللَّهُ أَكْبَرُ، الْحَمْدُ لِلَّهِ الَّذِي جَعَلَ فِي الْأَمْرِ سَعَةً))

”اللہ کے رسول ﷺ اونچی آواز سے قرآن کی تلاوت فرمایا کرتے تھے یا آہستہ؟ تو انہوں نے فرمایا کہ کبھی آپ ﷺ اونچی تلاوت فرماتے اور کبھی آہستہ۔ تو میں نے کہا: اللہ اکبر! اللہ کا شکر ہے کہ اس نے اس معاملے میں وسعت رکھی ہے۔“^(۲)

یعنی دونوں طرح درست ہے اور اس بات کا انحصار خود تلاوت کرنے والے پر اور اس ماحول پر ہے جس میں تلاوت کی جا رہی ہو۔ بعض روایات میں دونوں حالتوں کا الگ الگ ثواب اس طرح بیان کیا گیا ہے:

((عن عقبه بن عامر قال قال رسول الله ﷺ: أَلْجَاهِرُ بِالْقُرْآنِ كَأَلْجَاهِرِ بِالصَّدَقَةِ وَالْمُسِرُّ بِالْقُرْآنِ كَأَلْمُسِرِّ بِالصَّدَقَةِ))^(۳)

(۱) |صحیح بخاری، کتاب فضائل القرآن، باب اقْرَأْهُ وَالْقُرْآنَ مَا اتَّلَفْتَ قُلُوبُكُمْ..... (ح ۵۰۶۰) صحیح

مسلم، کتاب العلم، باب النهی عن اتباع متشابه القرآن..... (ح ۲۶۶۷)

(۲) |ابوداؤد، کتاب الطہارۃ، باب فی الحنب یؤخر الغسل (ح ۲۲۶) نسائی (ح ۲۲۲) ابن ماجہ (ح ۱۳۵۴)

(۳) |ابو داؤد، کتاب التطوع، باب فی رفع الصوت بالقراءة (ح ۱۳۳۳) جامع ترمذی، کتاب فضائل القرآن

(ح ۲۹۱۹) سنن نسائی (ح ۲۵۶۰)

”حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: جو شخص با آواز بلند قرآن مجید پڑھتا ہے، وہ اس شخص کے مانند ہے جو علانیہ صدقہ دیتا ہے اور جو شخص آہستہ آواز میں پڑھتا ہے وہ اس شخص کی طرح ہے جو چھپا کر صدقہ دیتا ہے۔“

اور یہ بات واضح ہے کہ کسی موقع پر علانیہ صدقے کا ثواب زیادہ ہوتا ہے اور کسی وقت چھپا کر دینے کا۔

(۶)..... کیسٹ سے قرآن مجید سننا:

اگر کوئی شخص کسی عذر کی وجہ سے خود تلاوت نہ کر سکتا ہو، یا خود تلاوت کرنے کو دل نہ چاہ رہا ہو تو پھر کیسٹ وغیرہ کی مدد لی جاسکتی ہے۔ کسی اچھے سے قاری کی تلاوت لگا کر اسے سن لینا چاہیے مگر یہ یاد رہے کہ جب تلاوت لگی ہو تو اس وقت بات چیت اور شور و غوغا کی بجائے ہمہ تن گوش ہو کر تلاوت سنی چاہیے۔ جس طرح خود تلاوت کرنے کا ثواب ہے، اسی طرح تلاوت سننے والا بھی اجر و ثواب سے محروم نہیں رہتا۔

(۷)..... مصحفی ترتیب سے تلاوت کرنا:

قرآن مجید کی تلاوت میں اس بات کا بھی لحاظ رکھنا چاہیے کہ مصحفی ترتیب سے قرآن پڑھا جائے۔ اگرچہ یہ ضروری نہیں بلکہ بغیر ترتیب کے قرآن مجید کی کسی بھی سورت سے تلاوت کی جاسکتی ہے مگر بہتر یہی ہے کہ ایک ترتیب سے قرآن پڑھا جائے تاکہ یہ اندازہ بھی رہے کہ کتنی مدت میں آپ نے قرآن مجید ختم کیا ہے، پھر صحابہ کرام کا بھی یہی طریقہ تھا کہ وہ مصحفی ترتیب کے مطابق قرآن مجید کی تلاوت کرتے تھے اور ظاہر ہے یہی ترتیب انہوں نے حضور نبی کریم ﷺ سے سنی تھی اور اسی کے مطابق قرآن مجید کو مصحفی شکل دی گئی۔

بعض لوگ قرآن مجید کی تلاوت اس انداز سے کرتے ہیں کہ پورے قرآن سے کچھ آیات مخصوص کر لیتے ہیں اور پھر انہی کی تلاوت کرتے ہیں مثلاً: سورۃ البقرۃ سے کچھ آیات، پھر سورۃ آل عمران سے کچھ آیات، پھر سورۃ النساء یا سورۃ المائدۃ سے کچھ آیات، علیٰ ہذا القیاس آخر تک۔ اس طریقہ تلاوت کو درست قرار نہیں دیا جاسکتا اور نہ ہی سلف صالحین میں سے کسی سے ایسا کرنا منقول ہے بلکہ سلف صالحین نے تو اس طرح کرنے کو سخت ناپسند کیا ہے۔



(۱) [دیکھیے: فضائل القرآن، لابی عبید (ص ۱۸۹) بحوالہ: الاتقان فی علوم القرآن (ج ۱ ص ۳۵۸)]

[7]..... تلاوت قرآن اور غیر ضروری آداب

آئندہ سطور میں چند ایک ایسی باتوں کا ذکر کیا جا رہا ہے جنہیں بعض لوگ تلاوت قرآن کے ضروری آداب میں شمار کرتے ہیں مگر حدیث و سنت سے ان کے ضروری ہونے کا کوئی ثبوت نہیں ملتا مثلاً:

(۱)..... تلاوت قرآن کے لیے قبلہ رخ ہونا:

اس بارے کوئی ایسی حدیث موجود نہیں جس سے یہ ثابت ہوتا ہو کہ تلاوت کے موقع پر قبلہ کی طرف رخ کیا جائے۔ البتہ اس سے منع بھی نہیں کیا گیا، اس لیے اسے مباح (جائز) کہا جاسکتا ہے۔

(۲)..... ختم قرآن کی دعا:

بعض روایات میں ختم قرآن کے موقع پر بعض مخصوص دعاؤں کا ذکر ملتا ہے اور بعض روایات میں یہ بھی ہے کہ قرآن مجید ختم کرنے کے بعد جو دعا مانگی جائے وہ ضرور قبول ہوتی ہے مگر اس طرح کی کوئی روایت بسند صحیح ثابت نہیں ہے۔^(۱) البتہ بعض سلف سے یہ بات ثابت ہے کہ وہ ختم قرآن کے موقع پر دعا کا اہتمام کرتے اور اسے دعا کی قبولیت کا ایک موقع سمجھتے تھے۔^(۲)

(۳)..... قرآن مجید ختم کر کے دوبارہ آغاز کرنا:

بعض روایات میں ہے کہ نبی کریم ﷺ جب سورۃ الناس پڑھ کر قرآن مجید ختم کرتے تو اس کے متصل بعد سورۃ الحمد پڑھتے اور اس کے بعد سورۃ البقرۃ کی آیت ﴿وَأُولَٰئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُونَ﴾ تک تلاوت کرتے پھر ختم قرآن کی دعا مانگتے اور اٹھ کھڑے ہوتے۔^(۳) مگر یہ روایت ضعیف ہے۔

(۱) [دیکھیے: الاتقان فی علوم القرآن، بتخریج فواز احمد زمرلی (ج ۱ ص ۳۶۳، ۳۶۴) طبع دارالکتاب العربی، بیروت، س ۱۹۹۹ء]

(۲) [ایضاً (ص ۳۶۱)]

(۳) [الاتقان ایضاً۔ مسند دارمی، النشر فی القراءات العشر، لابن الجزری (ج ۲ ص ۴۴۰) اس کی سند میں زمعد نامی ایک راوی ضعیف ہے۔]

قرآن مجید ختم کر کے دوبارہ آغاز کرنے کے بارے میں جامع ترمذی میں بھی ایک روایت آتی ہے مگر اس کی سند بھی ضعیف ہے۔ اس لیے اس عمل کو مسنون قرار نہیں دیا جاسکتا۔^(۱)

(۴).....سلام نہ کہنا:

بعض اہل علم نے قرآن مجید کی تلاوت کرنے والے کو سلام کہنا مکروہ قرار دیا ہے اور اسے آداب تلاوت کے منافی سمجھا ہے مگر اس سلسلہ میں کوئی صحیح حدیث موجود نہیں۔ اس لیے اسے آداب تلاوت کے منافی قرار نہیں دیا جاسکتا۔ اس کی تفصیل گزشتہ صفحات میں ”دوران تلاوت و نبوی باتوں سے پرہیز کیا جائے“ کے تحت گزر چکی ہے۔

(۵).....پشت نہ کرنا:

بعض لوگ قرآن مجید کی طرف پشت کرنا انتہائی مکروہ سمجھتے ہیں مگر اس بارے میں بھی کوئی صحیح حدیث موجود نہیں اور نہ ہی ہر جگہ اس پر عمل ممکن ہے مثلاً حج و عمرہ کے موقع پر بیت اللہ اور مسجد نبوی وغیرہ میں یا مطبخ خانہ (پر تنگ پریس) وغیرہ میں تو بالخصوص اس پر عمل ممکن نہیں۔

بعض لوگ اس عمل کو عزت و تکریم کی علامت سمجھتے ہیں، لیکن سوال یہ ہے کہ اگر یہ عزت و تکریم کی علامت ہے تو پھر بیت اللہ (قبلہ)، مسجد نبوی، دیگر مساجد، والدین، اساتذہ، دینی کتابوں وغیرہ کے سلسلہ میں ایسا کیوں نہیں کیا جاتا حالانکہ یہ سب چیزیں بھی عزت و تکریم کے لائق ہیں۔ لیکن صحابہ کرامؓ نے ان کی عزت و تکریم کے لیے یہ طریقہ اختیار نہیں کیا۔



(۱) [جامع ترمذی، کتاب القراءات، باب فی کم اقرأ القرآن؟ (ح-۲۹۴۸)]

قرآن کا فہم

[1]....قرآن فہمی اور اس کی ضرورت و اہمیت

قرآن مجید کے ساتھ ہمارا تیسرا تعلق یہ ہے کہ ہم اس کتاب کے پیغام ہدایت کو سمجھنے کی حتی الامکان پوری کوشش کریں کیونکہ جب تک ہم اس کے مندرجات کو نہیں سمجھیں گے، تب تک اس پر عمل کرنا ہمارے لیے ممکن نہ ہوگا مثلاً جب ہمیں یہ علم ہی نہ ہو کہ قرآن مجید معاشرتی، معاشی اور سیاسی زندگی میں ہمیں کیا ہدایات دیتا ہے؟ موت و حیات اور حیات بعد الممات کے بارے میں اس کا نقطہ نظر کیا ہے؟ کن عقائد و نظریات کی یہ تلقین کرتا اور کن عقائد و نظریات کو یہ غلط قرار دیتا ہے؟ تو ہم کیسے اس کے احکام پر عمل پیرا ہو سکتے اور اس کی ہدایات و برکات سے فائدہ اٹھا سکتے ہیں!؟

اگر ہم یہ چاہتے ہیں کہ ہماری پوری زندگی قرآن مجید کے احکام کے مطابق بسر ہو، ہمارے انفرادی و اجتماعی معاملات قرآن مجید کی روشنی میں طے پائیں، ہمارا ہر قدم قرآن کے سائے میں آگے بڑھے، ہماری فکر کا ہر زاویہ قرآن کی روشنی میں کھینچا جائے تو ہمارے لیے سب سے ضروری چیز یہی ہے کہ ہم قرآن مجید کا فہم حاصل کریں، اس کے پیغام پر غور و فکر کریں اور اس کے احکام کو ٹھیک ٹھیک منشاءِ خداوندی کے مطابق سمجھنے کی کوشش کریں۔

قرآن فہمی کی مشکل صورت:

قرآن مجید عربی زبان میں ہے اور ہماری مادری زبان عربی نہیں، اس لیے ہمیں قرآن مجید سمجھنے میں یقیناً دشواری ہے جس کا ایک حل تو یہ ہے کہ ہم پہلے عربی زبان سیکھیں اور پھر قرآن فہمی کی طرف توجہ کریں۔ لیکن عربی زبان اتنی فصیح و بلیغ ہے کہ اس پر دسترس کے لیے لمبا وقت چاہیے۔ پھر اس کے ساتھ عرب کے اس خاص ماحول سے آگاہی بھی ضروری ہے جس میں قرآن نازل ہوا۔ مزید برآں حدیث و فقہ کے اس وسیع لٹریچر پر بھی گہری نظر چاہیے جس کے بغیر بہت سے قرآنی احکام کی تفصیل و تشریح ہمارے لیے ممکن ہی نہیں۔

اس پہلو سے اگر غور کیا جائے تو معلوم ہوگا کہ قرآن مجید کے احکام پر عبور حاصل کرنے سے پہلے ضمناً کئی علوم حاصل کرنا ضروری ہیں اور ظاہر ہے قرآن فہمی کی یہ صورت ہر کسی کے بس کی بات نہیں، حتیٰ کہ عرب میں پرورش پانے والے ایک صاحب زبان سے بھی یہ توقع مشکل ہے کہ وہ محض زبان دانی کی بنیاد پر قرآنی علوم و معارف میں مہارت تامہ رکھتا ہو۔

قرآن فہمی کی آسان صورت:

قرآن فہمی کی ایک دوسری صورت بھی ہے اور یہ ہر اس شخص کے لیے ممکن ہے جو قرآن مجید کو کتاب ہدایت مانتے ہوئے صدقِ دل سے اس سے روشنی حاصل کرنا چاہتا ہے، اور اس کی روشنی میں اپنا عقیدہ درست کرنا چاہتا ہے، شرک و بدعت اور گمراہی سے نجات پانا چاہتا ہے، اپنے نفس کا تزکیہ اور کردار کی پاکیزگی چاہتا ہے۔ اس کا طریقہ یہ ہے کہ وہ مادری، مقامی یا تعلیمی نسبت سے جس زبان کو بخوبی سمجھتا ہے، اس میں قرآن مجید کا ترجمہ حاصل کر کے پوری یکسوئی اور تسلسل سے اس کا مطالعہ شروع کر دے۔ اس وقت دنیا میں قرآن مجید کے دونوں سے زائد زبانوں میں تراجم شائع ہو چکے ہیں، اس لیے ایسا کرنا اب کوئی مشکل کام نہیں۔

دورانِ مطالعہ انسان کو خود بخود یہ معلوم ہوتا چلا جائے گا کہ مجموعی طور پر قرآن مجید کا پیغام کیا ہے۔ کن باتوں کو قرآن مجید پسند کرتا اور کن چیزوں کو ناپسند کرتا ہے۔ کن چیزوں کا قرآن مجید حکم دیتا اور کن سے منع کرتا ہے۔ پھر دورانِ مطالعہ یہ بھی واضح ہو جائے گا کہ قرآن مجید کے بیشتر احکام اتنی صراحت اور وضاحت سے بیان ہوئے ہیں کہ انہیں سمجھنا کچھ مشکل نہیں۔ حتیٰ کہ ایک ہی مضمون بعض اوقات اسلوب بیان کے جزوی فرق کے ساتھ اتنی تکرار سے بیان ہوا ہے کہ ایک جگہ اگر سمجھنے میں کچھ کمی رہ جائے تو دوسری جگہ خود بخود اس کی تلافی ہو جاتی ہے۔ ایک جگہ اگر کوئی سوال باقی رہ جائے تو دوسری جگہ اس کا جواب مل جاتا ہے۔ کسی جگہ کوئی ابہام رہ جائے تو دوسری جگہ وہ رفع ہو جاتا ہے۔

ان دونوں صورتوں میں کوئی تضاد نہیں:

مذکورہ بالا سطور میں قرآن فہمی کی جو دو صورتیں پیش کی گئی ہیں، انہیں تضاد نہ سمجھا جائے کہ پہلی صورت میں قرآن فہمی کو نہایت مشکل اور کئی ضمنی علوم کے ساتھ مشروط قرار دیا گیا ہے جو ہر کسی کے لیے ممکن نہیں اور دوسری صورت میں اسے اتنا آسان قرار دیا جا رہا ہے کہ محض ترجمہ قرآن کی مدد سے اس کے احکام اور پیغام کو سمجھ لینے کا دعویٰ کیا جا رہا ہے۔

در اصل یہ دونوں صورتیں دو الگ الگ نوعیتوں پر مشتمل ہیں۔ پہلی صورت میں یہ نوعیت ذکر کی گئی ہے کہ فہم قرآن میں مہارت تامہ ہر کسی کے لیے آسان نہیں اور نہ ہی ہر مسلمان سے یہ مطالبہ کیا گیا ہے کہ وہ قرآنی علوم و معارف میں مہارت حاصل کرے۔ جبکہ دوسری صورت میں قرآن مجید کے بنیادی خیال، مرکزی پیغام اور اصولی احکام کو سمجھنے کی نوعیت بتائی گئی ہے اور ظاہر ہے یہ مقصد ترجمہ قرآن سے حاصل کیا جاسکتا ہے مثلاً قرآن مجید میں نماز پڑھنے، سچ بولنے، عدل کرنے، جھوٹ سے بچنے وغیرہ کا حکم ملتا ہے۔ یہ سب باتیں عربی زبان میں ہیں اور جب ان کا ترجمہ صاحب زبان کی زبان میں کر دیا جائے تو آپ خود ہی سوچ لیجیے کہ آیا اسے متعلقہ آیات کے ترجمہ سے قرآن کے احکام کا علم ہو جائے گا یا ان باتوں کو سمجھنے کے لیے اسے پہلے کئی علوم حاصل کرنا ہوں گے.....!

مذکورہ بالا دونوں صورتوں کے باہمی فرق کو اس طرح بھی سمجھا جاسکتا ہے کہ پہلی صورت قرآن فہمی کا ابتدائی درجہ ہے اور دوسری صورت قرآن فہمی کا آخری و انتہائی درجہ ہے اور اس تک پہنچنے کا مطالبہ ہر مسلمان سے نہیں کیا گیا ہے بلکہ اس کی حیثیت فرض کفایہ کی ہے کہ معاشرے میں اتنے لوگ ہمیشہ موجود رہنے چاہئیں جو قرآنی علوم میں مہارت تامہ رکھتے ہوں اور قرآنی احکام کی تفصیل و تشریح میں وقت کی ضروریات پوری کر سکیں۔ جن اہل علم نے یہ کہا ہے کہ قرآن فہمی کے لیے کئی علوم کی ضرورت ہے، اس سے ان کی مراد یہی ہے کہ جو قرآنی علوم و معارف میں مہارت تامہ چاہتا ہو، وہ متعلقہ علوم میں پہلے مہارت حاصل کرے۔ لیکن اگر کوئی صاحب علم یہ رائے رکھتے ہوں کہ قرآن مجید کے بنیادی پیغام کو سمجھنے کے لیے بھی کئی علوم (مثلاً لغت عربی، صرف و نحو، بلاغت، فقہ، حدیث، وغیرہ) سیکھنا ضروری ہیں تو ان کی اس رائے سے اتفاق نہیں کیا جاسکتا۔ اس سلسلہ میں ہمارے ملک کی ایک معروف علمی شخصیت جناب محمود احمد غازی صاحب (سابق وفاقی وزیر برائے مذہبی امور، نائب صدر: انٹرنیشنل اسلامک یونیورسٹی، اسلام آباد) کا درج ذیل بیان لائق توجہ ہے:

”بعض علماء کرام کے بارے میں، میں نے سنا ہے کہ ان کا یہ کہنا ہے کہ تدریس قرآن کے لیے پہلے مدرسہ کا دس سالہ نصاب مکمل کرنا بے حد ضروری ہے، اس کے بعد ہی تدریس قرآن میں مصروف ہونا چاہیے۔ ان حضرات کی رائے میں چونکہ جدید تعلیم یافتہ اور نوآموز لوگوں کی بنیاد اس دس سالہ نصاب کے بغیر پختہ نہیں ہوتی، جو فہم قرآن کے لیے ناگزیر ہے، اس لیے عام لوگوں میں اس طرح درس قرآن کے حلقے منظم کرنا درست نہیں ہے۔ میں اس خیال سے اتفاق نہیں کرتا۔ میں یہ سمجھتا ہوں کہ قرآن مجید

کو نہ کسی بنیاد کی ضرورت ہے نہ بیساکھیوں کی۔ قرآن مجید بنیاد بھی فراہم کرتا ہے، دیواریں بھی فراہم کرتا ہے اور تعلیم کی تکمیل بھی کر دیتا ہے۔ قرآن مجید خود اپنی جگہ ایک مکمل کتاب ہے۔ وہ کسی کا محتاج نہیں ہے۔ باقی علوم قرآن مجید کے محتاج ہیں۔ اس لیے مجھے اس دلیل سے اتفاق نہیں ہے۔ ممکن ہے بعض لوگ آپ سے کہیں کہ آپ نے فقہ اور اصول فقہ کا علم حاصل نہیں کیا یا آپ نے علم الکلام نہیں پڑھا، اس لیے آپ کو درس قرآن کی ذمہ داری نہیں اٹھانی چاہیے۔ میرا ناچیز کا مشورہ یہی ہے کہ آپ اس وسوسہ میں نہ پڑیں اور اپنا کام جاری رکھیں۔ میں خود فقہ کا طالب علم ہوں۔ فقہی موضوعات پر ہی پڑھتا پڑھاتا ہوں لیکن میں آپ کو یقین دلاتا ہوں کہ قرآن فہمی فقہ کی محتاج نہیں۔ یہ تمام علوم قرآن پاک کے محتاج ہیں، قرآن ان میں سے کسی کا محتاج نہیں۔ [محاضرات قرآنی، از محمود غازی (ص ۴۳) ۱]

اردو دان طبقہ کے لیے قرآن فہمی آسان ہے:

اردو دان طبقہ کے لیے قرآن فہمی کا ابتدائی درجہ بہت آسان ہے، اس لیے کہ اردو ایک ایسی زبان ہے جو مختلف زبانوں کا مجموعہ ہے اور اس کے ذخیرہ الفاظ میں ایک بہت بڑا حصہ عربی زبان سے شامل ہوا ہے۔ اس لیے بہت سے عربی الفاظ ہم پہلے ہی پڑھتے، سنتے اور بولتے رہتے ہیں اور یہی چیز قرآن فہمی میں ہمارے لیے معاون بن جاتی ہے۔ بطور مثال قرآن مجید کی پہلی سورت (الفاتحہ) پر ذرا غور فرمائیں:

((الْحَمْدُ لِلَّهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ مَلِكِ يَوْمِ الدِّينِ اِيَّاكَ نَعْبُدُ وَاِيَّاكَ نَسْتَعِينُ اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيمَ صِرَاطَ الَّذِينَ اَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ غَيْرِ الْمَغْضُوبِ عَلَيْهِمْ وَلَا الضَّالِّينَ)) [آمین]

اس سورت میں لفظ اَلْحَمْدُ، اللہ اور لفظ رَبِّ سے ہم بخوبی واقف ہیں۔ جب کہ عَالَم اور عَالَمِينَ (جہان) کے الفاظ سے بھی بہت سے لوگ آگاہ ہیں۔ اَلرَّحْمٰن اور اَلرَّحِيم کے الفاظ بھی ہمارے لیے واضح ہیں۔ مَلِكِ کا مطلب بھی ہم اردو زبان میں سمجھتے ہیں۔ يَوْمِ کا لفظ بھی اکثر و بیشتر اردو زبان میں اسی مفہوم میں استعمال ہوتا ہے جس میں یہ عربی زبان میں بولا جاتا ہے۔ نَعْبُدُ عبادت سے ہے اور نَسْتَعِينُ استعانت سے ہے، اردو دان، بخوبی سمجھتے ہیں کہ عبادت اور استعانت کا کیا مطلب ہے۔

اسی طرح اِهْدِنَا ہدایت سے ہے۔ صِرَاطِ مُسْتَقِيمِ کا مفہوم سمجھنے میں بھی ہمیں کوئی دقت نہیں۔ اَنْعَمْتَ انعام سے ہے۔ مَغْضُوبِ غَضَب سے اور ضَالِّين سے ملتا جلتا لفظ اردو میں 'ضالیت' ہے۔ یہ

سب الفاظ بھی ہم کسی حد تک سمجھتے ہیں۔ اب آپ خود ہی اندازہ کر لیں کہ ایک شخص جو ان الفاظ کو اردو میں استعمال ہونے کی وجہ سے پہلے ہی سمجھتا ہو، اسے سورہ فاتحہ کا ترجمہ پڑھایا جائے یا وہ خود ترجمہ قرآن کے ذریعے سورہ فاتحہ کا ترجمہ پڑھنا چاہے تو اسے سورہ فاتحہ کا ترجمہ سمجھنے میں کتنا وقت لگے گا۔

یہ مثال صرف سورہ فاتحہ کے ساتھ ہی خاص نہیں بلکہ قرآن مجید کا بڑا حصہ ایسے ہی الفاظ پر مشتمل ہے جن کا معنی و مفہوم ہم بہت حد تک پہلے ہی سمجھتے ہیں۔

قرآنِ نبی، قرآن کی روشنی میں:

قرآنِ نبی پر خود قرآن مجید نے بڑا زور دیا ہے۔ بطور مثال چند آیات ملاحظہ فرمائیں:

(۱): ﴿وَلَقَدْ يَسَّرْنَا الْقُرْآنَ لِلذِّكْرِ فَهَلْ مِنْ مُدَكِّرٍ﴾ [سورۃ القمر: آیت ۱۷، ۲۳، ۳۲، ۴۰] ”بیشک ہم نے قرآن کو سمجھنے کے لیے آسان کر دیا ہے، پس کیا کوئی نصیحت حاصل کرنے والا نہیں ہے؟“ سورۃ القمر میں یہ آیت چار مرتبہ مذکور ہے۔ اسی سے آپ اندازہ کر لیں کہ قرآن مجید سے ہدایت و نصیحت حاصل کرنے کو کتنا آسان اور عام فہم قرار دیا جا رہا ہے۔

(۲): ﴿كَيْتَبُ أَنْزَلْنَاهُ إِلَيْكَ مُبْرَكًا لِيَذَّبُوا آيَاتِهِ وَلِيَتَذَكَّرَ أُولُو الْأَلْبَابِ﴾ [سورۃ ص: ۲۹] ”یہ بابرکت کتاب (ہے) جسے ہم نے آپ کی طرف اس لیے نازل کیا ہے تاکہ لوگ اس کی آیتوں پر غور و فکر کریں اور عقلمند اس سے نصیحت حاصل کریں۔“

(۳): ﴿وَلَقَدْ صَرَّفْنَا لِلنَّاسِ فِي هَذَا الْقُرْآنِ مِنْ كُلِّ مَثَلٍ لَعَلَّهُمْ يَتَذَكَّرُونَ قُرْآنًا عَرَبِيًّا غَيْرِ ذِي عِوَجٍ لَعَلَّهُمْ يَتَّقُونَ﴾ [سورۃ الزمر: ۲۷]

”اور یقیناً ہم نے اس قرآن میں لوگوں کے لیے ہر قسم کی مثالیں بیان کر دی ہیں، تاکہ وہ نصیحت حاصل کریں۔ یہ قرآن ہے عربی میں، جس میں کوئی کجی نہیں، تاکہ وہ (لوگ) پرہیزگار بن جائیں۔“

(۴): ﴿وَلَقَدْ صَرَّفْنَا فِي هَذَا الْقُرْآنِ لِيَذَكَّرُوا﴾ [سورۃ بنی اسرائیل: ۴۱] ”ہم نے تو اس قرآن میں ہر طرح بیان فرمادیا تاکہ لوگ سمجھ جائیں۔“

جو لوگ قرآن مجید پر غور و تدبر نہیں کرتے، ان کی سرزنش کرتے ہوئے ارشاد ہوتا ہے:

(۵): ﴿أَفَلَا يَتَذَكَّرُونَ الْقُرْآنَ أَمْ عَلَى قُلُوبٍ أَقْفَالُهَا﴾ [سورۃ محمد: ۲۴]

”کیا یہ قرآن پر غور و فکر نہیں کرتے؟ یا ان کے دلوں پر ان کے تالے لگ گئے ہیں۔“

[2]....قرآن فہمی کی بنیادی شرائط

(۱).....نیت کی درستی:

اس بات میں کوئی شک نہیں کہ نیک عمل کی قبولیت کے لیے نیت کا نیک ہونا بھی ضروری ہے۔ حدیث کی سب سے معتبر کتاب صحیح بخاری کی سب سے پہلی حدیث ہی یہ ہے کہ

﴿ إِنَّمَا الْأَعْمَالُ بِالنِّيَّاتِ ﴾ (۱)

”عملوں کا دار و مدار نیتوں پر ہے۔“

یعنی جیسی نیت ہوگی ویسا سلوک کیا جائے گا۔ اگر اللہ کی رضا مندی کی نیت سے کوئی کام کیا جائے گا تو یقیناً اللہ کی رضا مندی حاصل ہوگی اور اگر دنیوی اغراض و مقاصد کے لیے کوئی کام کیا جائے گا تو پھر آخرت میں اس کا کوئی اجر و ثواب نہ ہوگا۔

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ کسی بھی عمل کی بہتری اور قبولیت کے لیے اس کے پیچھے کارفرما ’نیت‘ اور ارادہ‘ کا درست ہونا ضروری ہے۔ فہم قرآن میں نیت کے درست ہونے کا مطلب یہ ہے کہ انسان اس ارادہ سے قرآن مجید پڑھے کہ وہ اس میں دیے گئے خدائی پیغام کو ٹھیک ٹھیک سمجھنا اور اس پر پورا پورا عمل کرنا چاہتا ہے۔ ظاہر ہے جب اس سوچ کے ساتھ انسان قرآن مجید پڑھتا ہے تو اس کی زندگی میں نمایاں تبدیلی واقع ہونے لگتی ہے۔ وہ قرآن کے ہر حکم کو اپنی زندگی میں عملاً نافذ کرنا شروع کر دیتا ہے، چنانچہ اس کا ایمان بھی اس کتاب پر بڑھ جاتا ہے اور اس کے فہم کے درتے بچے بھی اس کے لیے ایک ایک کر کے کھلتے چلے جاتے ہیں۔ قرآن مجید نے اس حقیقت کو مختلف آسالیب میں بیان کیا ہے، چند آیات ملاحظہ ہوں:

(۱) : ﴿ ذٰلِكَ الْكِتَابُ لَا رَيْبَ فِيْهِ هُدًى لِّلْمُتَّقِيْنَ ﴾ [سورة البقرة: ۲]

”یہ ایسی کتاب ہے کہ اس (کے کتاب اللہ ہونے) میں کوئی شک نہیں۔ (یہ کتاب) راہ دکھانے والی ہے، ان لوگوں کو جو پرہیزگاری اختیار کرتے ہیں۔“

(۱) [صحیح بخاری: کتاب بدء الوحی: باب کیف كان بدء الوحی الی رسول اللہا (ح) ۱]

یعنی اس کتاب الہی سے ہدایت و رہنمائی صرف وہی لوگ حاصل کر سکتے ہیں جو پرہیزگاری اور خشیت الہی کے سچے جذبات اور نیک نیتوں کے ساتھ اسے پڑھتے اور سمجھنے کی کوشش کرتے ہیں۔ درج ذیل آیات میں بھی یہی بات بیان کی گئی ہے:

(۲): ﴿ مَا آتَيْنَاكَ الْقُرْآنَ لِتَشْقَىٰ إِلَّا تَذَكُّرَةً لِّمَن يُّحْسِنُ ﴾ [سورة طه: ۳۰، ۲]

”ہم نے یہ قرآن آپ پر اس لیے نازل نہیں کیا کہ آپ مشقت میں پڑ جائیں، بلکہ یہ تو ہر اس شخص کے لیے باعثِ نصیحت ہے جو اللہ سے ڈرتا ہے۔“

ظاہر ہے جو اللہ سے نہیں ڈرتا، وہ اس کتاب سے ہدایت و نصیحت حاصل کرنے سے بھی محروم رہتا ہے۔

(۳): ﴿ وَأَنَّهُ لَتَذَكُّرَةٌ لِلْمُتَّقِينَ ﴾ [سورة الحاقة: ۴۸]

”بے شک یہ قرآن تو پرہیزگاروں کے لیے نصیحت ہے۔“

یہاں یہ بھی واضح رہے کہ جو لوگ مذموم مقاصد کے لیے فہم قرآن کی راہ اختیار کرتے ہیں، وہ اس قرآن سے ہدایت حاصل کرنے میں ناکام رہتے ہیں۔

(۲)..... قرآن کو کتابِ ہدایت سمجھنا:

قرآن فہمی کے لیے یہ بات بڑی بنیادی ہے کہ انسان اس کتاب کا مطالعہ اس سوچ کے ساتھ شروع کرے کہ یہ کتاب ہدایت ہے۔ انسانی زندگی کا کوئی پہلو ایسا نہیں جس کے بارے میں اس کتاب میں رہنمائی فراہم نہ کی گئی ہو۔ جس طرح ماضی میں ہمارے اسلاف نے اس کتاب سے رہنمائی حاصل کی اور عزت پائی، اسی طرح حال اور مستقبل میں بھی ہدایت، عزت اور عروج اس کے بغیر ممکن نہیں۔ ظاہر ہے اس کتاب کا فہم حاصل کرنے کا شوق اسے ہی ہوگا جو اسے ہدایت کی کامل و مکمل کتاب تسلیم کر کے اس کی طرف قدم اٹھائے گا اور جو اسے کتابِ ہدایت ہی نہ سمجھتا ہو یا معاذ اللہ آج کے دور میں اسے ناقابلِ عمل سمجھتا ہو، وہ کبھی بھی اس کا فہم حاصل نہیں کر سکتا۔

قرآن مجید کی بے شمار آیات میں اسے کتابِ ہدایت قرار دیا گیا ہے مثلاً ارشاد ہوتا ہے:

﴿ وَرَزَّوْنَا عَلَیْكَ الْكِتَابَ تَبَيَّنَا لِكُلِّ شَيْءٍ وَهَدَىٰ وَرَحْمَةً وَبُشْرَىٰ لِلْمُسْلِمِينَ ﴾ [سورة

[النحل: ۸۹]

” (اے نبی!) ہم نے آپ پر یہ کتاب نازل فرمائی ہے جس میں ہر چیز کا شافی بیان ہے اور مسلمانوں کے لیے یہ ہدایت، رحمت اور خوشخبری (والی کتاب) ہے۔“

(۳).....قرآن مجید سے دلچسپی:

قرآن فہمی کی ایک شرط یہ ہے کہ ہم قرآن مجید سے محبت، تعلق اور گہری دلچسپی پیدا کریں۔ اتنی گہری کہ جب تک قرآن مجید کو کچھ نہ کچھ وقت نہ دے لیں، ہمیں اطمینان نصیب نہ ہو۔ روزمرہ کی مصروفیات کیسی ہی شدید اور حالات کیسے ہی سخت اور نامساعد ہی کیوں نہ ہوں، اس کے باوجود ہم قرآن مجید کے لیے وقت نکالیں۔

ہر شخص کو کسی نہ کسی کام سے دلچسپی ہوتی ہے حتیٰ کہ صبح اٹھتے ہی وہ سب سے پہلے اسی کام کو انجام دیتا ہے مثلاً جسے اخبار پڑھنے یا خبریں سننے کی عادت ہو، جب تک اسے اپنی اس عادت کی تسکین کا سامان میسر نہ آئے، اسے چین ہی نہیں آتا۔ یہی صورتحال اگر قرآن مجید کے ساتھ قائم ہو جائے تو یہ انسان کے لیے باعثِ سعادت ہے۔ اس مقصد کے لیے اگر انسان درج ذیل نکات کو ذہن نشین کر لے تو ایسا ممکن ہے:

(۱).....قرآن مجید کو انسان اللہ کا کلام سمجھے اور اس بات میں خوشی محسوس کرے کہ قرآن مجید کے ذریعے میں کائنات کے شہنشاہ سے مخاطب ہوتا ہوں۔

(۲).....قرآن مجید کو اپنے لیے باعثِ نجات اور معیارِ ہدایت سمجھے اور اس خیال کے ساتھ قرآن پڑھے کہ اس میں میرے ہر مسئلہ کی رہنمائی موجود ہے۔

(۳).....قرآن مجید کو اس نیت کے ساتھ پڑھے کہ اس سے گھر میں برکت ہوتی اور شیطان کو عملِ دخل کا موقع نہیں ملتا۔ حتیٰ کہ جنات بھی اس گھر سے بھاگ جاتے ہیں جہاں قرآن پڑھا جائے۔

(۴).....قرآن مجید کو اس خیال کے ساتھ پڑھے کہ اس کا پڑھنا باعثِ اجر و ثواب ہے، حتیٰ کہ اس کے ایک ایک حرف پر دس دس نیکیاں ملتی ہیں۔

(۵).....قرآن مجید کو اس نیت کے ساتھ پڑھے کہ اس سے اللہ کی رضا حاصل ہوتی ہے۔

(۶).....قرآن مجید کو اس نیت کے ساتھ پڑھے کہ یہ روز قیامت اللہ کی عدالت میں میرا سفارشی بن کر پیش ہوگا اور میرے حق میں مقدمہ لڑے گا۔

۴.....قرآن کے حضور عاجزی و انکساری اور تقویٰ:

قرآن مجید نور ہدایت ہے جس کے سامنے حق و باطل کے راستے جدا جدا ہو جاتے ہیں اور قرآن کا فہم حاصل کرنے والے کے لیے یہ ممکن ہو جاتا ہے کہ وہ کون سا راستہ اختیار کرے اور کون سا راستہ چھوڑ دے مگر اس کے لیے ضروری ہے کہ انسان عاجزی و انکساری اور خشیتِ خداوندی کے جذبہ سے سرشار ہو کر اس کی طرف قدم اٹھائے۔ قرآن مجید کے بالکل آغاز ہی میں یہ بات واضح کر دی گئی ہے کہ اس کتاب سے وہی لوگ ہدایت پائیں گے جو اللہ سے ڈرنے والے ہوں گے، ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿هُدًى لِّلْمُتَّقِينَ﴾ [سورة البقرة: ۲]

”(یہ کتاب) راہ دکھانے والی ہے، ان لوگوں کو جو اللہ سے ڈرتے ہیں۔“

اسی طرح ایک اور آیت میں یہ بات بیان ہوئی ہے:

﴿فَذَكِّرْ بِالْقُرْآنِ مَن يَخَافُ وَعَبِدِ﴾ [سورة ق: ۴۵]

”(اے نبی!) آپ اس قرآن کے ذریعے ان لوگوں کو سمجھاتے رہیں جو میرے وعید (ڈراوے کے وعدوں) سے ڈرنے والے ہیں۔“

معلوم ہوا کہ اس قرآن کے ذریعے ہدایت و نصیحت انہیں ہی حاصل ہوتی ہے جو اللہ کے حضور عاجزی اختیار کرتے ہیں۔ جب کہ وہ لوگ جو عاجزی و انکساری کی بجائے تکبر و سرکشی کے ساتھ اس کو اٹھائیں اور اپنی عقل و اختراعات کو اس سے برتر سمجھیں، وہ اس سے نہ ہدایت حاصل کر سکتے ہیں اور نہ ہی اس کے پیغام کی معنویت کو سمجھ سکتے ہیں۔ ایسے ہی ظالم و متکبر لوگوں کے بارے قرآن مجید میں یہ کہا گیا:

﴿حَمَّ تَنْزِيلِ الْكِتَابِ مِنَ اللَّهِ الْعَزِيزِ الْحَكِيمِ..... تِلْكَ آيَاتُ اللَّهِ تَتْلُوهَا عَلَيْكَ بِالْحَقِّ فَبِأَيِّ

حَدِيثٍ بَعَدَ اللَّهُ وَآيَاتِهِ يُؤْمِنُونَ وَيَلْ لَكُلِّ أَفَّاكَ أَيُّمٍ يَسْمَعُ آيَاتِ اللَّهِ تُتْلَى عَلَيْهِ ثُمَّ يُصِرُّ

مُتَكَبِّرًا سَكَانَ لَمْ يَسْمَعْهَا فَبَشِّرْهُ بِعَذَابٍ أَلِيمٍ وَإِذَا عَلِمَ مِنْ آيَاتِنَا شَيْئًا اتَّخَذَهَا هُزُوًا أُولَئِكَ

لَهُمْ عَذَابٌ مُّهِينٌ﴾ [سورة المجاثية: ۱، ۲، ۳، ۴، ۵، ۶، ۷، ۸، ۹]

”حم۔ یہ کتاب اللہ غالب حکمت والے کی طرف سے ہے..... یہ اللہ کی آیتیں ہیں جنہیں ہم حق کے ساتھ آپ کو سنارہے ہیں، پس اللہ تعالیٰ اور اس کی آیتوں کے بعد یہ کس بات پر ایمان لائیں گے۔“

ہلاکت اور افسوس ہے ہر ایک جھوٹے گنہگار پر۔ جو اللہ کی آیتیں اپنے سامنے پڑھی جاتی ہوئے سنتا ہے، پھر بھی غرور کرتا ہو اس طرح اڑا رہے کہ گویا اس نے (آیات) سنی ہی نہیں، تو ایسے لوگوں کو درد ناک عذاب کی خبر (پہنچا) دیتھیے۔ اور جب وہ ہماری آیتوں میں سے کسی آیت کی خبر پالیتا ہے تو اس کی ہنسی اڑاتا ہے، یہی لوگ ہیں جن کے لیے رسوائی کا عذاب ہے۔“

درج ذیل آیت بھی اسی مفہوم کی ہے:

﴿سَأَصْرِفُ عَنْ آيَاتِيَ الَّذِينَ يَتَكَبَّرُونَ فِي الْأَرْضِ بِغَيْرِ الْحَقِّ وَإِنْ يَرَوْا كُلَّ آيَةٍ لَا يُؤْمِنُوا بِهَا وَإِنْ يَرَوْا سَبِيلَ الرُّشْدِ لَا يَتَّخِذُوهُ سَبِيلًا وَإِنْ يَرَوْا سَبِيلَ الْعَمَىٰ يُتَّخِذُوهُ سَبِيلًا ذَلِكَ بِأَنَّهُمْ كَذَّبُوا بِآيَاتِنَا وَكَانُوا عَنْهَا غَافِلِينَ﴾ [سورة الاعراف: ١٤٦]

”میں اپنی نشانیوں (آیتوں) سے ان لوگوں کی نگاہیں پھیر دوں گا جو بغیر کسی حق کے زمین میں تکبر کرتے ہیں، وہ خواہ کوئی نشانی دیکھ لیں کبھی اس پر ایمان نہ لائیں گے، اگر سیدھا راستہ ان کے سامنے آئے تو اسے اختیار نہ کریں گے اور اگر میڑھا راستہ نظر آئے تو اس پر چل پڑیں گے، اس لیے کہ انہوں نے ہماری نشانیوں کو جھٹلایا اور ان سے بے پروائی کرتے رہے۔ ہماری نشانیوں کو جس کسی نے جھٹلایا اور آخرت کی پیشی کا انکار کیا، اس کے سارے اعمال ضائع ہو گئے۔“

۵)..... مناسب جگہ، پرسکون ماحول اور موزوں وقت:

قرآن فہمی کے لیے یہ بات بڑی اہمیت رکھتی ہے کہ انسان ایسے وقت میں مطالعہ قرآن کے لیے بیٹھے جب اسے کوئی اور مشغولیت نہ ہو۔ حتیٰ کہ ذہنی و جسمانی طور پر تھکاوٹ نہ ہو، بخاریا تکلیف نہ ہو، نیند نہ آ رہی ہو، سستی اور کابلی نہ ہو بلکہ چستی اور چاق و چوبند حالت ہونی چاہے۔ اور جس جگہ کا انتخاب کیا جائے، وہ پاک صاف ہونے کے ساتھ ہر طرح کے شور و شغب سے خالی اور پرسکون بھی ہونی چاہیے تاکہ مطالعہ قرآن کے لیے مکمل طور پر ذہنی یکسوئی میسر آئے اور قرآن فہمی کے مقصد کی تکمیل ہو سکے۔

۶)..... فہم قرآن کے لیے اللہ کے حضور دعا:

اللہ کی توفیق کے بغیر انسان کچھ نہیں کر سکتا حتیٰ کہ ہدایت اور گمراہی کا انحصار بھی اللہ کی طرف سے توفیق یا عدم توفیق پر ہے۔ جن لوگوں کو اللہ تعالیٰ توفیق عطا فرماتے ہیں، وہی اس کتاب سے رہنمائی حاصل کرتے

ہیں اور جنہیں توفیقِ الہی سے محروم کر دیا جاتا ہے، وہ اس کتابِ ہدایت سے کوئی فیض نہیں اٹھاتے۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿ كَذَّبَتْ ثَمُودُ بِطَغْوَاهِمْ إِذِ انزَلْنَا إِلَيْهِمُ الْمَتَاعَ مِنَ الطُّلْمِ إِلَى الْغُورِ يَأْذِنُ رَبُّهُمْ ﴾ [سورة ابرهيم: ۲]

”اے نبی! یہ عالی شان کتاب ہم نے آپ کی طرف نازل کی ہے، تاکہ آپ لوگوں کو ان کے رب کے حکم (توفیق) سے اندھیروں سے اجالے کی طرف لائیں۔“

اس آیت میں ”رب کے حکم (توفیق) سے.....“ کا ذکر اس لیے کیا گیا کہ رب کے حکم و اذن اور توفیق کے بغیر کچھ نہیں ہو سکتا، لہذا جب ہدایت و رہنمائی اللہ کے ہاتھ میں ہے تو ہمیں اللہ ہی سے صدقِ دل سے یہ دعا کرنی چاہیے کہ وہ ہمیں ہدایت سے نوازے اور اپنی اس کتاب کے فہم کے دروازے ہم پر کھول دے جسے اس نے رہتی دنیا تک تمام انسانوں کے لیے کتابِ ہدایت بنا کر نازل فرمایا ہے۔ اور ساتھ یہ دعا بھی کرنی چاہیے کہ ”یا اللہ! ہدایت کی راہ واضح ہو جانے کے بعد ہمیں اس پر عمل کی بھی توفیق عطا فرما اور اس سے اعراض سے بچا۔“ اس سلسلہ میں قرآن مجید ہی میں مذکور یہ دعا پڑھتے رہنا چاہیے:

﴿ رَبَّنَا لَا تُرِغْ قُلُوبَنَا بَعْدَ إِذْ هَدَيْتَنَا وَهَبْ لَنَا مِنْ لَدُنْكَ رَحْمَةً إِنَّكَ أَنْتَ الْوَهَّابُ ﴾ [سورة

آل عمران: ۸]

”اے ہمارے رب! ہمیں ہدایت دینے کے بعد ہمارے دل ٹیڑھے نہ کر دینا اور ہمیں اپنے پاس سے رحمت عطا فرما، یقیناً تو ہی سب سے بڑھ کر عطا کرنے والا ہے۔“ [آمین!]



[3].....فہم قرآن کے اصول و مبادی☆

قرآن کی تفسیر خود قرآن اور سنت رسولؐ سے:

تفسیر قرآن کا بہترین طریقہ یہ ہے کہ قرآن مجید کی تفسیر خود قرآن سے کی جائے۔ اس لیے کہ قرآن مجید میں جو مضمون ایک جگہ مجمل ہے، دوسری جگہ مفصل ملے گا اور جہاں اختصار سے کام لیا گیا ہے، دوسری جگہ اس کی تفصیل مل جائے گی اور اگر اس میں کامیابی نہ ہو تو سنت رسولؐ کی طرف رجوع کیا جائے جو قرآن کی تشریح و تفسیر کرتی ہے بلکہ امام شافعیؒ (محمد بن ادریس شافعی) تو یہاں تک کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے جو حکم بھی دیا ہے، وہ قرآن ہی سے ماخوذ ہے۔ [الرسالة، از امام شافعیؒ (ص ۹۲)]

اس بارے قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿إِنَّا أَنْزَلْنَا إِلَيْكَ الْكِتَابَ بِالْحَقِّ لِتَحْكُمَ بَيْنَ النَّاسِ بِمَا أَرَاكَ اللَّهُ﴾ [سورة النسا: ۱۰۵]

”بلاشبہ ہم نے آپ کی طرف سچی کتاب نازل کی ہے تاکہ آپ (اس کے ذریعے) لوگوں کے درمیان وہی فیصلہ کریں جو اللہ آپ کو سمجھا دے۔“

نیز ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿وَأَنْزَلْنَا إِلَيْكَ الذِّكْرَ لِتُبَيِّنَ لِلنَّاسِ مَا نُزِّلَ إِلَيْهِمْ وَلَعَلَّهُمْ يَتَفَكَّرُونَ﴾ [سورة النحل: ۴۴]

”اور ہم نے یہ کتاب آپ کی طرف اتاری ہے تاکہ آپ وضاحت کریں لوگوں کے لیے، ان مضامین کی جو ان کی طرف اتارے گئے ہیں اور تاکہ وہ غور کریں۔“ نیز ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿وَمَا آتَيْنَاكَ الْكِتَابَ إِلَّا لِيُبَيِّنَ لَهُمُ الَّذِي اخْتَلَفُوا فِيهِ وَهُدًى وَرَحْمَةً لِّقَوْمٍ يُؤْمِنُونَ﴾

[سورة النحل: ۶۴]

”(اے نبی!) ہم نے یہ کتاب آپ پر اسی لیے نازل کی ہے کہ آپ کھول کر بتا دو ان (لوگوں) کو وہ باتیں جن میں ان کا اختلاف ہے اور یہ کتاب ہدایت اور رحمت ہے، ایمان والوں کے لیے۔“

☆..... [فہم قرآن کے یہ اصول و مبادی امام ابن تیمیہؒ کے مقدمہ تفسیر کے مباحث سے ماخوذ و مستفاد ہیں۔ (مؤلف)]

اسی طرح رسول اللہ ﷺ کا ارشاد گرامی ہے: ”مجھے قرآن بھی دیا گیا ہے اور قرآن کے ساتھ اس کے

مثل ایک اور چیز بھی۔“ [سنن ابوداؤد، مسند دارمی، مسند احمد]

اس مثل قرآن سے مراد سنت ہے، کیونکہ سنت بھی (وحی کی حیثیت سے) نازل ہوتی تھی، البتہ قرآن کی طرح اس کی تلاوت جائز نہیں رکھی گئی۔ امام شافعی وغیرہ نے اس مسئلہ کو بکثرت دلائل سے واضح کیا ہے جس کی تفصیل کا یہ موقع نہیں۔

خلاصہ یہ ہے کہ قرآن کی تفسیر، خود قرآن ہی سے طلب کرو اور اگر قرآن میں نہ پاؤ تو سنت میں تلاش کرو۔

اقوال صحابہ:

لیکن جب ہمیں قرآن کی تفسیر قرآن میں ملے اور نہ ہی سنت رسول میں، تو ہمیں اقوال صحابہ میں اس کی تلاش کرنی چاہیے کیونکہ نزول قرآن کے مخصوص حالات کے براہ راست مشاہدے کی وجہ سے وہ سب سے زیادہ مطالب قرآن سے آگاہ تھے، انہیں فہم کامل اور عمل صالح کی دولت بھی نصیب ہوئی، خصوصاً ان کے علماء و اکابر مثلاً خلفائے اربعہ رضی اللہ عنہم اور ہدایت یافتہ ائمہ جیسے حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ، اور حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ وغیرہ، چنانچہ امام ابن جریر طبری نے اپنی اسناد سے روایت کیا ہے کہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کہا کرتے تھے:

”میں اللہ وحدہ لا شریک کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ قرآن مجید کی کوئی آیت ایسی نہیں جس کے بارے میں مجھے یہ معلوم نہ ہو کہ یہ آیت کس کے حق میں نازل ہوئی اور کہاں نازل ہوئی۔ اگر میں کسی ایسے شخص کو جانتا جو مجھ سے زیادہ اللہ کی کتاب کا علم رکھتا اور اس کے پاس سواری کے بغیر پہنچنا ممکن نہ ہوتا تو میں

ضرور اس کے پاس جا پہنچتا۔“ [تفسیر طبری (ج ۱ ص ۲۵)]

امام عرش نے اپنی سند سے حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کا یہ قول روایت کیا ہے کہ انہوں نے فرمایا:

”ہم میں سے کوئی شخص جب دس آیتیں پڑھتا تو جب تک ان آیتوں کے معانی کی معرفت حاصل نہ

کر لیتا اور ان پر عمل میں بھی پختہ نہ ہو جاتا، وہ آگے نہیں بڑھتا تھا۔“ [ایضاً]

انہی ہدایت یافتہ ائمہ میں سے رسول اللہ ﷺ کے چچا زاد بھائی حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ بھی ہیں جو آپ ﷺ کی دعا کی برکت سے بحر العلوم بن گئے، چنانچہ آپ نے ان کے لیے یہ دعا فرمائی:

((اَللّٰهُمَّ فَفِّهْ فِي الدِّينِ وَعَلِّمَهُ الْكِتَابَ)) [صحیح بخاری (ج ۳، ۱۴۳، ص ۲۷۰۶)]

”یا اللہ! اسے دین میں تفقہ اور قرآن کا فہم عطا فرما دے۔“

ابن جریر نے اپنی اسناد سے روایت کیا ہے کہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کہا کرتے تھے:

”ابن عباس رضی اللہ عنہ، قرآن کے کیا ہی خوب ترجمان ہیں!“ [تفسیر طبری (ج ۱ ص ۴۰)]

عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ، رضی اللہ عنہ، کا یہ قول، ابن عباس رضی اللہ عنہ کے حق میں کئی سندوں سے مروی ہے، لہذا یقین ہے کہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے ان کے بارے میں کہا ہوگا۔ عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ، کا انتقال ۳۳ھ میں ہوا جبکہ عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ ان کے بعد بھی چھتیس سال زندہ رہے۔ اندازہ کریں کہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ کے بعد اس طویل مدت میں عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کے علم میں کتنا اضافہ ہوا ہوگا!

اعمشؓ سے ابو وائلؓ نے بیان کیا کہ

”حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اپنے عہد خلافت میں حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ، کو امیر حج بنا کر بھیجا اور

انہوں نے اپنے خطبے میں سورہ بقرہ (یا سورہ نور) تلاوت کر کے اس کی ایسی تفسیر بیان کی کہ اگر روم،

ترک، دیلم کے کفار بھی سن لیتے، تو ضرور اسلام لے آتے۔“ [تفسیر طبری (ج ۱ ص ۳۶)]

اقوال تابعین:

قرآن کے کسی حصہ کی تفسیر اگر خود قرآن میں یا حدیث میں یا اقوال صحابہ میں نہ ملے تو ایسی صورت میں بہت سے ائمہ کرام اقوال تابعین کی طرف رجوع کرتے ہیں مثلاً مجاہد بن جبرؓ کی طرف جو علم تفسیر میں اللہ کی نشانیوں میں سے ایک نشانی تھے۔ محمد بن اسحاقؓ نے اپنی سند سے روایت کیا ہے کہ مجاہدؓ کہتے تھے: ”میں نے قرآن مجید شروع سے آخر تک تین مرتبہ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کے سامنے پیش کیا۔ ہر آیت پر انہیں ٹھہراتا اور اس کی تفسیر ان سے پوچھتا۔“ [ایضاً ص ۴۰]

امام ترمذیؒ نے اپنی سند سے روایت کیا ہے کہ حضرت مجاہدؓ فرماتے ہیں کہ ”قرآن کی کوئی آیت ایسی نہیں، جس کی تفسیر میں (صحابہ سے) میں نے کچھ نہ کچھ سنا نہ ہو۔“ [جامع ترمذی]

ابن جریر نے روایت کیا ہے کہ ابن ابی ملیکہ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت مجاہدؓ کو دیکھا کہ وہ اپنے رجسٹریلے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کے پاس حاضر ہوئے اور تفسیر قرآن کے بارے میں سوال کرنا شروع کیا۔ ابن عباس رضی اللہ عنہ نے ان سے فرمایا: لکھتے جاؤ، اس طرح مجاہد نے پوری تفسیر ان سے پوچھ لی۔ اسی لیے سفیان ثوریؒ کہا کرتے تھے کہ: ”جب مجاہدؓ سے تفسیر ملے تو یہ تمہارے لیے کافی ہے۔“ [ایضاً]

اسی طرح دیگر تابعینؓ ہیں جن کا پایہ علم تفسیر میں بہت بلند ہے مثلاً حضرت سعید بن جبیرؓ، حضرت عکرمہؓ، حضرت عطاء بن ابی رباحؓ، حضرت حسن بصریؓ، حضرت مسروق بن اجدعؓ، حضرت سعید بن مسیبؓ، حضرت ابوالعالیہؓ، حضرت قتادہؓ، حضرت ربیعؓ، حضرت ضحاک بن مزاحمؓ وغیرہ اور ان کے بعد علماء صالحین وغیرہ۔

تابعینؓ کے مختلف اقوال میں تطبیق کی ضرورت:

آیات کی تفسیر میں سلف صالحین کے اقوال نقل کرنے چاہئیں۔ ان اقوال کو دیکھ کر بعض اوقات کم علم لوگ اس وہم میں مبتلا ہو جاتے ہیں کہ ان کا آپس میں اختلاف ہے اور اسی وہم کی بنیاد پر وہ ان اقوال کو اختلافات کہہ کر پیش کرنا شروع کر دیتے ہیں، حالانکہ امر واقعہ یوں نہیں بلکہ یوں ہے کہ کسی قول میں ایک چیز کے لازم یا نظیر کو بیان کیا ہوتا ہے اور کسی قول میں بعینہ اسی چیز کا بیان ہوتا ہے۔ الفاظ تو مختلف ہوتے ہیں مگر معنا ان میں اختلاف نہیں ہوتا، بلکہ ایک ہی چیز کا جدا جدا لفظوں میں بیان و اظہار ہوتا ہے۔ سلف کی تفسیروں میں ایسا بہت نظر آتا ہے لہذا اس چیز کو علم تفسیر میں مد نظر رکھنا چاہیے۔

شعبہ بن جراحؓ وغیرہ سے مروی ہے کہ جب تابعین کے اقوال فروغ احکام میں حجت نہیں تو تفسیر قرآن میں کیونکر حجت ہو سکتے ہیں۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ ان کے وہ اقوال حجت نہیں جن میں ان کا آپس میں اختلاف ہے اور یہ بات صحیح ہے، ایسی صورت میں ایک تابعی کا قول دوسرے پر حجت نہیں، نہ ہی وہ بعد والوں پر حجت ہوگا، بلکہ ایسی صورت میں تفسیر کرتے ہوئے قرآن و سنت کی زبان کو، اقوال صحابہؓ اور عام لغت عرب کو پیش نظر رکھنا چاہیے۔ لیکن جب تابعین کا کسی مسئلہ میں اتفاق رائے ہو تو پھر ان کے اقوال بلاشبہ حجت ہیں۔

اسرائیلی روایات:

رسول اللہ ﷺ نے اہل کتاب سے روایت کرنے کی اجازت دی ہے، آپ ﷺ کا ارشاد ہے: ”میری طرف سے دوسروں کو پہنچاؤ اگرچہ ایک آیت ہی ہو اور بنی اسرائیل سے روایت کرنے میں کوئی حرج نہیں لیکن جو کوئی جان بوجھ کر میری طرف جھوٹ منسوب کرے، وہ اپنا ٹھکانا دوزخ میں بنا لے۔“ یہ حدیث امام بخاریؒ نے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کی ہے۔ اور انہی عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کو جنگ یرموک میں اہل کتاب (یہود و نصاریٰ) کی کتابوں کے دو بورے کہیں سے دستیاب ہو گئے تھے اور وہ اسی حدیث سے اجازت سمجھنے کی بنا پر اہل کتاب کی ان کتابوں سے روایت کیا کرتے تھے۔

اسرائیلی روایات کی حیثیت:

لیکن یہ یاد رہے کہ اسرائیلیات، استشہاد کے لیے تو روایت کی جاسکتی ہیں، مگر اعتقاد کے لیے نہیں کیونکہ اسرائیلیات تین قسم کی ہیں:

(۱)..... ایک وہ جن کی صحت ہمارے دین ہدایت سے بھی معلوم ہو چکی ہے، ان کی ہم تصدیق کرتے ہیں۔

(۲)..... دوسری وہ جن کا جھوٹا ہونا ہمارے دین ہدایت سے ثابت ہو چکا ہے، ظاہر ہے ہم بھی ان کے جھوٹا ہونے پر یقین کریں گے۔

(۳)..... اور تیسری قسم ایسی ہے جس کے بارے میں ہمارا دین ہدایت خاموش ہے، ان کی نہ تصدیق کرتا ہے نہ تکذیب، تو ایسی اسرائیلیات پر ہم نہ ایمان رکھتے ہیں، نہ انہیں جھٹلاتے ہیں۔ ان کی روایت زیادہ سے زیادہ استشہاد کے لیے جائز ہو سکتی ہے۔

اسرائیلیات کی افادیت؟

لیکن اکثر و بیشتر اسرائیلیات ایسی ہیں کہ ان سے دین میں کوئی فائدہ حاصل نہیں ہوتا، اسی لیے خود علمائے اہل کتاب کا بھی ان میں بڑا اختلاف ہے۔ ان اسرائیلیات کی وجہ سے بھی ہمارے مفسرین میں اختلاف ہوا ہے، جیسا کہ اس مسئلہ میں اختلاف کہ اصحاب کہف کے نام کیا تھے؟ ان کے کتے کا رنگ کیا تھا؟ ان کی تعداد کتنی تھی؟ یا یہ اختلاف کہ عصائے موسیٰ کس درخت کی لکڑی کا تھا؟ یا یہ کہ وہ کون سے پرندے تھے جنہیں الہینے حضرت ابراہیمؑ کے لیے زندہ کر دیا تھا؟ یا یہ کہ حضرت موسیٰؑ کے دور میں گائے کا وہ کون سا حصہ تھا، جس سے مقتول کو مارا گیا تھا؟

یہ ایسے امور ہیں جنہیں خود اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں مبہم رکھا ہے اور ان کی وضاحت سے کسی کو دین و دنیا کا کوئی خاص فائدہ بھی نہیں ہوتا، مگر ان امور کے بارے اہل کتاب کا اختلاف نقل کرنا جائز ہے، جیسا کہ خود اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں اصحاب کہف کی تعداد کے سلسلہ میں یہ ذکر فرمایا ہے:

﴿ سَيَقُولُونَ ثَلَاثَةٌ رَّابِعُهُمْ كَلْبُهُمْ وَيَقُولُونَ خَمْسَةٌ سَادِسُهُمْ كَلْبُهُمْ رَجْمًا بِالْغَيْبِ
وَيَقُولُونَ سَبْعَةٌ وَثَامِنُهُمْ كَلْبُهُمْ قُلْ رَّبِّي أَعْلَمُ بِعَدَّتِهِمْ مَا يَعْلَمُهُمُ إِلَّا قَلِيلٌ فَلَا تُمَارِ فِيهِمْ
الْأَمْرَآءَ ظَاهِرًا وَلَا تَسْتَفْتِ فِيهِمْ مِنْهُمْ أَحَدًا﴾ [سورة كهف: ۲۲]

”بعض کہیں گے کہ وہ تین ہیں اور چوتھا ان کا کتا ہے اور بعض کہیں گے کہ وہ پانچ ہیں اور چھٹا ان کا کتا ہے۔ یہ لوگ بے تحقیق بات ہانک رہے ہیں اور بعض کہیں گے کہ وہ سات ہیں اور آٹھواں ان کا کتا ہے۔ (اے نبی!) کہہ دو، میرا رب ان کی تعداد خوب جانتا ہے، جبکہ تھوڑے ہی لوگ (حقیقتِ حال) جانتے ہیں۔ آپ اس سلسلے میں سرسری گفتگو ہی کریں اور ان میں سے کسی سے بھی اس کے متعلق دریافت نہ کریں۔“

اس آیت میں ہمیں یہ سکھایا گیا ہے کہ ایسے مقام میں کس ادب سے کام لینا اور کون سی روش اختیار کرنی چاہیے۔ اللہ تعالیٰ نے تین اقوال کا تذکرہ کیا ہے۔ پہلے دو قولوں کی تضعیف فرمائی ہے اور تیسرے قول پر سکوت برتا ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ یہی قول صحیح ہے، اس لیے کہ اگر یہ باطل ہوتا تو پہلے دونوں اقوال کی طرح اس کی بھی تردید فرمادی جاتی۔ پھر ہماری اس طرف رہنمائی کی گئی ہے کہ اصحاب کہف کی تعداد کا جاننا بے فائدہ ہے اور ایسے موقع پر ہمیں صرف یہ کہہ دینا مناسب ہے:

﴿قُلْ رَبِّيَ اعْلَمُ بِعَدَّتِهِمْ﴾ [”کہہ دو، میرا رب ان کی تعداد خوب جانتا ہے“]

اس آیت نے ہمیں یہ بھی تعلیم دی کہ جب کسی مختلف فیہ واقعہ کا تذکرہ کرو تو اسی جگہ تمام اقوال کا بھی تذکرہ کر کے صحیح قول کی طرف اشارہ کرو تا کہ بحث طوالت نہ پکڑے اور لوگ بے فائدہ قیل وقال میں پڑ کر اہم مسائل سے غافل نہ ہو جائیں۔

جب کسی مسئلہ میں آدی اختلاف کا تذکرہ کرتا ہے اور لوگوں کے تمام اقوال جمع نہیں کرتا تو کوتاہی کا مرتکب ہوتا ہے، کیونکہ ممکن ہے وہی قول حق ہو جسے چھوڑ دیا گیا ہے۔ اسی طرح اختلاف کا ذکر کر کے اگر صحیح قول کو بیان نہیں کرتا تو پھر بھی وہ کوتاہی کا شکار ہوتا ہے۔ اور اگر عمداً غیر صحیح کو صحیح بتاتا ہے تو جھوٹ جیسے گناہ کا مرتکب ٹھہرتا ہے اور اگر وہ اپنی جہالت کی وجہ سے ایسا کرتا ہے تو پھر بھی یہ اس کی غلطی ہے۔ اسی طرح جو شخص طویل اختلاف کا ذکر کرتا ہے یا ایسے بہت سے اقوال نقل کرنے بیٹھ جاتا ہے جو معنی کے لحاظ سے ایک دو قول ہی ہوتے ہیں، تو ظاہر ہے وہ اپنا وقت ضائع کرتا ہے اور جو کوئی غیر صحیح اقوال جمع کرتا ہے، وہ دعا بازی کا مرتکب ٹھہرتا ہے۔

تفسیر بالرائے حرام ہے:

قرآن مجید کی تفسیر (قرآن، حدیث، اقوال صحابہ و تابعین وغیرہ سے قطع نظر ہو کر) محض رائے سے کرنا حرام ہے۔ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ اللہ کے رسول ﷺ نے ارشاد فرمایا: ”جو شخص بغیر علم کے قرآن کے بارے گفتگو کرتا ہے، وہ اپنے لیے جہنم میں ٹھکانا بنا لے۔“ یہی روایت اور اسناد سے بھی مروی ہے۔ انہی روایات کی بنیاد پر اہل علم نے کہا ہے کہ صحابہ کرامؓ اس بارے بڑے سخت تھے کہ کوئی شخص بغیر علم کے قرآن کی تفسیر کرنے بیٹھ جائے۔ حضرت مجاہد، حضرت قتادہؓ وغیرہ نے بے شک تفسیریں کی ہیں مگر ان کے بارے یہ گمان بھی نہیں کیا جاسکتا کہ انہوں نے بغیر علم کے یا محض اپنی رائے سے تفسیر کر دی ہے۔ اور یہ بات بالکل واضح ہے کہ جو شخص محض اپنی رائے اور خیال سے قرآن کی تفسیر کرنے پر آمادہ ہو جاتا ہے، وہ ایک ایسی ذمہ داری اپنے سر لے لیتا ہے جس کا اسے کوئی علم نہیں اور وہ ایسی راہ پر چل نکلتا ہے جس کا اسے حکم نہیں دیا گیا۔ اب اگر وہ کوئی تفسیر صحیح بھی کر جاتا ہے تو پھر بھی غلطی ہی میں پڑا رہتا ہے کیونکہ اس کی بنیاد ہی غلط ہے۔

سلف صالحینؓ سے مروی روایات و آثار صحیحہ سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ بغیر علم کے (محض رائے سے) تفسیر قرآن میں دخل نہیں دیتے تھے۔ لیکن جس شخص کو شریعت اور لغت کے اعتبار سے علم حاصل ہو، اس کے لیے (رائے سے) تفسیر کرنے میں کوئی مضائقہ نہیں۔ یہی وجہ ہے کہ سلف صالحین سے بھی ایسی تفسیریں روایت ہوئی ہیں اور ان دونوں میں کوئی تضاد نہیں۔ وہ اس وقت رائے سے بات کرتے تھے جب انہیں اس کا علم ہوتا تھا اور جس کا علم نہیں ہوتا تھا، اس پر وہ سکوت کر لیتے تھے اور یہی سب پر واجب ہے۔

یہ بھی یاد رہے کہ جس طرح غیر معلوم چیز پر سکوت واجب ہے، اسی طرح علم ہونے کی صورت میں سوال ہونے پر جواب دینا بھی واجب ہے کیونکہ قرآن مجید میں ہے:

﴿لَتَبَيَّنَهُ لِّلنَّاسِ وَلَا تَكْمُمُونَهُ﴾ [سورة آل عمران: ۱۸۷]

”چاہیے کہ تم لوگوں کے لیے یہ (قرآن) واضح کرو اور اسے چھپاؤ نہیں۔“



قرآن پر عمل

عمل بالقرآن اور اس کی ضرورت و اہمیت:

ایک انسان کا قرآن مجید کے ساتھ چوتھا تعلق یہ ہے کہ وہ قرآن مجید کی تعلیمات پر عمل کرے۔ قرآن مجید پر ایمان لانا، اسے پڑھنا اور اس کے پیغام کو سمجھنے کی کوشش کرنا، یہ تمام مراحل اس لیے ہیں کہ قرآنی پیغام اور اس میں دیے گئے احکام و ہدایات پر عمل کیا جائے۔ اگر کوئی شخص قرآنی احکام پر عمل نہیں کرتا تو اس کا قرآن پر ایمان لانا یا بلا ناغہ اس کی تلاوت کرنا، اسے کچھ فائدہ نہ دے گا۔ اگر اسے قرآن کے احکام سے آگاہی نہیں تو اسے چاہیے کہ وہ ترجمہ و تفسیر کے ذریعے اس کے احکام کو سمجھنے کی کوشش کرے اور اگر وہ قرآنی احکام کو سمجھتا ہے مگر اس کے باوجود اپنی زندگی قرآن کے تابع نہیں کر دیتا تو یہ اس کے لیے انتہائی بدبختی کی بات ہے۔

وہ لوگ جو خدائی احکام کا علم رکھنے کے باوجود اس پر عمل نہیں کرتے، قرآن مجید انہیں سخت ناپسندیدگی کی نظر سے دیکھتا ہے اور انہیں اس گدھے کی مانند قرار دیتا ہے جس پر کتابوں کا بوجھ لدھا ہو مگر وہ گدھا ہونے کی وجہ سے اپنے اوپر لدھی کتابوں کو سمجھنے سے قاصر ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿مَثَلُ الَّذِينَ حُمِّلُوا التَّوْرَةَ ثُمَّ لَمْ يَحْمِلُوهَا كَمَثَلِ الْحِمَارِ يَحْمِلُ أَسْفَارًا بِمَثَلِ الْقَوْمِ الَّذِينَ كَذَّبُوا بِآيَاتِ اللَّهِ وَاللَّهُ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الظَّالِمِينَ﴾ [سورة الجمعة: ۵]

”جن لوگوں کو تورات پر عمل کرنے کا حکم دیا گیا پھر انہوں نے اس پر عمل نہیں کیا، ان کی مثال اس گدھے کی سی ہے جو بہت سی کتابیں لادے ہو۔ اللہ کی باتوں کو جھٹلانے والوں کی بڑی بری مثال ہے اور اللہ (ایسی) ظالم قوم کو ہدایت نہیں دیتا۔“

قرآنی احکام پر عمل نہ کرنے والوں کی سزا:

جو مسلمان قرآن مجید کے احکام پر عمل نہیں کرتے، نبی کریم ﷺ نے بھی انہیں نہایت ناپسند کیا ہے اور ان

کے لیے سخت عذاب کا ذکر کیا ہے، بطور مثال چند احادیث ملاحظہ فرمائیں:

(۱): ((عَنْ سَمُرَةَ بْنِ جُنْدَبٍ ۖ قَالَ كَانَ النَّبِيُّ ﷺ إِذَا صَلَّى صَلَاةً أَقْبَلَ عَلَيْنَا بِوَجْهِهِ فَقَالَ: مَنْ رَأَى مِنْكُمْ اللَّيْلَةَ رُؤْيَا؟ قَالَ: فَإِنْ رَأَى أَحَدٌ قَصَّهَا فَيَقُولُ مَا شَاءَ اللَّهُ، فَسَأَلْنَا يَوْمًا فَقَالَ: هَلْ رَأَى أَحَدٌ مِنْكُمْ رُؤْيَا؟ قُلْنَا: لَا، قَالَ: لَكُنِّي رَأَيْتُ اللَّيْلَةَ رَجُلَيْنِ آتَيْنِي فَأَخَذَا بِيَدِي فَأَخْرَجَانِي إِلَى الْأَرْضِ الْمُقَدَّسَةِ فَأَنطَلَقْنَا حَتَّى آتَيْنَا عَلَى رَجُلٍ مُصْطَبِحٍ عَلَى قَفَاهُ وَرَجُلٍ قَامِمٍ عَلَى رَأْسِهِ بِفَهْرٍ أَوْ صَخْرَةٍ فَيَشْدُخُ بِهِ رَأْسَهُ وَعَادَ رَأْسَهُ كَمَا هُوَ فَعَادَ إِلَيْهِ فَصْرَبَهُ قُلْتُ مَنْ هَذَا؟ قَالَ: وَالَّذِي رَأَيْتُهُ يُشْدُخُ رَأْسَهُ فَرَجُلٌ عَلَّمَهُ اللَّهُ الْقُرْآنَ فَنَامَ عَنْهُ بِاللَّيْلِ وَلَمْ يَعْمَلْ فِيهِ بِالنَّهَارِ يُفْعَلُ بِهِ إِلَى يَوْمِ الْقِيَامَةِ))

”حضرت سمرہ بن جندب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نماز فجر پڑھنے کے بعد (عموماً) ہماری طرف منہ کر کے بیٹھ جاتے اور پوچھتے کہ آج رات کسی نے کوئی خواب دیکھا ہو تو بیان کرے۔ حضرت سمرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ اگر کسی نے خواب دیکھا ہو تو وہ آپ کے سامنے اسے بیان کر دیتا اور آپ اس کی وہ تعبیر فرماتے جو اللہ کو منظور ہوتی۔ ایک دن آپ نے حسب معمول ہم سے پوچھا کہ آج رات کسی نے خواب دیکھا ہے؟ ہم نے عرض کیا نہیں، تو آپ نے فرمایا کہ آج میں نے خواب میں دیکھا کہ دو آدمی میرے پاس آئے اور میرا ہاتھ پکڑ کر وہ مجھے ارض مقدسہ کی طرف لے گئے۔ (اور وہاں سے مجھے عالم بالا کی سیر کرائی)..... ہم ایک شخص کے پاس آئے جو سر کے بل لیٹا ہوا تھا اور دو سر اٹھنے سے ایک بہت بڑا پتھر لیے اس کے سر پر کھڑا تھا۔ اس پتھر سے وہ لیٹے ہوئے شخص کے سر کو پکڑتا، چنانچہ جب وہ اس کے سر پر پتھر مارتا تو وہ پتھر اس کے سر پر لگنے کے بعد دور جا گرتا اور وہ آدمی پھر اس پتھر کو اٹھا لاتا۔ ابھی وہ پتھر لے کر واپس نہیں آتا تھا کہ اس کا سر پھر پہلے کی طرح درست ہو جاتا۔ میں نے ان سے پوچھا کہ یہ کون ہے؟..... انہوں نے کہا: یہ شخص جسے تم نے دیکھا کہ اس کا سر پتھر کے ساتھ چلا جا رہا ہے، یہ ایک ایسا شخص تھا جسے اللہ تعالیٰ نے قرآن کا علم دیا مگر وہ رات کو سویا رہتا اور دن کو بھی قرآن پر عمل نہ کرتا۔ اسے تا قیامت اسی طرح یہ عذاب ہوتا رہے گا۔“ (۱)

(۲): عَنْ أَنَسٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ: آتَيْتُ لَيْلَةَ أُسْرَى بِي عَلَى قَوْمٍ تُقْرَضُ شِفَاهُهُمْ

(۱) [صحیح بخاری، کتاب الجنائز (باب ۹۳ - ح ۱۳۸۶)]

بِمَقَارِضٍ مِنْ نَارٍ كَلَّمَائِرٍ ضُكَّتْ وَفُتَّ فَعَلْتُ يَا جِبْرِيلُ! مَنْ هُوَ لَا؟ قَالَ: خُطْبَاءُ أُمَّتِكَ الَّذِينَ يَقُولُونَ مَا لَا يَفْعَلُونَ وَيَقْرَأُونَ كِتَابَ اللَّهِ وَلَا يَعْمَلُونَ بِهِ))

”حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ اللہ کے رسول ﷺ نے ارشاد فرمایا: معراج کی رات میرا گزر ایک ایسی قوم پر ہوا جن کے ہونٹ آگ کی قینچیوں سے کاٹے جا رہے ہیں اور جب وہ کاٹے جاتے ہیں تو دوبارہ صحیح ہو جاتے ہیں (ان کے ساتھ مسلسل ایسا ہو رہا ہے) میں نے جبریل سے پوچھا کہ یہ کون لوگ ہیں؟ انہوں نے جواب دیا کہ یہ آپ کی امت کے وہ خطیب ہیں جو ایسی باتیں کرتے جن پر ان کا عمل نہیں تھا اور جو اللہ کی کتاب (قرآن) پڑھتے تھے مگر اس پر عمل نہیں کرتے تھے۔“^(۱)

(۳): عن ابی ہریرۃؓ قال قال رسول اللہ ﷺ: إِنْ أَوَّلَ النَّاسِ يُقْضَىٰ عَلَيْهِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ رَجُلٌ تَعَلَّمَ عِلْمًا وَعَلَّمَهُ وَقَرَأَ الْقُرْآنَ فَأَتَىٰ بِهِ فَعَرَفَهُ نِعْمَةً فَعَرَفَهَا، قَالَ: فَمَا عَمِلْتَ فِيهَا؟ قَالَ: تَعَلَّمْتُ الْعِلْمَ وَعَلَّمْتُهُ وَقَرَأْتُ فِيكَ الْقُرْآنَ، قَالَ: كَذَبْتَ وَلَكِنَّكَ تَعَلَّمْتَ الْعِلْمَ لِئِقَالَ عَالِمٍ وَقَرَأْتَ الْقُرْآنَ لِئِقَالَ هُوَ قَارِعٌ فَقَدْ قِيلَ لَمْ أَمْرٌ بِهِ فَسُحِبَ عَلَيَّ وَجْهِهِ حَتَّىٰ أَلْقَىٰ فِي النَّارِ))

”حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ اللہ کے رسول ﷺ نے ارشاد فرمایا: روز قیامت سب سے پہلے جس شخص سے حساب لیا جائے گا، وہ ایک ایسا شخص ہوگا جس نے خود بھی علم سیکھا اور دوسروں کو بھی سکھایا، اللہ تعالیٰ اسے اپنی نعمتیں گنوائے گا اور وہ ان نعمتوں کا اقرار کرے گا، پھر اللہ تعالیٰ اس سے پوچھے گا کہ بتا، ان نعمتوں کا حق ادا کرنے کے لیے تو نے کیا عمل کیا؟ وہ کہے گا کہ میں نے علم حاصل کیا اور آگے لوگوں کو سکھایا اور میں نے تیری رضا کی خاطر قرآن مجید پڑھا۔ اللہ تعالیٰ فرمائیں گے کہ تو جھوٹ بولتا ہے، کیونکہ تو نے اس لیے علم حاصل کیا کہ تجھے (دنیا میں) عالم کہا جائے اور تو نے اس لیے قرآن پڑھا کہ تجھے قاری کہا جائے اور یہ سب تجھے (دنیا میں) کہا گیا۔ پھر حکم دیا جائے گا اور اس شخص کو منہ کے بل گھیٹ کر جہنم میں ڈال دیا جائے گا۔“^(۲)

(۴): ((عن ابی سعیدؓ يقول قال رسول اللہ ﷺ:..... إِنَّهُ يُخْرَجُ مِنْ ضِئْضِئِي هَذَا قَوْمٌ يَتْلُونَ كِتَابَ اللَّهِ رَطْبًا لَا يُجَاوِرُونَ حَنَاجِرَهُمْ يَمْرُقُونَ مِنَ الدِّينِ كَمَا يَمْرُقُ السُّهُمُ مِنَ الرَّمِيَّةِ))

(۲) [مختصر صحیح مسلم، اللالبانی (ح ۱۰۸۹)]

(۱) [صحیح الجامع الصغیر، اللالبانی (ح ۱۲۸)]

”حضرت ابوسعید رضی اللہ عنہ، بیان کرتے ہیں کہ اللہ کے رسول ﷺ نے (ایک منافق کے بارے) ارشاد فرمایا: اس کی نسل سے ایسے لوگ پیدا ہوں گے جو اللہ کی کتاب کو خوب سُراور خوش الحانی سے پڑھیں گے مگر قرآن مجید ان کے حلق سے نیچے نہیں اترے گا۔ یہ دین سے اس طرح نکل چکے ہوں گے جس طرح تیرشکار سے پار نکل جاتا ہے۔“ (۱)

اس حدیث میں آنحضرت ﷺ نے قرآنی احکام پر عمل نہ کرنے والوں کو گویا منافق قرار دیا ہے۔ یہی بات درج ذیل حدیث میں اس طرح بیان کی گئی ہے:

(۵) : ((عن عبد الله بن عمر قال قال رسول الله ﷺ: أَكْثَرُ مُنَافِقِي أُمَّتِي قُرْأَهُ هَا))

”حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ اللہ کے رسول ﷺ نے ارشاد فرمایا: میری امت کے بیشتر منافق، قاری قرآن ہوں گے۔“ (۲) یعنی قرآن پڑھنے اور پڑھانے والے۔

تلاوت قرآن کا اجر بھی اسے ملے گا جو قرآن پر عمل کرے:

بہت سی احادیث میں قرآن مجید کی تلاوت پر بے انتہا اجر و ثواب اور فضیلت بیان ہوئی ہے جس کے پیش نظر ایک مسلمان قرآن مجید کی تلاوت کا اہتمام تو ضرور کر لیتا ہے مگر قرآن کی زبان سے ناواقف ہونے کی وجہ سے وہ اس میں دیے گئے احکام و ہدایات سمجھنے سے قاصر رہتا ہے۔ اس میں شک نہیں کہ تلاوت قرآن کا بھی بہت اجر و ثواب اور اہمیت ہے مگر اصل اہمیت اس بات کو حاصل ہے کہ قرآن مجید کے احکام پر پورا پورا عمل کیا جائے۔ تلاوت قرآن کا اجر و ثواب بھی اسے ہی ملے گا جو قرآنی احکام پر بھی عمل کرتا ہے مگر جو قرآن پر عمل نہیں کرتا، اسے نہ قرآن کی تلاوت کا کوئی فائدہ ہے اور نہ اسے حفظ کرنے کا۔ درج ذیل احادیث سے یہی بات معلوم ہوتی ہے:

(۱) : ((عن ابى موسى عن النبى ﷺ:)) (الْمُؤْمِنُ الَّذِي يَقْرَأُ الْقُرْآنَ وَيَعْمَلُ بِهِ

كَالْآتُرَةِ جَدَّةٍ طَعْمُهَا طَيِّبٌ وَرِيحُهَا طَيِّبٌ وَالْمُؤْمِنُ الَّذِي لَا يَقْرَأُ الْقُرْآنَ وَيَعْمَلُ بِهِ كَالْأَثْمَرَةِ))

”حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ، بیان کرتے ہیں کہ اللہ کے رسول ﷺ نے ارشاد فرمایا: جو مؤمن قرآن پڑھتا ہے اور اس کے مطابق عمل کرتا ہے، اس کی مثال گندم کے دانے کی سی ہے کہ جس کی خوشبو بھی عمدہ ہے

(۱) [صحیح بخاری، کتاب المغازی، باب بعث علی بن ابی طالب (ح-۴۳۵۱)]

(۲) [صحیح الجامع الصغیر (ح-۱۲۱۴)]

اور ذائقہ بھی عمدہ اور جو مومن قرآن نہیں پڑھتا لیکن اس پر عمل کرتا ہے اس کی مثال چھوہارے (خشک کھجور) کی سی ہے کہ جس کی خوشبو تو نہیں ہوتی مگر ذائقہ لذیذ ہوتا ہے۔“ (۱)

اس روایت سے معلوم ہوا کہ تلاوت قرآن کا اصل فائدہ تب ہے جب قرآنی احکام پر عمل بھی کیا جائے، بلکہ عمل کی اہمیت تلاوت سے بڑھ کر ہے، اس لیے کہ بغیر عمل کے تلاوت کا کچھ فائدہ نہیں مگر عمل کا فائدہ تلاوت کے بغیر بھی ثابت ہے۔

(۲)..... ((عن السنو اس بن سماعان قال سمعت النبی ﷺ یقول: یُوْنی بالقرآنِ یومَ القیامَةِ وأهلِهِ الذینَ كانوا یعملونَ بہ تَقَدُّمُهُ سُورَةُ البَقَرَةِ وَأَلْ عَمْرَانَ کَانَهُمَا عَمَامَتَانِ أَوْ ظَلْمَانِ سَوْدَاوَانِ بَيْنَهُمَا شَرْقٌ أَوْ کَانَهُمَا فِرْقَانِ مِنْ طَبَرِ صَوَافِ تَحَاجَّانِ عَنْ صَاحِبِهِمَا))

”حضرت نو اس بن سماعان رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے نبی ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ قیامت کے روز قرآن مجید اور وہ لوگ جو اس کے مطابق عمل کیا کرتے تھے، لائے جائیں گے اور ان کے آگے آگے سورہ بقرہ اور آل عمران ہوں گی۔ اس طرح کہ گویا وہ دو بادل ہیں یا دو سائبان ہیں جن کے اندر چمک اور روشنی ہے یا وہ پرندوں کے دو جھنڈ ہیں جو اپنے پر پھیلائے ہوئے ہیں۔ یہ دونوں سورتیں اپنے پڑھنے والوں کے حق میں حجت پیش کریں گی۔“ (۲)

اس حدیث میں بھی یہی وضاحت ہے کہ قیامت کے روز قرآن مجید ان لوگوں کے حق میں نور، رحمت اور گواہ بن کر آئے گا جو اس کے مطابق عمل کیا کرتے تھے۔

(۳) : حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ اللہ کے رسول ﷺ فرمایا: ”اللہ کے گھروں (مسجدوں) میں سے جس کسی گھر میں کچھ لوگ جمع ہو کر اللہ کی کتاب کی تلاوت کرتے اور ایک دوسرے کو پڑھتے پڑھاتے ہیں، وہاں (اللہ تعالیٰ کی طرف سے) سکینت نازل ہوتی ہے اور انہیں اللہ کی رحمت ڈھانپ لیتی ہے اور فرشتے ان کے گرد گھیرا ڈال لیتے ہیں اور اللہ تعالیٰ ان لوگوں کا ذکر ان (فرشتوں) کے پاس کرتے ہیں جو اللہ کے ہاں موجود ہیں۔ (اور سنو!) جس شخص کو اس کے عمل نے پیچھے رکھا، اسے اس کا حسب و نسب آگے نہیں بڑھا سکے گا۔“ (۳)

(۱) | صحیح بخاری، کتاب فضائل القرآن، باب البکاء عند قراءۃ القرآن (ج- ۵۰۹) |

(۲) | صحیح مسلم، کتاب صلاة المسافرين، باب فضل قراءۃ القرآن وسورة البقرة (ج- ۸۰۵) |

(۳) | صحیح مسلم: کتاب الذکر والدعاء: باب فضل الاجتماع علی تلاوة القرآن وعلی الذکر (ج- ۲۶۹۹) |

اس حدیث میں قرآن مجید پڑھنے پڑھانے کی فضیلت کے ساتھ اس طرف بھی اشارہ کر دیا گیا کہ اللہ کے ہاں معیارِ فضیلت نیک اعمال کی کثرت ہے۔ اگر کوئی شخص قرآن مجید پڑھنے پڑھانے کے باوجود اس پر عمل نہیں کرتا تو پھر اس کی تلاوت یا اس کا حسب و نسب یا مال و دولت وغیرہ اللہ کے ہاں اس کی قدر و منزلت نہیں بڑھا سکتے۔

(۴): ((عن جابر قال قال رسول الله ﷺ: الْقُرْآنُ شَافِعٌ مُشَفَّعٌ وَمَا حِلٌّ مُصَدِّقٌ مَنْ جَعَلَهُ أَمَامَهُ فَادَّهُ إِلَى الْجَنَّةِ وَمَنْ جَعَلَهُ خَلْفَهُ ظَهَرَ سَاقَهُ إِلَى النَّارِ))^(۱)

”حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا: قرآن مجید (روزِ قیامت اپنے پڑھنے والوں کی) سفارش کرے گا اور اس کی سفارش قبول کی جائے گی۔ اور (اپنے پڑھنے والے کے حق میں) یہ جھگڑا کرے گا اور اس کی بات مانی جائے گی۔ جس نے اس قرآن کو اپنا رہبر و رہنما بنا لیا، اسے یہ جنت میں لے جائے گا اور جس نے اسے پس پشت ڈال دیا، اسے یہ جہنم میں لے جائے گا۔“

قرآن پر عمل اور ہماری صورتحال:

نہایت افسوس کے ساتھ یہ کہنا پڑتا ہے کہ ہم قرآن مجید کی طرف توجہ نہیں دیتے۔ قرآن پر عمل ہماری زندگیوں سے غائب ہے۔ ہم نے قرآن مجید کو محض دم درود، تعویذ گندے اور ایصالِ ثواب کی کتاب سمجھ رکھا ہے۔ آفات و بلیات اور نزع کی سختیاں دور کرنا مقصود ہو یا میت کی بخشش اور اسے ثواب پہنچانا مطلوب ہو، ہم چند ٹکے دے کر دوسروں سے قرآن پڑھوا لیتے ہیں جب کہ انفرادی و اجتماعی زندگی میں وہ تبدیلی جس کا قرآن مجید اصلاً ہم سے مطالبہ کرتا ہے، پیدا کرنے کے لیے تیار نہیں!.....

ہماری گھریلو (خانگی) زندگی قرآنی احکام سے یکسر خالی ہے، تجارت و معیشت میں ہم قرآنی احکام کو نظر انداز کیے ہوئے ہیں، ہماری سیاست قرآنی اصولوں کی دھجیاں بکھیر رہی ہے، ہماری تعلیمی پالیسیوں میں قرآن سے استفادہ نہیں کیا جا رہا، ہمارا رہن سہن اور طرز معاشرت قرآن کے مطابق نہیں رہا۔ گویا قرآن مجید کی موجودگی کے باوجود ہم اس سے فیض اٹھانے سے محروم ہیں۔ یہ ہماری بدبختی ہے کہ ہم نے قرآن مجید کو اپنی عملی زندگی سے خارج کر رکھا ہے اور یہی وجہ ہے کہ آج ہم دنیا میں ذلت و رسوائی اور تنزل و پستی کا شکار ہو چکے ہیں۔

(۱) [صحیح ابن حبان (ج ۱ ص ۳۳۱)]

حضور نبی کریم ﷺ نے سچ فرمایا تھا:

((إِنَّ اللَّهَ يَرْفَعُ بِهَذَا الْكِتَابِ أَقْوَامًا وَيَضَعُ بِهِ الْآخَرِينَ))

”اللہ تعالیٰ اس قرآن کے ذریعے بعض لوگوں کو بلندی عطا کرتے ہیں اور اسی کے ذریعے بعض لوگوں کو ذلت اور پستی میں دکھیل دیتے ہیں۔“^(۱)

جو لوگ اس قرآن کو انفرادی و اجتماعی ہر لحاظ سے کتاب ہدایت سمجھتے ہوئے اسے اپنی زندگیوں میں نافذ کر لیں، اسے اپنا ہادی و رہنما قرار دے لیں، اس کے احکام و تعلیمات کی روشنی سے اپنے معاشرے منور کر لیں تو یقیناً انہیں اس قرآن پر عمل کی برکت سے اللہ تعالیٰ عزت و بلندی عطا فرمائیں گے اور جو لوگ ایسا نہیں کریں گے، انہیں دنیا و آخرت ہر جگہ ذلت و رسوائی کا سامنا کرنا پڑے گا۔

قرآن مجید میں چند ایسے بندھیوں کا ذکر ہے جو قرآنی احکام سے روگردانی کرتے رہے اور روز قیامت جب انہیں عذاب دیا جائے گا تو وہ حسرت کے ساتھ کہیں گے کاش! ہم نبی کی بات مانتے اور اس کے راستے پر چلتے۔ نبی کریم ﷺ بھی ان کے خلاف اللہ کی عدالت میں یہ استغاثہ دائر کریں گے کہ یا اللہ! ان لوگوں نے قرآن مجید کو چھوڑ دیا تھا، ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿وَيَوْمَ يَعْصُ الظَّالِمُ عَلَى يَدَيْهِ يَلْتَمِسُ أُنحَدْتُ مَعَ الرَّسُولِ سَبِيلًا يُؤَيِّلُنِي لَيْتَنِي لَمْ أَتَّخِذْ فُلَانًا خَلِيلًا لَقَدْ أَضَلَّنِي عَنِ الذِّكْرِ بَعْدَ إِذْ جَاءَنِي وَكَانَ الشَّيْطَانُ لِلْإِنْسَانِ خَلُولًا وَقَالَ

الرَّسُولُ يَا رَبِّ إِنَّ قَوْمِي اتَّخَذُوا هَذَا الْقُرْآنَ مَهْجُورًا﴾ [سورة الفرقان: ۲۷ تا ۳۰]

”اور اس دن ظالم شخص اپنے ہاتھوں کو چبا چبا کر کہے گا: ”ہائے کاش! میں نے اللہ کے رسول کی راہ اختیار کی ہوتی، ہائے افسوس! کاش کہ میں نے فلاں کو دوست نہ بنایا ہوتا، اس نے تو مجھے گمراہ کر دیا کہ نصیحت میرے پاس آ پہنچی تھی اور شیطان تو انسان کو (وقت پر) دغا دینے والا ہے۔“ اور رسول کہے گا: ”اے میرے پروردگار! بے شک میری امت نے اس قرآن کو چھوڑ رکھا تھا۔“

یہی نہیں بلکہ خود قرآن بھی ایسے لوگوں کے خلاف گواہ بن کر کھڑا ہوگا جیسا کہ درج ذیل حدیث میں ہے:

(۱): ((عن ابی مالک الاشعری قال قال رسول اللہ ﷺ: الْقُرْآنُ حُجَّةٌ لَكَ أَوْ عَلَيْكَ))^(۲)

(۱) [صحیح مسلم، کتاب صلوٰۃ المسافرین، باب فضل من يقوم بالقرآن ویعلمہ (ح ۸۱۷)]

(۲) [صحیح مسلم، کتاب الطہارۃ، باب فضل الوضوء (ح ۲۲۳) احمد (ح ۵ ص ۳۴۲)]

”حضرت ابو مالک اشعری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ اللہ کے رسول ﷺ نے ارشاد فرمایا: قرآن مجید (روزِ قیامت) تمہارے حق میں گواہی دے گا یا پھر تمہارے خلاف گواہی دے گا۔“

مطلب یہ کہ اگر تم قرآن مجید سے محبت رکھو گے، اسے پڑھو گے، اس کی تعلیمات پر عمل کرو گے تو روزِ قیامت یہ تمہارے حق میں گواہ بن جائے گا اور اللہ کے دربار میں تبارہی سفارش کرے گا اور اگر تم اس سے اعراض کرو گے اور اس کی تلاوت اور اس کے احکام پر عمل چھوڑ دو گے تو روزِ قیامت یہ تمہارے خلاف اللہ کی عدالت میں گواہ بن کر پیش ہوگا۔

ایک چھوٹی سی مثال:

قرآن مجید سے ہماری بے رغبتی کا حال کیا ہے، اس کا اندازہ اس چھوٹی سی مثال سے بخوبی کیا جاسکتا ہے۔ مجھے لاہور کے ایک پبلشر نے بتایا کہ ”ایک روز خلاف معمول میں گھر سے جلدی دکان پر چلا گیا۔ صبح ہی صبح ایک ضعیف العرش شخص میری دکان پر آیا اور کہنے لگا چھوٹے سائز میں سب سے سستا قرآن مجید دکھاؤ۔ میں نے چھوٹے سائز کے کئی نسخے نکال کر اس کے سامنے رکھ دیے اور ساتھ ہی ان کی قیمت بھی بتادی۔ اس نے ان میں سے سب سے کم قیمت والا نسخہ اٹھایا اور اسے کھول کر ورق گردانی کرنے لگا۔ اسی دوران اس نے کسی شخص کا نام لے کر اسے برا بھلا کہنا شروع کر دیا اور گالی نکالتے ہوئے کہنے لگا: اب میں دیکھوں گا کہ وہ یہ مقدمہ کیسے جیتے گا۔ میں نے دیکھا کہ اس نے قرآن مجید بھی الٹا پکڑ رکھا تھا، چنانچہ میں نے یہ کہتے ہوئے قرآن مجید کا وہ نسخہ اس کے ہاتھ سے واپس کھینچ لیا کہ بابا! یہ اللہ کی کتاب ہے اور تم اسے ہاتھ میں پکڑ کر گندی گالیاں بک رہے ہو۔“

اندازہ کیجیے کہ نہ ہمیں قرآن مجید پڑھنے آتا ہے اور نہ اس کے آداب کا کچھ خیال ہے اور چھوٹی گواہی دینے یا چھوٹی قسم کھانے کے لیے ہم بلا سوچے سمجھے اسے اٹھالیتے ہیں.....!!

اللہ کے رسول کا قرآن مجید پر عمل:

قرآن مجید جبریل امین کے ذریعے نبی کریم ﷺ پر نازل ہوا اور آپ قرآن مجید کے ہر حکم پر سب سے پہلے خود عمل کرتے۔ قرآن مجید پر آپ کے عمل کی نوعیت ایسی تھی کہ جب سعد بن ہشام بن عامر نامی ایک تابعی نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس آ کر یہ سوال کیا کہ ”مجھے اللہ کے رسول ﷺ کے اخلاق و کردار

کے بارے میں بتائیے؟“ تو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو یہ کہنا پڑا کہ ”کیا تم قرآن نہیں پڑھتے؟“ اس نے کہا: کیوں نہیں۔ تو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے جواب دیا:

((فَإِنَّ خُلُقَ نَبِيِّ اللَّهِ كَانَ الْقُرْآنَ))

”قرآن مجید ہی تو اللہ کے نبی ﷺ کا اخلاق تھا۔“^(۱)

مطلب یہ کہ جو کچھ قرآن مجید میں کہا گیا، وہ سب اللہ کے رسول ﷺ کی زندگی میں دکھائی دیتا تھا کیونکہ آپ صرف زبانی طور پر قرآن مجید کی تعلیم دینے ہی نہیں آئے تھے بلکہ امت کے لیے ایک عملی نمونہ بنا کر بھی بھیجے گئے تھے۔ اس لیے قرآن مجید میں جن کاموں کے کرنے کا حکم دیا گیا، آپ خود سب سے پہلے اور سب سے بڑھ کر ان پر عمل کرتے۔ جن کاموں سے بچنے کا حکم دیا گیا، آپ خود سب سے پہلے اور سب سے زیادہ ان سے اجتناب فرماتے۔ جن صفاتِ حسنہ کو اپنانے کا حکم دیا گیا، آپ سب سے پہلے اپنے آپ کو ان سے متصف فرماتے۔ جن اخلاقی سیرے سے اجتناب کرنے کا حکم دیا گیا، آپ خود سب سے پہلے ان سے اجتناب فرماتے اور دوسروں کے لیے بھی انہیں ناپسند فرماتے۔

قرآن مجید کے بہت سے احکام ایسے ہیں کہ جب تک ان کے بارے میں یہ معلوم نہ ہو جائے کہ اللہ کے رسول ﷺ نے انہیں کیسے سمجھا اور ان پر کیسے عمل کیا، تب تک ہم بھی انہیں نہ صحیح طور پر سمجھ سکتے ہیں اور نہ ہی منشاءِ خداوندی کے مطابق ان پر عمل کر سکتے ہیں۔ یہی وجہ ہے قرآن فہمی کے لیے اللہ کے رسول ﷺ کی سیرت کا مطالعہ بھی ضروری ہے تاکہ آپ کے اقوال و افعال کی روشنی میں قرآنی احکام کو سمجھا جاسکے۔ آئندہ سطور میں اس سلسلہ میں چند مثالیں اور عملی نمونے ذکر کیے جا رہے ہیں:

پہلی مثال:

قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے بار بار اپنی عبادت کا حکم دیا ہے مثلاً ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿بَلِ اللّٰهِ فاعْبُدْ وَكُنْ مِنَ الشَّاكِرِينَ﴾ [سورة الزمر: ۶۶]

”بلکہ اللہ ہی کی عبادت کیجیے اور شکر گزاروں میں سے ہو جائیے۔“

عبادت کے بارے میں ایک طرف یہ قرآن مجید کا عمومی حکم ہے، ادھر نبی کریم ﷺ کی سیرت کا ہم

(۱) | صحیح مسلم، کتاب صلاة المسافرين، باب جامع صلاة الليل..... (۷۴۶)

مطالعہ کرتے ہیں تو ہمیں معلوم ہوتا ہے کہ اللہ کے رسول ﷺ فرض عبادت کے علاوہ نفل عبادت کا بھی اس قدر اہتمام فرماتے کہ آپ کے پاؤں مبارک سوج جاتے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا اور دیگر صحابہ رضی اللہ عنہم آپ سے کہتے کہ اے اللہ کے رسول! جب اللہ نے آپ کے اگلی پچھلی سارے لغزشیں معاف فرمادی ہیں تو پھر آپ اتنا تکلف اور اتنی مشقت کیوں فرماتے ہیں؟ تو آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

﴿أَفَلَا أَكُونُ عَبْدًا شَكُورًا﴾

”(جب اللہ نے مجھ پر اتنا انعام واکرام کیا ہے) تو کیا میں اللہ کا شکر گزار بندہ بن کر نہ دکھاؤں۔“^(۱)

دوسری مثال:

قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے بارہا اپنی حمد و تسبیح کا حکم دیا مثلاً ارشاد ہوتا ہے:

﴿فَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ وَتَكُنْ مِنَ الشَّاكِرِينَ﴾ [سورة الحجر: ۹۸]

”پس اپنے رب کی حمد بیان کرو اور سجدہ کرنے والوں میں سے ہو جاؤ۔“

اس قرآنی حکم کے بعد جب ہم نبی کریم ﷺ کی سیرت طیبہ کا مطالعہ کرتے ہیں تو ہمیں معلوم ہوتا ہے کہ آپ اٹھتے بیٹھے، سوتے جاگتے، کھاتے پیتے غرضیکہ ہر وقت اللہ کی حمد و ثنا کرتے اور لمحہ بھر کے لیے بھی اللہ کی یاد سے غافل نہ ہوتے۔ آپ کی رفیقہ حیات حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے اس کا صحیح نقشہ کھینچا ہے، آپ فرماتی ہیں کہ

﴿كَانَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ يَذْكُرُ اللَّهَ عَلَى كُلِّ أَحْيَانِهِ﴾

”اللہ کے رسول ﷺ ہر وقت اللہ کے ذکر میں مصروف رہتے تھے۔“^(۲)

اس قرآنی حکم پر عمل کرنے کی اس سے بڑھ کر مثال اور کیا ہو سکتی ہے.....!

تیسری مثال:

قرآن مجید میں دین کی نشر و اشاعت اور سر بلندی کے لیے دعوت و تبلیغ اور جہاد و قتال کا بے شمار مواقع پر حکم دیا گیا ہے۔ چنانچہ ہم دیکھتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ کی پوری زندگی اقامت دین میں صرف ہوئی۔ کبھی آپ مکہ کی وادیوں اور پہاڑوں میں تبلیغ دین میں مصروف نظر آتے ہیں، کبھی رخت سفر باندھے مکہ کے اطراف

(۱) [صحیح مسلم، کتاب صفات المنافقین، باب اکتفاء الاعمال (ح- ۲۸۱۹، ۲۸۲۰)]

(۲) [صحیح مسلم، کتاب الحيض: باب ذكر الله تعالى في حال الحنابة وغيرها (ح- ۳۷۳)]

واکناف سے باہر دکھائی دیتے ہیں، کبھی خاندان کے لوگوں کو جمع کر کے انہیں دین کی باتیں بتا رہے ہیں، کبھی مسافروں، راہگیروں، اور حاجیوں کے قافلوں سے جو گفتگو ہیں اور جب اقامت دین کے لیے جہاد کا حکم آیا تو ہم دیکھتے ہیں کہ آپ کی پوری مدنی زندگی دشمنوں سے جہاد و قتال، غزوات و سرایا اور جنگی مہمات میں صرف ہو رہی ہے.....!!

چوتھی مثال:

قرآن مجید میں عدل و انصاف کا حکم دیا گیا ہے اور یہاں تک کہا گیا ہے کہ اپنے دشمنوں سے بھی انصاف کرو مثلاً ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا كُونُوا قَوْمِينَ لِلَّهِ شُهَدَاءَ بِالْقِسْطِ وَلَا يَجْرِمَنَّكُمْ شَنَا نُ قَوْمٍ عَلَىٰ آلَا تَعْدِلُوا اِعْدِلُوا هُوَ أَقْرَبُ لِلتَّقْوَىٰ وَاتَّقُوا اللَّهَ إِنَّ اللَّهَ خَبِيرٌ بِمَا تَعْمَلُونَ ﴾ [سورة المائدة: ۸۰]

”اے لوگو! جو ایمان لائے ہو، اللہ کی خاطر انصاف پر قائم رہنے والے اور انصاف کی گواہی دینے والے بنو۔ کسی گروہ کی دشمنی تم کو اتنا مشتعل نہ کر دے کہ تم انصاف سے پھر جاؤ۔ عدل کرو، یہ تقویٰ (اللہ تعالیٰ سے ڈرنے) کے بہت قریب ہے۔ اللہ سے ڈر کر کام کرتے رہو، جو کچھ تم کرتے ہو، اللہ اس سے پوری طرح باخبر ہے۔“

جب ہم نبی کریم ﷺ کی سیرت کا مطالعہ کرتے ہیں تو ہم دیکھتے ہیں کہ آپ کے عدل و انصاف سے متاثر ہو کر دشمن بھی حیران و ششدر رہ گئے۔ ایک موقع پر ایک بڑے اور معزز خاندان کی عورت چوری کے جرم میں پکڑی گئی چنانچہ بطور سزا آپ نے اس کا ہاتھ کاٹنے کا فیصلہ کر دیا مگر اس خاندان کے لوگوں نے اسے اپنے خاندان کی توہین سمجھا اور کوشش کی کہ کسی طرح سے یہ عورت سزا سے بچ جائے۔ اس مقصد کے لیے انہوں نے آنحضرت ﷺ کے ایک محبوب صحابی حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ کو آپ کی خدمت میں بھیجا تاکہ وہ آپ سے معافی کی سفارش کرے۔ یہ صورت حال دیکھ کر آپ ﷺ نے فرمایا:

((أَتَسْفَعُ فِي حِلِّ مَنْ حَلَّوْا اللَّهُ يَا أَسَامَةَ؟ وَإِنَّ اللَّهَ لَوَاقٍ فَاطِمَةَ بِنْتِ مُحَمَّدٍ سَرَقَتْ لِقَطْعِ مُحَمَّدٍ يَدَهَا))^(۱)

(۱) [صحيح بخارى: كتاب الحدود: باب كراهية الشفاعة في الحد اذا رفع الى السلطان (ح ۶۷۸۸) صحيح

مسلم: كتاب الحدود: باب قطع المارق الشويف وغيره (ح ۶۷۸۸) (۱)

”اے اسامہ! کیا تم اللہ کی حدود میں سفارش کر رہے ہو؟..... اللہ کی قسم! اگر محمد (ﷺ) کی اپنی بیٹی فاطمہ بھی چوری کرتی، تو محمدؐ اس کا بھی ہاتھ کاٹ دیتا۔“

عمل بالقرآن کی یہ کتنی بڑی مثال ہے۔ کیا آج کے دور میں ایسی مثال پیش کی جاسکتی ہے.....!؟

پانچویں مثال:

قرآن مجید میں سچ بولنے اور جھوٹ سے بچنے کا حکم دیا گیا ہے مثلاً ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿وَاجْتَنِبُوا قَوْلَ الزُّورِ﴾ [سورة الحج: ۳۰]

”جھوٹی باتوں سے اجتناب کرو۔“

جب ہم نبی کریم ﷺ کی سیرت کا مطالعہ کرتے ہیں تو ہمیں معلوم ہوتا ہے کہ آپ کو جھوٹ سے سخت نفرت تھی اور آپ کی سچائی کا یہ عالم تھا کہ دشمن بھی آپ کو صادق اور امین کہہ کر پکارتے تھے، اس لیے کہ آپ نے کبھی جھوٹ بولا ہی نہیں۔ جھوٹ اور سچ کے بارے میں آپ ﷺ ایک ارشاد ملاحظہ فرمائیں:

((إِنَّ الصَّدْقَ يَهْدِي إِلَى الْبِرِّ وَإِنَّ الْبِرَّ يَهْدِي إِلَى الْحَنَّةِ وَإِنَّ الرَّجُلَ لَيَصْدُقُ حَتَّى يُكْتَبَ عِنْدَ اللَّهِ صِدْقًا وَإِنَّ الْكُذِبَ يَهْدِي إِلَى الْفُجُورِ وَإِنَّ الْفُجُورَ يَهْدِي إِلَى النَّارِ وَإِنَّ الرَّجُلَ لَيَكْذِبُ حَتَّى يُكْتَبَ عِنْدَ اللَّهِ كَذِبًا))

”سچائی نیکی کی طرف رہنمائی کرتی ہے اور نیکی جنت کی طرف رہنمائی کرتی ہے۔ آدمی ہمیشہ سچ بولتا ہے یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ کے ہاں وہ سچے لوگوں میں لکھ لیا جاتا ہے۔ اور جھوٹ گناہ کی طرف لے جاتا ہے اور گناہ جہنم کی طرف لے جاتا ہے۔ اور آدمی ہمیشہ جھوٹ بولتا رہتا ہے یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ کے ہاں اسے جھوٹے لوگوں میں لکھ لیا جاتا ہے۔“ (۱)

چھٹی مثال:

قرآن مجید میں عہد کی پابندی کا حکم دیا گیا اور عہد شکنی سے سخت منع کیا گیا ہے مثلاً ارشاد باری تعالیٰ ہے:

(۱): ﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا أَوْفُوا بِالْعُقُودِ﴾ [المائدة: ۱]

”اے لوگو جو ایمان لائے ہو! معاہدوں کی پوری پابندی کرو۔“

(۱) [صحیح بخاری: کتاب الادب: باب قول اللہ تعالیٰ: يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اتَّقُوا اللَّهَ وَكُونُوا مَعَ الصَّادِقِينَ (ح)

(۶۰۹۴) صحیح مسلم: کتاب البر: الصلاة: باب قبح الكذب وحسن الصدق وفضله (ح- ۶۲۰۷)

(۲) : ﴿ وَأَوْفُوا بِالْعَهْدِ إِنَّ الْعَهْدَ كَانَ مَسْئُولًا ﴾ [سورة النحل: ۹۱]

”وعدہ (عہد و پیمان) کی پابندی کرو۔ بے شک وعدہ کے بارے میں جواب دہی ہوگی۔“

(۳) : ﴿ وَإِنِ اسْتَنْصَرُوكُمْ فِي الدِّينِ فَعَلَيْكُمُ النَّصْرُ إِلَّا عَلَى قَوْمٍ بَيْنَكُمْ وَبَيْنَهُم مِّيثَاقٌ وَاللَّهُ

بِمَا تَعْمَلُونَ بَصِيرٌ ﴾ [سورة الانفال: ۷]

”اگر وہ (مسلمان) تم سے دین میں مدد طلب کریں تو تم پر ان کی مدد کرنا لازم ہے، سوائے ان لوگوں

کے مقابلے میں کہ تم میں اور ان میں کوئی عہد ہے اور جو کچھ تم کرتے ہو اسے اللہ دیکھنے والا ہے۔“

ہم دیکھتے ہیں کہ اللہ کے رسول ﷺ وعدے کی پابندی کے سلسلہ میں بڑی احتیاط سے کام لیتے تھے مثلاً

صلح حدیبیہ کے موقع پر کفار قریش اور مسلمانوں کے درمیان طے ہونے والی شرائط میں سے ایک شرط یہ بھی

تھی کہ اگر مکہ سے کوئی شخص بھاگ کر مسلمانوں کے پاس مدینہ چلا جائے گا تو مسلمان اسے واپس کرنے کے

پابند ہوں گے لیکن اگر مسلمانوں کا کوئی شخص بھاگ کر مکہ آجائے گا تو اسے واپس نہیں کیا جائے گا۔ یہ معاہدہ

صلح حدیبیہ ابھی لکھا ہی جا رہا تھا کہ ابو جندل بن سہیل بیڑیاں گھسیٹتے مسلمانوں کے پاس آ پہنچے مگر کفار کے

سفیر سہیل نے ابو جندل کی واپسی کا مطالبہ کر دیا۔ آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ ابھی تو ہم نے معاہدہ لکھا ہی

نہیں پھر واپسی کا مطالبہ کیوں؟ مگر سہیل اسی پر مصر رہے کہ ابو جندل واپس کیا جائے گا تو صلح کا معاہدہ ہوگا۔

آنحضرت ﷺ نے مجبوراً ابو جندل کی واپسی کا فیصلہ کر لیا تو ابو جندل کہنے لگے: مسلمانو! تم مجھے ان

مشرکوں کی طرف واپس کر رہے ہو جو مجھے میرے دین کے متعلق فتنہ میں ڈال دیں گے؟ مگر آنحضرت

ﷺ نے انہیں واپس کرتے ہوئے فرمایا:

((اِصْبِرْ وَاحْتَسِبْ فَإِنَّ اللَّهَ جَاعِلٌ لِّكَ وَلَمَنْ مَعَكَ مِنَ الْمُسْتَضْعَفِينَ فَرَجًا وَمُخْرَجًا إِنَّا قَدْ

صَالَحْنَا هَؤُلَاءِ الْقَوْمَ وَجَرَى بَيْنَنَا وَبَيْنَهُمُ الْعَهْدُ وَإِنَّا لَأَنْعَدُهُمْ.....))

”ابو جندل! صبر کرو اور ثواب کی امید رکھو۔ اللہ تعالیٰ تمہارے لیے اور تمہارے ساتھ دیگر کمزوروں کے

لیے رہائی اور پناہ کی کوئی نہ کوئی صورت ضرور بنائے گا۔ ہم چونکہ ان لوگوں کے ساتھ معاہدہ صلح کر رہے

ہیں اور ہمارے اور ان کے درمیان صلح کی گفت و شنید بھی ہو چکی ہے، اس لئے اب ہم غدر نہیں کر

سکتے۔“ (۱)

(۱) [سیرت ابن ہشام (۴۴۲/۳) السنن الکبریٰ للبیہقی (۲۲۷/۹) مسند احمد (۳۲۵/۴)]

چنانچہ ابو جندل کو واپس کفار کی قید میں دے دیا گیا۔ اسی طرح اس معاہدہ کے بعد ایک اور صحابی یعنی ابو بصیر کفار مکہ کی قید سے بھاگ نکلے اور اللہ کے رسول ﷺ کے پاس مدینہ پہنچ گئے۔ پیچھے سے کفار مکہ کے دو آدمی انہیں واپس لے جانے کا مطالبہ لیے پہنچ گئے تو آپ ﷺ نے دفاعی عہد کا مظاہرہ کرتے ہوئے ابو بصیر کو ان کے سپرد کر دیا۔^(۱)

آپ ﷺ نے وعدہ خلافی کو اتنا ناپسند کیا کہ اسے نفاق کی علامت قرار دیا، چنانچہ آپ کا ارشاد ہے:

((آيَةُ الْمُنَافِقِ ثَلَاثٌ: إِذَا حَدَّثَ كَذَبَ وَإِذَا وَعَدَ أَخْلَفَ وَإِذَا أُؤْتِمِنَ خَانَ))

”منافق کی تین نشانیاں ہیں (۱) جب گفتگو کرے تو جھوٹ بولے (۲) جب وعدہ کرے تو پورا نہ کرے (۳) جب اس کے پاس امانت رکھی جائے تو اس میں خیانت کرے۔“^(۲)

ایک اور حدیث میں یہ وضاحت بھی ہے کہ:

((وَأَنْ صَامَ وَصَلَّى وَرَزَعَمَ أَنَّهُ مُسْلِمٌ))

”جس میں یہ علامتیں پائی جائیں، وہ منافق ہے (خواہ وہ روزے رکھے، نماز پڑھے اور اپنے آپ کو مسلمان سمجھے!“^(۳)

ساتویں مثال:

قرآن مجید میں صدقہ و خیرات (انفاق فی سبیل اللہ) کی بڑی تلقین کی گئی ہے، مثلاً ارشاد باری تعالیٰ ہے:

(۱): ﴿مَثَلُ الَّذِينَ يُنْفِقُونَ أَمْوَالَهُمْ فِي سَبِيلِ اللَّهِ كَمَثَلِ حَبَّةٍ أَتَتْ سَنَابِلَ فِي مَثَلِ

سُنْبُلَةٍ ثَمَرَةً حَبَّةٍ وَاللَّهُ يُضْعِفُ لِمَنْ يَشَاءُ وَاللَّهُ وَاسِعٌ عَلِيمٌ﴾ [سورة البقرة: ۲۶۱]

”جو لوگ اپنے مال اللہ کی راہ میں صرف کرتے ہیں، ان کے خرچ کی مثال ایسی ہے جیسے ایک دانا بویا جائے اور اس سے سات بالیاں نکالیں اور ہر بالی میں سو دانے ہوں۔ اسی طرح اللہ جس کے عمل کو چاہتا ہے، بڑھوتی (اضافہ و برکت) عطا فرماتا ہے۔ وہ وسعت والا اور علم والا ہے۔“

(۱) [ابو بصیر کے واقعہ کے لیے ملاحظہ ہو: فتح الباری (۴۰۷/۷ تا ۴۰۷/۸) ابن ہشام (۴۴۹/۳) زاد المعاد (۱۲۰/۲)]

ابو داؤد کتاب الجہاد، باب فی صلح العدو (۲۷۶۲)

(۲) [صحیح بخاری، کتاب الایمان، باب علامات المنافق (ح ۳۳) صحیح مسلم، کتاب الایمان، باب خصال

المنافق (ح ۵۹)] (۳) [صحیح مسلم: ایضاً (ح ۵۹)]

المنافق (ح ۵۹)]

(۲): ﴿وَمَا أَنْفَقْتُمْ مِنْ شَيْءٍ وَهُوَ يُخْلِفُهُ﴾ [سورة سبا: ۳۹]

”اور جو کچھ تم خرچ کرتے ہو، اس کی جگہ وہی تم کو اور دے دیتا ہے۔“

(۳): ﴿وَمَا تَنْفِقُوا مِنْ خَيْرٍ فَلَا تُنْفِسْكُمْ وَالْإِنْفِقَاءَ وَجْهَ اللَّهِ وَمَا تَنْفِقُوا مِنْ خَيْرٍ

يُوفِّ إِلَيْكُمْ وَإِنَّكُمْ لَاتُظَلَمُونَ﴾ [سورة البقرة: ۲۷۲]

”اللہ کے رستے میں جو مال تم لوگ خرچ کرتے ہو، وہ تمہارے اپنے ہی بھلے کے لیے ہے، آخر تم اسی

لیے تو خرچ کرتے ہو کہ اللہ کی رضا حاصل ہو جائے تو جو کچھ مال تم اللہ کے رستے میں خرچ کرو گے، اس

کا پورا پورا اجر تمہیں دیا جائے گا اور تمہاری حق تلفی ہرگز نہ ہوگی۔“

جب ہم نبی کریم ﷺ کی سیرت طیبہ کا مطالعہ کرتے ہیں تو ہمیں معلوم ہوتا ہے کہ آپ صدقہ و خیرات

کے سلسلہ میں اتنے فیاض تھے کہ جو کچھ آتا، اللہ کی راہ میں خرچ کر دیتے۔ چند دلائل ملاحظہ فرمائیں:

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ ”ایک مرتبہ آپ کے ہاں ایک بکری ذبح کی گئی اور آپ کے حکم سے

لوگوں میں تقسیم کر دی گئی۔ نبی کریم ﷺ نے دریافت کیا کہ: ”باقی کیا بچا ہے؟“ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے

عرض کیا: ”بازو کے علاوہ کچھ نہیں بچا۔“ (یعنی باقی ساری لوگوں میں تقسیم کر دی گئی ہے) تو آپ نے

فرمایا: ”نہیں، بلکہ بازو کے علاوہ سب کچھ بچ گیا ہے۔“^(۱)

مطلب یہ تھا کہ بازو کے علاوہ جو گوشت اللہ کی راہ میں صدقہ کر دیا گیا، وہی ہمارے لیے کارآمد ہے، اس

لیے کہ اس کا اجر و ثواب آخرت کے لیے محفوظ ہو گیا ہے۔ اور جو ہم کھالیں گے، اس کا ثواب آخرت

میں نہیں ملے گا۔

صحابی رسول حضرت جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ:

((مَسْئَلُ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ شَيْئًا قَطُّ، فَقَالَ: لَا))

”رسول اللہ ﷺ سے جب بھی کسی نے کچھ مانگا تو آپ ﷺ نے انکار نہیں فرمایا۔“^(۲)

یعنی اگر آپ کے پاس کچھ موجود ہوتا تو آپ مانگنے والے کو دینے سے انکار نہیں فرماتے تھے۔

(۱) [جامع ترمذی، کتاب صفة القيامة، باب قوله ﷺ في الشاة (ح) ۲۴۷۰]

(۲) [صحيح بخاری، کتاب الادب، باب حسن الخلق والسخاء (۶۰۳۴) صحيح مسلم، کتاب الفضائل، باب في

آپ ﷺ نے سخاوت کی بہترین اور اعلیٰ مثال قائم فرمائی۔ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں: ”رسول اللہ ﷺ لوگوں میں سب سے زیادہ سخی و فیاض تھے اور حضرت جبریلؑ سے ملاقات کے وقت (یعنی رمضان کے مہینے میں) تو آپ اور بھی زیادہ سخاوت کرنے لگتے تھے۔“^(۱)

ایک مرتبہ رسول اللہ ﷺ بقیع کے قبرستان کی طرف جا رہے تھے کہ ابوذر رضی اللہ عنہما آپ سے جا ملے۔ راستے میں چلتے ہوئے آپ ﷺ نے ان سے فرمایا:

”یقیناً دنیا میں مال و دولت جمع کرنے والے قیامت کے دن تہی دست ہوں گے، سوائے ان لوگوں کے جو پوری فیاضی سے مناسب جگہوں پر خرچ کریں۔“ پھر اُحد پہاڑ دکھائی دیا تو نبی ﷺ نے فرمایا: ”اے ابوذر!“ حضرت ابوذر رضی اللہ عنہما نے جواب دیا: اے اللہ کے رسول! میں آپ پر قربان جاؤں، کیا ارشاد ہے؟ آپ نے فرمایا: ”مجھے یہ پسند نہیں کہ آل محمد (ﷺ) کے پاس اُحد پہاڑ جتنا سونا ہو اور شام ہونے تک ان کے پاس اس میں سے ایک دینار بھی بچ جائے۔“^(۲)

صحابہ کرام کا قرآن مجید پر عمل:

یہی صورتحال ہمیں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے ہاں بھی دکھائی دیتی ہے۔ انہوں نے نبی کریم ﷺ سے جہاں قرآن مجید سیکھا، وہاں اس پر عمل کرنے کی روایت بھی اخذ کی۔ ذیل میں اس بارے چند مثالیں ملاحظہ فرمائیں:

(۱)..... ابو عبد الرحمن سلمیٰ ایک تابعی ہیں، وہ فرماتے ہیں کہ

((حَدَّثَنَا الَّذِينَ كَانُوا يَتَرُّهُ وَنَ الْقُرْآنَ كَعُثْمَانَ بْنِ عَمَّانَ وَعَبْدَ اللَّهِ بْنِ مَسْعُودٍ وَغَيْرِهِمَا إِنَّهُمْ كَانُوا إِذَا تَعَلَّمُوا مِنَ النَّبِيِّ ﷺ عَشْرَ آيَاتٍ لَمْ يَتَجَاوَزُوا هَا حَتَّى يَتَعَلَّمُوا مَا فِيهَا مِنَ الْعِلْمِ وَالْعَمَلِ قَالُوا: فَتَعَلَّمْنَا الْقُرْآنَ وَالْعِلْمَ وَالْعَمَلَ جَمِيعًا))

”ہمیں ان لوگوں نے بیان کیا جو قرآن پڑھتے پڑھتے مثلاً حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہما،

(۱) [صحیح بخاری، کتاب المناقب، باب صفة النبیؐ (ح ۳۵۵۴) صحیح مسلم، کتاب الفضائل، باب

جوودہ (ح ۲۳۰۸)]

(۲) [صحیح بخاری، کتاب الاستئذان، باب من احاب بلبیک وسعیدک (ح ۶۲۶۸) صحیح مسلم، کتاب

الزکاة، باب الترغیب فی الصلاة (ح ۹۴۳۳)]

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ، وغیرہ کہ ان لوگوں کا طرزِ عمل یہ تھا کہ جب اللہ کے رسول ﷺ سے وہ دس آیتیں بھی پڑھتے تو اس وقت تک اس سے آگے نہ بڑھتے جب تک کہ ان آیات میں موجود علم و عمل کو پوری طرح اپنانا نہ لیتے۔ اور وہ کہا کرتے تھے کہ ہم نے قرآن مجید اور اس کے علم و عمل، سب کو ایک ساتھ حاصل کیا ہے۔“ (۱)

(۲)..... حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ، بیان کرتے ہیں کہ ہم میں سے کوئی شخص جب قرآن مجید کی دس آیات سیکھتا تو اس وقت تک اس سے آگے قدم نہ اٹھاتا تھا، جب تک وہ یہ نہیں جان لیتا کہ ان کا معنی و مفہوم کیا ہے اور ان میں کن چیزوں پر عمل کرنے کا حکم دیا گیا ہے۔ (۲)

(۳)..... حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ”جب ہم میں سے کوئی شخص سورہ بقرہ اور سورہ آل عمران پڑھ جاتا تو ہماری نگاہوں میں اس کا رتبہ بہت بلند ہو جاتا۔“ (۳)

یہاں ان سورتوں کو محض پڑھنا مراد نہیں بلکہ ان میں موجود احکام کا علم حاصل کرنا بھی اس میں شامل ہے اور انہیں پڑھنے والے کا رتبہ اسی لیے بلند ہو جاتا کہ وہ ان میں موجود احکام سے آگاہ ہونے کی وجہ سے ان پر عمل کرنے میں آگے نکل جاتا۔

(۴)..... حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کے ایک خالہ زاد بھائی تھے جن کا نام مسطح تھا، ان کی غربت و ناداری کی وجہ سے حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے اپنی خوشی سے ان کی معاشی کفالت کا ذمہ اٹھا رکھا تھا۔ جب حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کی صاحبزادی اور نبی کریم ﷺ کی زوجہ مطہرہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا پر منافقین نے ایک تہمت لگائی تو کئی مخلص مسلمان بھی ان کے پر و پیگندے سے متاثر ہو گئے۔ حضرت مسطح بھی انہی میں تھے۔ بعد میں جب اللہ تعالیٰ نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی بے گناہی پر قرآن مجید کی آیات نازل فرمادیں تو حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے غصے میں آ کر یہ قسم کھالی کہ اب وہ مسطح کی کسی قسم کی مالی مدد نہیں کریں گے۔ اس پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیات نازل فرمائیں:

﴿وَلَا يَأْتِلْ أَوْلُوا الْفَضْلِ مِنْكُمْ وَالسَّعَةِ أَنْ يُؤْتُوا أَوْلَى الْقُرْبَىٰ وَالْمَسَاكِينِ وَالْمُهَاجِرِينَ فِي

(۱) | تفسیر ظہری (ج ۱ ص ۶۰) ابن ابی شیبہ (ج ۱۱۷۱۶) بحوالہ: الاتقان فی علوم القرآن (ج ۲ ص ۴۳۷) |

(۲) | تفسیر ظہری، ایضاً |

(۳) | مسند احمد (ج ۳ ص ۱۲۰، ۲۲۲، ۲۴۰) صحیح ابن حبان (ج ۷۴۴) الاتقان (ج ۲ ص ۴۳۷) |

سَيَّبِلَ اللَّهُ وَيَعْفُوَا وَيُصْفَحُوا أَلَا تُحِبُّونَ أَنْ يُعْفِرَ اللَّهُ لَكُمْ وَاللَّهُ عَفُورٌ رَحِيمٌ ﴿سورة
النور: ۲۲﴾

”تم میں سے جو بزرگی اور کشادگی والے ہیں، انہیں اپنے قربت داروں اور مسکینوں اور مہاجرین کو اللہ کی خاطر نوازنے سے (انکار کی) قسم نہیں کھالینی چاہیے، بلکہ معاف کر دینا اور درگزر کر لینا چاہیے۔ کیا تم نہیں چاہتے کہ اللہ تعالیٰ تمہارے قصور معاف فرمادے؟ اللہ تعالیٰ معاف فرمانے والا مہربان ہے۔“

اس آیت میں حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ ہی کی طرف اشارہ کرتے ہوئے یہ کہا گیا ہے کہ (کسی سے غلطی ہو جائے) تو معاف کر دینا اور درگزر کر لینا چاہیے، تم اللہ کے بندوں سے درگزر کرو گے تو اللہ تعالیٰ اس کے بدلہ میں تمہاری غلطیوں پر تم سے درگزر کریں گے، چنانچہ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے جب یہ آیات سنیں تو فوراً پکار اٹھے:

((بَلَىٰ وَاللَّهِ يَا رَبَّنَا! إِنَّا لَنُحِبُّ أَنْ تُعْفِرَ لَنَا))

”کیوں نہیں، اے ہمارے رب! ہم تو اسی کے امیدوار ہیں کہ تو ہمیں ضرور معاف فرمادے۔“^(۱)

چنانچہ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے اس قرآنی حکم پر عمل کرتے ہوئے اپنی قسم توڑی اور مسطح کی پھر سے مالی امداد شروع فرمادی۔

(۵)..... حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ عُبَيْدُ بْنُ جُصْنٍ مدینہ تشریف لائے اور اپنے بھتیجے حُرْبِ بْنِ قَيْسِ بْنِ جُصْنٍ کے ہاں قیام کیا۔ حُرْبِ بْنِ قَيْسِ (صاحب علم ہونے کی وجہ سے) ان لوگوں میں سے تھے جنہیں حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اپنی مجلس مشاورت میں شریک کر رکھا تھا اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی مجلس مشاورت میں وہی لوگ شریک تھے جو قرآن مجید کے عالم و فاضل ہوتے، قطع نظر اس سے کہ وہ جوان ہیں یا بوڑھے۔ عیینہ نے اپنے بھتیجے حُرْبِ بْنِ قَيْسِ سے کہا: بھتیجے! کیا تمہیں امیر المؤمنین کی مجلس میں اتنا اثر و رسوخ حاصل ہے کہ تم میرے لیے ان کے یہاں حاضری کی اجازت لے دو؟ حُرْبِ نے کہا، میں آپ کے لیے اجازت مانگوں گا۔ پھر انہوں نے عیینہ کے لیے اجازت مانگی اور (اجازت ملنے پر) جب عیینہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی مجلس میں پہنچے تو ان سے کہنے لگے:

”اے ابن خطاب! اللہ کی قسم نہ تو آپ ہمیں کھل کر عطا کرتے ہیں اور نہ ہی ہمارے درمیان انصاف

(۱) [صحیح بخاری، کتاب التفسیر (باب ۱۱ حدیث ۴۷۵۷)]

کے ساتھ فیصلہ کرتے ہیں۔“ یہ بات سن کر حضرت عمر رضی اللہ عنہ غصہ میں آ گئے، یہاں تک کہ آپ رضی اللہ عنہ نے اسے سزا دینے کا ارادہ کر لیا۔ اتنے میں حُرّ نے کہا: امیر المؤمنین! اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی سے یہ فرمایا ہے:

﴿ خُذِ الْعَفْوَ وَأْمُرْ بِالْعُرْفِ وَأَعْرِضْ عَنِ الْجَاهِلِينَ ﴾ [سورة الاعراف: ۱۹۹]

”آپ معاف کرنے کا طریقہ اختیار کریں، بھلائی کے کام کی تلقین کریں اور جاہلوں سے منہ پھیر لیں۔“ اور یہ شخص جاہلوں میں سے ہے۔ (اس لیے اس سے اعراض فرمائیں)

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ

((فَوَاللّٰهِ مَا جَاوَزَهَا عَمْرُ حَيْثُ تَلَاهَا عَلَيْهِ وَتَكَانَ وَقَافًا عِنْدَ كِتَابِ اللّٰهِ))

”اللہ کی قسم! جب ان کے سامنے حرنے یہ آیت تلاوت کی تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ وہیں رک گئے (اور سزا دینے کا ارادہ فوراً ترک کر دیا) کیونکہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی عادت یہ تھی کہ وہ اللہ کی کتاب کا حکم سن کر فوراً سر خم تسلیم کر لیتے تھے۔“^(۱)

قرآن مجید اور اہل ایمان:

قرآن مجید کے ساتھ ایک مومن کا یہی تعلق ہونا چاہیے کہ قرآن مجید کا حکم سنتے ہی اس کا ایمان تازہ ہو جائے، اللہ کے خوف سے اس کا دل دہل جائے اور وہ فوراً کتاب اللہ کے حکم کے سامنے سر تسلیم خم کر دے۔ اہل ایمان کا یہی وصف اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں اس طرح بیان کیا ہے:

(۱): ﴿ اٰتَمَّ الْمُؤْمِنُوْنَ الَّذِيْنَ اِذَا ذُكِرَ اللّٰهُ وَجِلَّتْ قُلُوْبُهُمْ وَاِذَا تَلٰتِ عَلَيْهِمْ آٰيٰتُهُ زَادَتْهُمْ اِيْمَانًا وَعَلٰى رَبِّهِمْ يَتَوَكَّلُوْنَ الَّذِيْنَ يُقِيْمُوْنَ الصَّلٰةَ وَمِمَّا رَزَقْنٰهُمْ يُنْفِقُوْنَ اُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُؤْمِنُوْنَ حَقًّا لَهُمْ دَرَجٰتٌ عِنْدَ رَبِّهِمْ وَمَغْفِرَةٌ وَّرِزْقٌ كَرِيْمٌ ﴾ [سورة الانفال: ۲ تا ۴]

”بے شک ایمان والے تو ایسے ہوتے ہیں کہ جب اللہ تعالیٰ کا ذکر (ان کے سامنے) کیا جاتا ہے تو ان کے دل دہل جاتے ہیں اور جب اللہ کی آیتیں ان کو پڑھ کر سنائی جاتی ہیں تو وہ آیتیں ان کے ایمان کو مزید بڑھا دیتی ہیں اور وہ لوگ اپنے رب پر ہی توکل کرتے ہیں، اور وہ نماز کی پابندی کرتے ہیں، اور جو کچھ ہم نے انہیں دیا ہے اس میں سے وہ خرچ کرتے ہیں۔ یہی لوگ سچے ایمان والے ہیں، ان کے

(۱) [صحیح بخاری، کتاب الاعتصام، باب الاقتداء بسنن رسول اللہ ﷺ (ح- ۷۲۸۶)]

لیے ان کے رب کے ہاں بڑے درجے ہیں اور عزت اور مغفرت کی روزی ہے۔“

(۲): ﴿وَإِذَا سَمِعُوا مَا أُنزِلَ إِلَى الرَّسُولِ تَرَى أَعْيُنُهُمْ تَفِيضُ مِنَ الدَّمْعِ مِمَّا عَرَفُوا مِنَ الْحَقِّ يَقُولُونَ رَبَّنَا آمَنَّا فَاكْتُمْنَا مَعَ الشَّاهِدِينَ وَمَا نَحْنُ بِلَائِمٌ بِاللَّهِ وَمَا حِجَابٌ نَا مِنَ الْحَقِّ وَنَطْمَعُ أَنْ يُدْخِلَنَا رَبَّنَا مَعَ الْقَوْمِ الصَّالِحِينَ فَأَنَّا لَهُمُ اللَّهُ بِمَا قَالُوا جُنُبٌ تَجْرِي مِنْ تَحْتِهَا الْأَنْهَارُ خُلِدِينَ فِيهَا وَذَلِكَ جَزَاءُ الْمُحْسِنِينَ وَالَّذِينَ كَفَرُوا وَكَذَّبُوا بِآيَاتِنَا أُولَٰئِكَ هُمُ أَصْحَابُ الْجَحِيمِ﴾

”اور جب وہ رسول کی طرف نازل کردہ (کلام الہی) کو سنتے ہیں تو آپ دیکھتے ہیں کہ ان کی آنکھیں آنسو سے بہنے لگتی ہیں، اس لیے کہ انہوں نے حق کو پہچان لیا ہے۔ (اور کلام الہی سن کر) وہ کہتے ہیں کہ ”اے ہمارے رب! ہم ایمان لے آئے پس تو ہم کو بھی ان لوگوں کے ساتھ لکھ لے جو تصدیق کرتے ہیں اور ہمارے پاس کون سا عذر ہے کہ ہم اللہ تعالیٰ پر اور جو حق ہم کو پہنچا ہے، اس پر ایمان نہ لائیں اور ہم اس بات کی امید رکھتے ہیں کہ ہمارا رب ہم کو نیک لوگوں کی رفاقت میں داخل کر دے گا۔“ ایسے لوگوں کو اللہ تعالیٰ ان کے اس قول کی وجہ سے ایسے باغوں سے نوازے گا جن کے نیچے نہریں جاری ہوں گی اور وہ ہمیشہ ہمیشہ ان میں رہیں گے اور نیک لوگوں کا یہی بدلہ ہے۔ اور جن لوگوں نے کفر کیا اور ہماری آیات کو جھٹلاتے رہے، وہ لوگ جہنم والے ہیں۔“ [سورۃ المائدہ: ۸۳-۸۵]

(۳): ﴿اللَّهُ نَزَّلَ أَحْسَنَ الْحَدِيثِ كِتَابًا مُتَشَابِهًا مَثَانِيَ تَقْشِرُ عَنْهُ جُلُودُ الَّذِينَ يَخْشَوْنَ رَبَّهُمْ ثُمَّ تَلِينُ جُلُودُهُمْ وَقُلُوبُهُمْ إِلَىٰ ذِكْرِ اللَّهِ ذَلِكَ هُدَىٰ اللَّهِ يَهْدِي بِهِ مَنْ يَشَاءُ وَمَنْ يُضَلِلِ اللَّهُ فَمَا لَهُ مِنْ هَادٍ﴾ [سورۃ الزمر: ۲۳]

”اللہ تعالیٰ نے بہترین کلام (یعنی قرآن پاک) نازل فرمایا ہے جو ایسی کتاب ہے کہ آپس میں ملتی جلتی اور بار بار دہرائی ہوئی آیتوں والی ہے، جس سے ان لوگوں کے رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہیں جو اپنے رب کا خوف رکھتے ہیں، پھر ان کے جسم اور دل اللہ تعالیٰ کے ذکر کی طرف نرم ہو جاتے ہیں۔ یہ اللہ تعالیٰ کی ہدایت ہے، جسے چاہے وہ ہدایت سے نوازے اور جسے وہ گمراہ کر دے تو پھر اس کو راہ دکھانے والا کوئی نہیں۔“



ضمیمہ:

قرآن پر عمل..... خواتین کا ایک منفرد تجربہ

آئندہ سطور میں ”قرآن پر عمل“ نامی ایک کتاب [تالیف از: سمیہ رمضان، ترجمہ از: قلم: محمد ظہیر الدین] سے چند باتیں پیش کی جا رہی ہیں۔ اس کتاب کی مصنفہ نے قرآنی احکام پر عمل کے فوائد کو موضوع بحث بنایا ہے اور عملی تجربات کی روشنی میں کئی مثالیں پیش کی ہیں۔ ایسی ہی ایک مثال طلاق کے حوالے سے پیش کی گئی ہے۔ قرآن مجید میں طلاق کے حوالے سے مرد کو یہ حکم دیا گیا ہے کہ وہ طلاق دینے کے بعد عدت ختم ہونے تک عورت کو اپنے گھر سے باہر نہ نکالے اور مطلقہ عورت کو بھی یہ حکم دیا گیا ہے کہ وہ عدت اپنے خاوند کے گھر ہی میں گزارے۔ اس قرآنی حکم میں یقیناً کئی حکمتیں کارفرما ہیں، سب سے بڑی یہ حکمت کہ اس طرح میاں بیوی میں رجوع کے بہت سے مواقع باقی رہتے ہیں مگر افسوس کہ قرآنی احکام سے بے رغبتی کی وجہ سے ہم اس قرآنی حکم پر عمل نہیں کرتے اور نتیجہ کئی نقصان اٹھاتے ہیں۔

برصغیر میں تو عام رواج آج تک یہی چلا آ رہا ہے کہ طلاق دیتے ہی عورت کو گھر سے نکال دیا جاتا ہے، یا مظاہرہ عورت اپنے خاندان والوں کی باتوں کے پیش نظر خود ہی خاوند کے گھر سے نکل جاتی ہے، چنانچہ اس طرح رجوع اور صلح کی بجائے مستقل دشمنی یا گھریلو پریشانیوں اور الجھنوں کا ایک لامتناہی سلسلہ شروع ہو جاتا ہے۔ زیر نظر تحریر میں دو تین مثالیں پیش کی گئی ہیں۔ پہلی مثال اس قرآنی حکم پر عمل نہ کرنے اور اس کے نتیجے میں گھر اجڑنے کی ہے، باقی مثالیں اس قرآنی حکم پر عمل کرنے اور اس کے نتیجے میں گھر برباد ہونے سے بچاؤ پر روشنی ڈالتی ہیں۔ آئیے اب مصنفہ کی تحریر ملاحظہ فرمائیں۔

”طلاق ایک ایسا خطرناک اور تباہ کن اقدام ہے جس سے پل بھر میں ہنستا ہنستا گھر اجڑ جاتا ہے۔ خوشی و مسرت غمی اور دکھ میں بدل جاتی ہیں۔ طلاق پر سکون مستحکم خاندان کو اکھیڑ کے رکھ دیتی ہے۔ طلاق معاشرے میں سیاہ دھبہ چھوڑ دیتی ہے۔ بیوی کا مستقبل تاریک ہو جاتا ہے۔ بچے الگ حیران و پریشان ہوتے ہیں۔ ماں کے ساتھ رہیں تو باپ کی شفقت و نگرانی سے محروم۔ باپ کے پاس رہیں تو ماں کی مامتا اور مہربانی سے محروم۔ خاوند الگ پریشان اور مجبوط الحواس ہو جاتا ہے۔ اسے کچھ سمجھ نہیں آتا کہ وہ کیا کرے۔ وہ

اس پریشانی میں مبتلا ہوتا ہے اور اسی ادھیڑ بن میں رہتا ہے کہ نئی شادی کر لے یا کچھ عرصہ کے لیے رک جائے؟ بہت سے باپ اپنی اولاد کو نظر انداز کر دیتے ہیں اور انہیں یوں بھول جاتے ہیں جیسے ان کے بچے تھے ہی نہیں۔

مشکلات کا ایک ایسا چکر چل پڑتا ہے جو ختم ہونے میں نہیں آتا۔ یہ مشکلات دنوں اور مہینوں میں ختم نہیں ہو جاتیں بلکہ سالہا سال تک رہتی ہیں۔ معاشرے کو طلاق کی وجہ سے کئی مشکلات سے واسطہ پڑتا ہے۔ گھر نحوست کدے بن جاتے ہیں اور عدالتوں میں معاشرے کی معزز خواتین و حضرات ذلیل و خوار ہوتے ہیں۔ گھروں کی پردے کی باتیں عدالتوں میں برسر عام بیان ہوتی ہیں تو رسوائی کے سوا کچھ ہاتھ نہیں آتا۔ خود میاں بیوی ہر سننے اور دیکھنے والے کے لیے اپنے راز بیان کرتے ہیں۔ بچوں کا اللہ کے سوا کوئی مددگار نہیں ہوتا۔ وہ ماں باپ کے ہوتے ہوئے بھی دونوں کی شفقت و پیار سے محروم ہو جاتے ہیں۔ نہ باپ سے بات کر سکتے ہیں نہ ماں سے۔ اگر ماں کے پاس رہ رہے ہیں تو وہ انہیں ان کے باپ سے بات تک نہیں کرنے دیتی اور اگر باپ کے پاس رہ رہے ہیں تو وہ انہیں ان کی ماں سے بات کروانے یا ملاقات کا روادار نہیں ہوتا۔ طلاق کے اس بھیانک مسئلے کا حل بھی اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب میں رکھ دیا ہے۔ مگر افسوس کہ ہم کتاب اللہ کے الفاظ کو پڑھتے اور سنتے ہیں مگر ان پر عمل نہیں کرتے۔

ہم نے مسجد میں ہفتہ وار درس قرآن کے دوران اس پیچیدہ اور مشکل مسئلے کا حل نکالنے کی کوشش کی۔ مسجد میں ہم تمام عورتوں نے یہ عہد کر رکھا تھا کہ ہم جس زوال و پستی کا شکار ہیں، اس سے نکلنے کا واحد راستہ یہی ہے کہ ہم میں سے ہر ایک آیات قرآنی کے ذریعہ زوال کے گڑھے سے نکلے۔ چنانچہ اس عہد کو وفا کرنے کے لیے جب اگلے ہفتے کے لیے قرآن کریم کی آیت کا انتخاب کرنے کا مرحلہ آیا تو ہم نے ایک بار پھر یہ کہا کہ قرآن کریم کی آیت پر عمل کرتے ہوئے ہم اپنی خواہش اور اپنے ماحول کی بندشوں اور رسوں کی پروا نہیں کریں گے۔ اس مرتبہ ہم نے اس ارشاد خداوندی کے بارے میں طے کیا:

﴿بَايِعْتُمُ النِّسَاءَ إِذَا طَلَقْتُمُ النِّسَاءَ فَطَلَّقُوهُنَّ لِعَدَّتِهِنَّ وَأَحْضُوا الْعِدَّةَ وَاتَّقُوا اللَّهَ رَبَّكُمْ لَا تُخْرِجُوهُنَّ مِنْ بُيُوتِهِنَّ وَلَا يَخْرُجْنَ إِلَّا أَنْ يَأْتِيَنَّ بِفَاحِشَةٍ مُّبِينَةٍ وَتِلْكَ حَلْوَدُ اللَّهِ وَمَنْ يَتَعَدَّ حَلْوَدَ اللَّهِ فَقَدِ ظَلَمَ نَفْسَهُ لَاتُذْرَى لَعَلَّ اللَّهُ يُحْدِثُ بَعْدَ ذَلِكَ أَمْرًا﴾ [سورة الطلاق: ١]

”اے نبی جب تم لوگ عورتوں کو طلاق دو تو انہیں ان کے عدت کے لیے طلاق دیا کرو اور عدت کے زمانے کا ٹھیک ٹھیک شمار کرو اور اللہ سے ڈرو جو تمہارا رب ہے۔ (زمانہ عدت میں) نہ تم انہیں ان کے

گھروں سے نکالو اور نہ وہ خود نکلیں۔ الایہ کہ وہ کسی صریح برائی کی مرتکب ہوں۔ یہ اللہ کی مقرر کردہ حدیں ہیں اور جو کوئی اللہ کی حدوں سے تجاوز کرے گا، وہ اپنے اوپر خود ظلم کرے گا۔ تم نہیں جانتے شاید اس کے بعد اللہ تعالیٰ (موافقت کی) کوئی صورت پیدا کر دے۔“

پہلی مثال:

اس آیت کی تلاوت کے بعد جب اس کی تفسیر بیان ہوئی تاکہ خواتین کو یہ معلوم ہو سکے کہ اس آیت پر کیسے عمل کرنا ہے اور اس آیت میں موجود اللہ کے واضح حکم کو کیسے نافذ کرنا ہے تو درس میں شامل ایک خاتون نے پکار کر کہا: ”ذرا ٹھہریے! آپ لوگ کیا بات کر رہے ہیں؟ کیا اس عورت کے لیے جس کا خاندان سے طلاق دے دے، ضروری ہے کہ وہ عدت کے عرصے کے دوران اپنے (خاندان کے) گھر میں ہی ٹھہرے۔“ میں نے اس خاتون کو بتایا کہ ہاں، مطلقہ عورت کے لیے خاندان کے اسی گھر میں عدت گزارنے کا حکم اللہ تعالیٰ نے دیا ہے تاکہ اس دوران موافقت کی کوئی صورت پیدا ہو جائے، میاں بیوی اپنے گھر میں ایک ساتھ رہیں اور اپنے اپنے اہل خاندان کی مداخلت سے محفوظ رہیں تو شاید ان میں سازگاری پیدا ہو جائے اور وہ از سر نو خیر و عافیت کے ساتھ رہنے لگیں۔ بیوی کا گھر سے نکل جانا یا اسے نکال دینا اشتعال کا سبب بنتا ہے جس سے اکثر و بیشتر لوگوں کے دلوں کو تپش و حرارت پہنچتی ہے۔ غصہ، نفرت، اشتعال، مخالفت اور شکوہ و شکایت کا ماحول شیطان کے لیے موسم بہار ہوتا ہے۔ معاملات کی باگ دوڑ شیطان کے ہاتھ میں چلی جاتی ہے تو علیحدگی اور جدائی تک نوبت پہنچ جاتی ہے۔ یوں شیطان کی خوشی کی کوئی حد نہیں رہتی۔

میری یہ وضاحت سن کر سوال کرنے والی خاتون نے بتایا: ”ہائے میری بدبختی و بد نصیبی کہ دین اسلام سے ناواقفیت میرے گھر کے اجڑنے کا سبب بنی۔ قرآن کریم سے میری لاعلمی نے میرے بچوں کو مجھ سے دور کر دیا۔ میرے خاندان اور میرے درمیان معمولی سا اختلاف ہوا۔ بات بالکل چھوٹی سی تھی۔ اس بات سے میرا خاندان مشتعل نہ ہوتا مگر میں نے بلاوجہ کچھ ایسی باتیں کہہ دیں کہ اس کا غیظ و غضب اپنی انتہا کو جا پہنچا۔ غصے کے سبب میرا شوہر ہوش و حواس میں نہ رہا اور اس نے طلاق کا لفظ بول دیا۔ یہ لفظ سنتے ہی میں نے اپنا سامان باندھا اور گھر سے نکل پڑی۔ دل درد سے لبریز تھا اور آنکھیں آنسوؤں سے۔ میں جو نبی اپنے میکے پہنچی تو میری کہانی سن کر میرے میکے کا ہر فرد میرے خاندان سے میری توہین کا بدلہ لینے کے لیے بے تاب تھا۔ میرے خاندان نے مجھے کہلا بھیجا کہ گھر چلی آؤ مگر میں نے اس کی یہ پیشکش حقارت سے ٹھکرا دی۔ یوں میرے نفس نے، میری آنانیت نے مجھے غور و فکر اور درست فیصلہ کرنے سے محروم کر دیا۔ آپ نے جو آیت

ابھی پڑھی ہے، میں یہ آیت کئی بار پڑھ چکی ہوں مگر افسوس کہ میں نے اسے سمجھنے کی ایک بار بھی کوشش نہ کی۔ مجھے نہ اس کی سمجھ آئی اور نہ میں نے کبھی اسے سمجھنے کی کوشش کی۔ عدت گزرنے کے بعد ہم میاں بیوی میں علیحدگی ہو گئی۔ عدت کے دوران اپنے گھر سے نکلنے کے گناہ کا میں نے اہتکاب کیا۔ میں خاوند سے بھی محروم ہوئی اور اللہ تعالیٰ کے صاف اور واضح حکم کی مخالفت کا گناہ بھی مول لیا۔“

اس غمزہ خاتون نے زار و قطار روتے اور آنسو بہاتے ہوئے کہا: ”ہائے میری شامت و بدبختی! میں آپ سب سے درخواست کرتی ہوں کہ آپ لوگوں نے کتاب اللہ پر عمل کا جو عہد کیا ہے، اس پر مہربانی فرما کر سختی سے کار بند رہنا۔“

دوسری مثال:

یہ دکھ بھری داستان سن کر ہم نے ایک بار پھر اس آیت کریمہ پر عمل کرنے کے پختہ عہد کی تجدید کی اور پورے عزم کے ساتھ اس راستے پر گامزن رہنے کا عہد کیا۔ کچھ عرصہ بعد ہم نے درس میں شریک ہونے والی بہنوں سے طلاق کے بارے میں اس ارشادِ بانی پر عمل کے تجربات سننے کا ارادہ کیا۔ تو ایک بہن نے کہا: ”جب سے میں نے مولیٰ کریم کے ساتھ یہ عہد کیا تھا کہ میرے قول و فعل پر آیت کریمہ ہی کی حکمرانی ہوگی تو میں ہمیشہ یہ دعا کرتی رہتی تھی کہ جب حقیقی عمل کا موقع آئے تو اللہ مجھے استقامت دینا تاکہ میں عملاً قرآن کے مطابق اقدام کروں۔ میرا خاوند جذباتی آدمی ہے، اکثر غصے میں آ کر اول فoul بکنے لگتا ہے۔ قرآنی آیت پر عمل درآمد کے دور سے پہلے تو میں بھی مشتعل ہو جاتی اور اسے ترکی بہ ترکی جواب دیتی۔ ہم میاں بیوی کی یہ حالت دیکھ کر ہمارا چھوٹا سا بچہ ہمیں دیکھتا، چپ چاپ رہتا، صدمے سے کچھ نہ بولتا تھا۔ ہم میاں بیوی اس کیفیت میں ایک دوسرے کی بات قطعاً نہ سنتے اور ہر کوئی اپنی بات پر اصرار کرتا۔“

یہ منظر اب پھر سامنے آیا لیکن اب میرے دل کی کیفیت بدل چکی تھی، میں نے اللہ سے لو لگائی رکھی اور قرآن کریم کی آیات پر عمل کرنے کا فیصلہ کر لیا تھا۔ آج میری پوری کوشش یہ تھی کہ میں خاوند کو مشتعل نہ کروں۔ مجھ پر بے چینی و بے قراری کی ایک عجیب کیفیت طاری تھی۔ میں چاہتی تھی کہ گھر سے نکل کر اپنے گھر کے قریب مسجد میں چلی جاؤں، مسجد ہی کو میں اپنی پناہ گاہ اور سکون و قراری کی جگہ سمجھتی تھی۔ کبھی یہ خیال آتا کہ اپنی کسی مسلمان بہن کے پاس چلی جاؤں تاکہ وہ ہمدردی کے چند بول بول کر مجھے تسلی دے اور میری ڈھارس بندھائے اور یوں میرے دل کو سکون و ٹھنڈک نصیب ہو۔ میری حالت تو یہ تھی ادھر میرا خاوند آپے سے باہر ہو رہا تھا، غصے کے مارے اس کا برا حال تھا، اس کی غضب آلود باتوں سے یہ محسوس ہوتا تھا کہ وہ

مجھے طلاق دینے کے بارے میں سوچ رہا ہے۔

کئی بار خاوند کو جواب دینے کا شیطانی خیال دل میں آیا مگر میں نے ہر بار اپنے اوپر قابو پالیا۔ میں نے اللہ کا ذکر اور اس کی تسبیح و تقدیس شروع کر دی۔ میں ساتھ ساتھ یہ بھی سوچتی رہی کہ اگر خدا نخواستہ میرے خاوند نے طلاق کا لفظ منہ سے نکال ہی دیا تو پھر مجھے خاوند کے گھر میں یہیں رہنا ہوگا۔ میں تو چاہتی ہوں کہ مسجد میں جاؤں وہاں ہفتہ وار درس قرآن سنوں، لیکن طلاق کے بعد عدت کے دوران تو میں گھر سے باہر نہ نکل سکوں گی اور درس قرآن کی مجلس سے بھی محروم ہو جاؤں گی۔ یہ خیال میرے لیے سوہان روح بن رہا تھا۔ اللہ کے گھر میں جا کر تو ہم پاکیزہ فضاؤں میں قرآن مجید کی آیات سمجھتی ہیں اور پھر ان پر عمل کا اقرار کر کے وہاں سے باہر نکلتی ہیں۔ میرے لیے عدت گزارنے کے لیے اپنے خاوند کے گھر میں یوں پابند ہو کر رہنا کہ درس قرآن سننے کے لیے مسجد میں بھی نہ جاسکوں، بے چینی کا سبب بن رہا تھا۔ درس قرآن کے حلقے نے تو میری زندگی کو ایسی تابندگی بخشی تھی جس کا میں اس سے پہلے تصور و احساس بھی نہ کر سکتی تھی۔ میں کثرت سے قرآن پڑھا کرتی تھی مگر اللہ کا کلام میرے گلے سے نیچے نہیں اترتا تھا۔ میں تصورات کی دنیا سے باہر نکلی تو کیا دیکھتی ہوں کہ میرے بچے نے اپنے باپ پر نظریں گاڑ رکھی ہیں، گویا زبان حال سے اسے کہہ رہا ہے کہ وہ بھی امی کی طرح خاموش ہو جائے۔ میں نے بچے کو اپنی گود میں لے لیا اور اللہ سے دعا کرنے لگی کہ وہ خاوند کو پرسکون کر دے۔

آہستہ آہستہ میرے شوہر کے غصے کا پارہ نیچے اترنے لگا اور وہ خاموشی سے اپنے کام کرنے لگا۔ پھر بیٹھ کر استغفار پڑھنے لگا جب کہ میں اپنی جگہ سے نہ ہٹی۔ تسبیح و ذکر میں مشغول رہی اور اللہ سے دعا کرتی رہی۔ بعد میں جب گھر میں محبت و سکون کا دور دورہ ہو گیا اور غصہ ٹھنڈا ہو گیا تو میرے خاوند نے کہا: ”میں بہت معذرت خواہ ہوں، مجھے برابر اس بات کا اندیشہ رہا کہ تم میری باتوں کا حسب عادت تاثر توڑ جواب دو گی۔ آج طلاق کا لفظ میرے ہونٹوں کے بالکل قریب پہنچ چکا تھا۔ میں حیران ہوں کہ آج تم نے طلاق کا مطالبہ نہیں کیا۔ پہلے تم کہتی تھیں کہ مجھے طلاق دے دو مگر میں نہیں دیتا تھا۔ آج میں نے سوچ رکھا تھا کہ تمہاری طرف سے طلاق کا مطالبہ ہوتے ہی میں تڑاق سے طلاق دے دوں گا۔ تم نے آج حسب معمول طلاق کا مطالبہ کیوں نہیں کیا؟“

میں نے جواب دیا: ”میرے رب نے مجھے اپنی کتاب کے ذریعے اور اپنے احکام کے ذریعے ادب سکھا دیا ہے۔ میں پہلے سوچا کرتی تھی کہ طلاق سے مجھے آزادی مل جائے گی مگر میری سوچ اللہ کی کتاب کی

عملی تعبیر سے یکسر متصادم تھی۔“

اس بہن نے اپنی یہ داستان سنا کر ہمیں بتایا: ”اس دن کے بعد سے اب تک ہم گھر میں خوش و خرم پیار و محبت سے رہ رہے ہیں۔ ایسا اتفاق امن و سلامتی اور سکون و اطمینان ہمیں اس سے پہلے کبھی نصیب نہیں ہوا تھا۔ شکر ہے کہ میری زبان اس دن قرآن کی برکت سے بند رہی اور میں نے کہیں خاوند سے یہ نہیں کہہ دیا کہ مجھے طلاق دے دو۔ پہلے مجھے شیطان طلاق کو خوش نما بنا کر پیش کرتا تھا۔ وہ اسے میری آزادی قرار دیتا تھا جب کہ فی الحقیقت طلاق تو پابندی ہے۔ اس واقعے کے بعد میرے خاوند میں بھی کافی تبدیلی آچکی ہے۔ اس کا رویہ بہت کچھ بدل گیا ہے۔ اس نے اپنے غیظ و غضب اور نفرت و عناد پر قابو پا لیا ہے کیونکہ میرے پرسکون رد عمل پر اسے کافی کچھ معذرت کرنا پڑنی تھی۔ میں جتنا بھی اللہ کا شکر ادا کروں کم ہے کہ اس نے میرے لیے قرآن سمجھنے کا کام آسان کر دیا۔ اسی نے ہمیں قرآن کے مطابق رویے اختیار کرنے کی توفیق عطا فرمائی۔ شکرگزاری بھی اسی مہربان کی توفیق سے ممکن ہے۔ اللہ کا شکر ہے کہ اس کی کتاب قرآن مجید کی ایک آیت پر عمل کرنے کی برکت سے میرا گھر بربادی سے بچ گیا۔“

تیسری مثال:

جب یہ بہن اپنا واقعہ سنا چکی تو حلقہ درس میں موجود خواتین میں سے ایک خاتون نے بات کرنے کے لیے اپنا سرا اٹھایا لیکن پھر شرما کر جلدی سے نیچے کر لیا۔ تھوڑی دیر تک وہ اس کشمکش میں مبتلا رہی پھر ہمت کی اور بات کرنے کی اجازت طلب کی۔ اجازت ملنے کے بعد اس نے بتایا کہ:

”میرا خاوند دل کا اچھا ہے مگر ہے غصے والا، اپنے فیصلوں میں جلد باز اور جھٹ پند۔ مجھے بھی اس سے کچھ کچھ نفرت تھی۔ اگر وہ میرے خلاف ایک بات کرتا تو میں اس کے خلاف دس باتیں کرتی۔ میں اس کو ہر کام پر ٹوک دیتی اور اسے شدید تنقید کا نشانہ بناتی۔ وہ اگر مجھے کوئی کام کرنے کے لیے کہتا تو میرے رد عمل کے بعد اسے یوں محسوس ہوتا جیسے اس کا واسطہ کسی چٹان سے پڑا ہے۔ ایک روز ہمارے درمیان تلخ کلامی نے شدت اختیار کی۔ بک بک اور جھک جھک کے ایک ایسے ہی دورے کے بعد اس نے مجھے آواز دی۔ میں سمجھی کہ شاید میرے ساتھ صلح صفائی کرنا چاہتا ہے، میں نے اس کی طرف توجہ کی تو میرا نام لے کر کہنے لگا: ”تمہیں طلاق ہے۔“ میں نے کہا تم کیا کہہ رہے ہو؟ میرے بچوں کا کیا بنے گا؟ میرے پانچ بچے ہیں۔ ان کا انجام کیا ہوگا؟ طلاق کا لفظ تم نے کتنی آسانی سے کہہ دیا ہے۔ میری ان باتوں کا اس پر بالکل اثر نہیں ہو رہا تھا۔ گویا میرا چیخنا چلانا بے سود اور فضول تھا۔ میں جلدی سے اپنے کمرے کی طرف لپکی اور انتہائی غصے

کی حالت میں اپنے سوٹ کیس میں خاص خاص کپڑے رکھنے لگی۔ اس دوران بچے رو رہے تھے، چلا رہے تھے، ان کے رونے کی آواز سن کر سنگ دل سے سنگ دل شخص کا دل بھی پتچ جاتا، میں نے اپنا سوٹ کیس بند کیا تو اس کے ساتھ ہی اس ظالم شخص کی طرف سے اپنے دل کو بھی بند کر لیا۔

جونہی میں نے گھر سے نکلنے کا ارادہ کیا تو مجھے اللہ تعالیٰ کے اس حکم نے گھر سے باہر جانے سے روک دیا: ﴿وَلَا يَخْرُجْنَ﴾ ”اور نہ وہ خود نکلیں“۔ میں دروازہ بند کر کے کمرے میں بیٹھ گئی اور سوچنے لگی یا اللہ! اب میں کیا کروں؟ میں مسلسل رو رہی تھی، میرے پاس میرے بچے بیٹھ کر مجھے تسلی دینے کی کوشش کر رہے تھے۔ وہ میرے آنسو پونچھ رہے تھے۔ جب مجھے قدرے سکون ہو گیا تو خاندان کمرے کے دروازے کے پاس آ کر کہنے لگا: ”تم گئی کیوں نہیں؟ کیا میں نے تمہیں طلاق نہیں دے دی؟ میں نے اس سے بڑے اگسار سے کہا: ”ایک بہت بڑی چیز مجھے جانے سے روک رہی ہے؟“ اس نے تسخر کرتے ہوئے کہا: ”یہ بہت بڑی چیز کیا ہے؟“ میں نے کہا: ”اللہ.....!“

اللہ نے اپنی ایک آیت کے ذریعے مجھے جانے سے روک رکھا ہے؟ خاوند بولا: ”اب تم قرآن کی بات کر رہی ہو اور پہلے جب تم میری حکم عدولی کرتی تھیں اور میرے حقوق کو نظر انداز کرتی تھی تو اس وقت تمہیں قرآن یاد نہیں آتا تھا؟ اب تم ایک طلاق یافتہ عورت ہو اور تمہیں یہاں رہنے کا کوئی حق نہیں۔“ میں نے جواب دیا: ”یہ تو آپ کہہ رہے ہیں اور اس گھر کا مالک حقیقی کچھ اور کہہ رہا ہے۔ وہ تو طلاق دینے والے مردوں سے مخاطب ہو کر فرما رہا ہے: ﴿لَا تَخْرُجُوهُنَّ مِنْ بُيُوتِهِنَّ وَلَا يَخْرُجْنَ﴾ [الطلاق: ۱] ”نہ تم انہیں ان کے گھروں سے نکالو اور نہ وہ خود نکلیں۔“

اللہ کا یہ حکم مجھ پر بھی نافذ ہے اور آپ پر بھی۔ میرے لیے اتنی سزا کافی ہے جو میں نے قرآن کے مطابق نہ چل کر پالی ہے۔“

جب میرے خاوند نے دیکھا کہ میں یہاں ہی رہنے پر بضد ہوں تو اس نے بھی اللہ کے حکم کے سامنے سر تسلیم خم کرنے کا فیصلہ کر لیا۔ اور مجھ سے رجوع (صلح و تصفیہ) کر لیا۔ میری عزیز بہنو! اب میں اپنے گھر میں اپنے بچوں کے ساتھ رہنے پر بہت خوش ہوں۔ میرے مشکل دن گزر گئے ہیں۔ میری اب یہی کوشش ہوتی ہے کہ ہر ممکن طرح اپنے خاوند کو خوش کروں اور اس کے کھانے پینے، لباس اور راحت و آرام کا خیال رکھوں۔ مجھے افسوس ہے کہ پہلے میرا طرز عمل درست نہیں تھا۔ مجھے اپنے سابقہ رویہ پر سخت ندامت ہے۔ میں اس قصور و کوتاہی کی تلافی کے لیے خاوند کی زیادہ سے زیادہ خدمت کرتی ہوں۔ نوافل اور استغفار بھی

کرتی ہوں۔ میں دعا کیا کرتی ہوں کہ اللہ تعالیٰ مجھے اب اتنی فرصت دے کہ میں اپنی خدمت و محبت سے اپنے خاوند کا دل جیت لوں۔ وہ فی الحقیقت ایک اچھا آدمی ہے۔ وہ چاہتا تھا کہ میں اس کی شرافت کو اس کی کمزوری نہ سمجھوں۔

طلاق کے بعد دوران عدت اپنے خاوند کے ساتھ رہنے کے قرآنی حکم پر عمل کرنے کا خوشگوار نتیجہ یہ نکلا کہ میرے خاوند نے میرے ساتھ بول چال شروع کر دی۔ آہستہ آہستہ ہم دونوں ایک دوسرے کے قریب آنے لگے اور ایک دوسرے کو خوش رکھنے کی کوشش کرنے لگے۔ ایک ہی ماہ بعد میرا گھر سکون اور محبت و پیار کا گہوارہ بن گیا۔ میرے خاوند نے طلاق سے رجوع کر لیا تھا۔ اس کے اس اقدام نے میری مسرتوں میں بے پناہ اضافہ کر دیا۔ میری دعائیں رنگ لائیں اور قرآن کی برکت سے میری زندگی، میرا گھر، میرے بچے اور میرا خاندان ایک بہت بڑے معاشرتی المیے سے بچ گئے۔ میرے بچے بھٹکنے اور نفسیاتی مریض بننے سے بچ گئے۔ میں بے حد خوش و خرم ہوں اور کہتی ہوں کہ میرے سچے رب نے بالکل درست فرمایا تھا۔

میں اپنی بہنوں سے درخواست کرتی ہوں کہ اگر کسی بہن کو خدا نخواستہ ایسی صورت حال سے دوچار ہونا پڑے تو وہ گھر سے نہ نکلے۔ اپنی نفسانیت و انا نیت کو ترجیح نہ دے بلکہ اللہ سبحانہ و تعالیٰ کے حکیمانہ حکم کو ترجیح دے، کیونکہ یہ اللہ کا حکم ہے۔ عورتوں کو ایسے مواقع پر اپنی ”عزت“ کا بھرم رکھنے کے لیے نہیں سوچنا چاہیے بلکہ اللہ کے حکم کی تعمیل ہی کو عزت سمجھنا چاہیے۔ اللہ کے حکم کی نافرمانی کر کے خود ہی اپنے گھر کو برباد کر لینا کہاں کی دانش مندی ہے۔“

یہ تھا اس متاثرہ خاتون کا واقعہ۔ میں نے یہ سن کر بارگاہ الہی میں سجدہ شکر ادا کیا۔ کیا عظمت ہے آیات قرآنی کی۔ ہم نے جب اپنے ہفتہ وار درس قرآن میں یہ تجربات سنے دیکھے تو اللہ حکیم کی حکمت اور اللہ علیم کے علم پر ہمارے ایمان میں اضافہ ہوا۔ اللہ سبحانہ تھا اس بات پر قادر ہے کہ وہ ہماری جہالت اور نا سمجھی سے جنم لینے والے تمام مسائل حل کر دے۔ اللہ کی مضبوطی ہمیں جہالت کی تاریکیوں سے علم و دانش کی روشنی میں لے جانے کے لیے کافی ہے۔ ضرورت صرف اس بات کی ہے کہ ہم آیات قرآنی کے مطابق چلیں اور ہمارا عمل اللہ تعالیٰ کے احکام کے مطابق ہو۔



مصنف کی دیگر تحقیقی و اصلاحی مطبوعات

[جدید اسلوب اور عام فہم انداز کے ساتھ..... معیاری اور مستند لٹریچر]

[1]..... سلسلہ اصلاح عقائد:

(۱): اللہ اور انسان [عقیدہ توحید و ایمان باللہ کا بیان]

یہ کتاب عقیدہ توحید کے بیان پر مشتمل ہے۔ پہلے باب میں وجود باری تعالیٰ، مذاہب عالم کا تصور اللہ اور اسلام کا تصور اللہ وغیرہ شامل ہے۔ دوسرے باب میں انسان کی پیدائش، مقصد پیدائش اور نظریہ ارتقاء کا جائزہ وغیرہ شامل ہے۔ تیسرے باب میں اللہ اور انسان کا باہمی تعلق تین پہلوؤں سے واضح کیا گیا ہے یعنی خالق اور مخلوق۔ عابد اور معبود۔ غنی اور محتاج۔ اس کتاب میں عقیدہ توحید قرآن و سنت کی روشنی میں پیش کیا گیا ہے اور کسی پرکچر نہیں اچھالا گیا۔ کسی کا عقیدہ توحید درست کرنا ہو تو یہ کتاب اسے ضرور پیش کریں۔ یہ آپ کے لیے بہترین صدقہ جاریہ ہوگا۔

(۲): انسان اور رہبر انسانیت [عقیدہ رسالت اور اتباع سنت کا بیان]

یہ کتاب عقیدہ رسالت اور اتباع سنت کے بیان پر مشتمل ہے۔ اس میں یہ بتایا گیا ہے کہ نبی کریم ﷺ کے ساتھ ہم میں سے ہر شخص کا بنیادی طور پر تین طرح کا تعلق ہونا چاہیے: ایک تو یہ کہ ہم آپ پر صدق دل سے ایمان لائیں، دوسرا یہ کہ ہم آپ سے دنیا جہاں کی ہر چیز سے بڑھ کر محبت کریں اور تیسرا یہ کہ ہم ہر ممکنہ حد تک آپ کی اطاعت کریں۔ اس کتاب میں سنت و رسالت سے متعلقہ تمام اہم مسائل پر قرآن و حدیث کی روشنی میں بحث کی گئی ہے اور مختلف غلط فہمیوں کا ازالہ کر کے نہایت عام فہم اسلوب میں حضور نبی کریم ﷺ سے محبت اور آپ کی سنت پر عمل کا جذبہ بیدار کرنے کی کوشش کی گئی ہے۔

(۳): انسان اور قرآن [قرآن کے ساتھ ایمان و عمل کے تعلق کی مضبوطی کا بیان]

اس کتاب میں یہ بتایا گیا ہے کہ قرآن مجید کے ساتھ ہمارا بنیادی طور پر تین طرح کا تعلق ہے: ایک تو یہ کہ ہم قرآن مجید پر صدق دل سے ایمان لائیں، دوسرا یہ کہ ہم پورے آداب کے ساتھ اس کی تلاوت کو روزانہ کا معمول بنائیں اور تیسرا یہ کہ ہم ممکنہ استطاعت کی حد تک اس کے احکام پر عمل کریں۔ اس کتاب میں یہ بھی بتایا گیا ہے کہ قرآن مجید کے ساتھ جذباتی وابستگی ہی کافی نہیں جب تک کہ اس کے ساتھ ایمان و عمل کی وابستگی نہ پیدا کی جائے۔

(۴): انسان اور فرشتے..... [فرشتوں پر ایمان اور انسانوں کے ساتھ انکے تعلقات کا بیان]

اس کتاب میں یہ بتایا گیا ہے کہ انسانوں اور فرشتوں کے تعلق کی نوعیت کیا ہے؟ فرشتوں پر ایمان لانے کا مطلب کیا ہے؟ مشہور فرشتے کون سے ہیں؟ فرشتوں کی ذمہ داریاں کیا ہیں؟ فرشتے انسانوں کے حق میں دعائیں کب کرتے ہیں؟ کن بد بختوں پر فرشتے بد دعائیں کرتے ہیں؟ فرشتے کن انسانوں کی مدد کے لیے اترتے ہیں؟ اور وہ کب اور کیسے مدد کرتے ہیں؟ وغیرہ وغیرہ، اس کے علاوہ اس کتاب میں منکرین ملائکہ کے دلائل کا رد بھی شامل ہے۔

(۵): انسان اور شیطان..... [شیطان کی حقیقت اور اسکے مکرو فریب سے بچاؤ کا بیان]

اس کتاب میں یہ بتایا گیا ہے کہ شیطان کیا ہے؟ اسے کیوں پیدا کیا گیا؟ انسان کے ساتھ اس کا کیا تعلق ہے؟ ابلیس [یعنی شیطان اکبر] اور عام شیاطین میں کیا فرق ہے اور ان کا آپس میں کیا تعلق ہے؟ کیا شیطان ہر انسان کے ساتھ ہوتا ہے؟ شیطان انسان کو گمراہ کیسے کرتا ہے؟ شیطان کے مکرو فریب سے بچاؤ کی تدابیر کیا ہیں؟ وغیرہ وغیرہ۔ اس کے علاوہ اس کتاب میں فلسفہ خیر و شر کی تفصیلات اور منکرین شیاطین کے دلائل کا رد بھی شامل ہے۔

(۶): انسان اور جادو جنات..... [جادو جنات کے توڑ اور روحانی علاج معالجہ کا بیان]

اس کتاب میں جادو جنات کی حقیقت، جادو کرنے کروانے، سیکھنے سکھانے اور جادو گروں اور جنات سے مدد حاصل کرنے کی شرعی حیثیت اور جادو، جنات کا توڑ قرآن و سنت اور عملی تجربات کی روشنی میں پیش کیا گیا ہے۔ نیز مختلف بیماریوں کا روحانی علاج بھی مستند دلائل اور صحیح احادیث کی روشنی میں پیش کیا گیا ہے۔ اپنے موضوع پر ایک اہم کتاب!

(۷): انسان اور کالے پیلے علوم..... [عقائد کی خرابی کا باعث بننے والے علوم کا بیان]

اس کتاب میں دست شناسی، چہرہ شناسی، قیافہ شناسی، علم رمل، جعفر، اعداد، فال، لاٹری، کہانت، سپیناٹوم، مسمریزم، وغیرہ جیسے ان تمام علوم کا قرآن و سنت کی روشنی میں تجزیہ کیا گیا ہے جن کے ذریعے غیب دانی کا دعویٰ کیا جاتا ہے اور جو اسلامی عقائد میں خرابی کا ذریعہ بنتے ہیں۔ اردو زبان میں اپنے موضوع پر اولین مستند کتاب.....!

(۸): انسان اور آخرت..... [موت، قبر، برزخ، قیامت، محشر اور جنت و جہنم کا بیان]

مرنے کے بعد ہر نیک و بد انسان جن مراحل سے گزرتا ہے، اس کتاب میں قرآن و سنت کی روشنی میں ان کی مکمل و مرتب تفصیلات پیش کی گئی ہیں اور اسلامی عقائد میں ایمان بالآخرت کی ضرورت و اہمیت کو اجاگر کیا گیا ہے۔ اس کتاب کا مطالعہ ایک انسان میں اپنی اور دوسروں کی آخرت بہتر بنانے کا جذبہ پیدا کرتا ہے۔

(۹): انسان اور قسمت..... [تقدیر پر ایمان اور اس سے متعلقہ مسائل و احکام کا بیان]

مسئلہ تقدیر کیا ہے؟ تقدیر پر ایمان لانے کا مطلب کیا ہے؟ کیا انسان اپنی تقدیر خود بناتا ہے؟ کیا انسان اپنی تقدیر بدل سکتا ہے؟ کیا انسان اپنی تقدیر کے بارے پیشگی معلومات حاصل کر سکتا ہے؟ تقدیر پر ایمان کے بعد عملی جدوجہد کی ضرورت کیوں باقی رہتی ہے؟ اس کتاب میں ان تمام سوالات کا قرآن و سنت اور عقلی دلائل کی روشنی میں ایک عمدہ تجزیاتی مطالعہ پیش کیا گیا ہے اور ایمان بالقدیر کی ضرورت و اہمیت پر صحیح اسلامی نقطہ نظر واضح کیا گیا ہے۔

(۱۰): انسان اور کفر..... [نواقض ایمان اور ضوابط تکفیر کا بیان]

اس کتاب میں یہ بتایا گیا ہے کہ وہ کون سی صورتیں ہیں جن سے ایک بندہ مومن کا ایمان ضائع ہو جاتا ہے۔ نیز کسی پر کفر فتویٰ لگانے سے پہلے وہ کون سے آداب و ضوابط ہیں جن کا لحاظ رکھنا از بس ضروری ہے۔

[2]..... سلسلہ اصلاح خاندان:

(۱): ہدیۃ العروس..... [ازدواجی و خانگی احکام و مسائل کا بیان]

نکاح کی ضرورت و اہمیت۔ ترک نکاح کے نقصانات۔ شادی بیاہ کا اسلامی طریقہ اور غیر اسلامی رسومات کی تفصیلی تردید۔ حقوق زوجین۔ خوشگوار ازدواجی زندگی کے رہنما اصول۔ آداب مباشرت، خلع و طلاق اور لعان، ایلاء اور ظہار وغیرہ کے مسائل۔ نکاح متعہ، حلالہ اور شغار وغیرہ کے شرعی مسائل، تعدد ازواج اور پاکستانی معاشرے کے مسائل۔ میاں بیوی کے مخصوص مسائل۔ ساس بھوکا بھگڑا اور اس کا منصفانہ حل اور ایسے ہی بیسیوں ازدواجی و خانگی احکام و مسائل پر مشتمل ایک جامع ہستند اور مقبول عام کتاب۔ اس کے کئی ایڈیشن شائع ہو چکے ہیں، الحمد للہ!

(۲): ہدیۃ الوالدین..... [اولاد اور والدین کے باہمی مسائل و احکام کا بیان]

اولاد اور والدین کے باہمی حقوق و فرائض۔ اولاد کی دینی و اخلاقی تربیت۔ والدین کی خدمت اور ان سے اختلاف رائے کے آداب۔ اولاد اور والدین کے باہمی مسائل و تنازعات [جھگڑے] کے اسباب و وجوہات اور ان کے سد باب کی تدابیر کا بیان، قرآن و حدیث اور واقعاتی حقائق کی روشنی میں۔ اپنے موضوع پر پہلی لا جواب اور مستند کتاب!

(۳): ہدیۃ النساء..... [خواتین کی دینی و اخلاقی تربیت اور احکام و مسائل کا بیان]

عبادات سے لے کر معاملات تک خواتین کے جملہ دینی و شرعی احکام، ان کے حقوق و فرائض اور ان کی دینی و اخلاقی تربیت پر ایک جامع اور مستند کتاب۔ صحیح احادیث اور ممتاز علماء کے فتاویٰ سے مزین۔

[3].....مصنف کی دیگر تصنیفات

(۱): انسان اور نیکی: [قیمت ۲۰ روپے]

(۲): انسان اور گناہ: [قیمت ۲۰۰ روپے]

(۳): جدید فقہی مسائل: [قیمت ۲۱۰ روپے]

(۴): قیامت کی نشانیاں: [قیمت ۱۵۰ روپے]

(۵): پیش گوئیوں کی حقیقت: [قیمت ۱۵۰ روپے]

(۶): اسلام میں تصور جہاد: [قیمت ۶۰ روپے]

(۷): جہاد اور دہشت گردی: [قیمت ۱۵۰ روپے]

(۸): جہیز کی تباہ کاریاں: [قیمت ۶۰ روپے]

(۹): شیخ عبدالقادر جیلانیؒ اور موجودہ مسلمان: [قیمت ۴۵]

(۱۰): خوشگوار گھر یلو زندگی: [قیمت ۲۰ روپے]

(۱۱): موسیقی حرام نہیں؟: [قیمت ۳۰ روپے]

تصنیف: علامہ ناصر الدین البانیؒ ترجمہ و ترتیب: مولانا جمیل اختر۔ اعداد و اضافہ: حافظ مبشر حسین

(۱۲): جادو، جنات اور نظر بد کا توڑ: [قیمت ۶۰ روپے]

تصنیف و افادات: امام ابن تیمیہؒ، حافظ ابن قیمؒ، حافظ ابن کثیرؒ

ترجمہ و ترتیب: مولانا جمیل اختر نظر ثانی: حافظ مبشر حسین

ناشر:

مبشر اکیڈمی لاہور پاکستان

0300-4602878

سلسلہ اصلاح عقائد

عقائد و ایمانیات کے جملہ مباحث، پہلی بار
ایک نئے اور عام فہم اسلوب میں

- 1 اللہ اور انسان [عقیدہ توحید کا بیان]
- 2 انسان اور ربہر انسانیت ﷺ [عقیدہ رسالت اور اتباع سنت کا بیان]
- 3 انسان اور قرآن [قرآن مجید کے ساتھ ایمان و عمل کے تعلق کی مضبوطی کا بیان]
- 4 انسان اور فرشتے [فرشتوں پر ایمان اور انسانوں کے ساتھ ان کے عجیب و غریب تعلقات کا بیان]
- 5 انسان اور شیطان [شیطان کی حقیقت اور اس کے مکر و فریب سے بچاؤ کی تدابیر کا بیان]
- 6 انسان اور جادو، جنات [جادو، جنات کا توڑ اور مسنون روحانی علاج معالجہ کا بیان]
- 7 انسان اور کالے پیلے علوم [عقائد کی خرابی کا ذریعہ بننے والے علوم کا بیان]
- 8 انسان اور آخرت [موت کے بعد پیش آنے والے جملہ اخروی مراحل کا بیان]
- 9 انسان اور قسمت [قسمت و تقدیر اور محنت و کوشش کا بیان]
- 10 انسان اور کفر [نواقض ایمان اور ضوابط تکفیر کا بیان]

خصوصیات: عام فہم اور دلچسپ اسلوب، قرآن و سنت سے استدلال، فکر سلف کی ترجمانی، صحت دلائل اور صحت استدلال، گمراہانہ افکار و عقائد کا رد، ششہ انداز اور معتدل فکر، تعصب اور طنز و تشنیع سے پاک، مستند حوالہ جات کا اہتمام اور ناقابل حجت روایات سے اجتناب

خوبصورت اور معیاری طباعت، قیمت انتہائی مناسب

یہ کتابیں: دعوتی نقطہ نظر سے بے حد مفید اور آروز بان پڑھنے اور سمجھنے والوں کے لیے انتہائی قابل فہم ہیں۔ مطالعہ کیجیے، دوسروں تک پہنچائیے اور صدقہ جاریہ کا ذریعہ بنائیے!

A 46



4150040312009030

پاکستان میں کتاب و سنت کی اشاعت کا قدیم ادارہ

حق سرٹیفکیشن اور پبلشرز
فون: 042-7321865
موبائل: 0334-4229127

نعمانی کتب خانہ

ڈسٹری بیوٹر



Web: nomanibooks.com E-Mail: nomania2000@hotmail.com